وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

روحِ ایمان

مؤلفہ
سید محمود احمد رضوی
مدیر "رضوان"

ناشر: مکتبہ رضوان - لاہور (پاکستان)

حسن یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

روحِ ایمان

حضورِ پُر نور
سید المرسلین۔ خاتم النبیین۔ رحمۃ للعلمین
سیدِ عالم۔ نورِ مجسم۔ رہبرِ مکرم
جانِ کائنات۔ فخرِ موجودات
احمدِ مجتبیٰ۔ محمدِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا
کی بارگاہِ اقدس میں
عقیدت و محبت کے گلہائے رنگا رنگ
کا ایمان افروز باطل سوز

مرتبہ
سید محمود احمد رضوی

ناشر مکتبہ رضوان لاہور

12/-

marfat.com

حمد و نعت

از۔ اعلیحضرت بریلوی قدس سرہ العزیز

اے خدا اے مہرباں مولائے من
اے انیسِ خلوتِ شبہائے من

اے کریم و کارسازِ بے نیاز
دائم الاحسان شہِ بندہ نواز

اے کہ نامت راحتِ جان و دلم
اے کہ فضلِ تو کفیلِ مشکلم

با خطا آریم تو بخشش کنی
نعرۂ اِنّی غفورٌ مے زنی

اللہ اللہ زیں طرف جرم و خطا
اللہ اللہ زاں طرف رحم و عطا

اے خدا بہرِ جنابِ مصطفےٰ
چار یارِ پاک و آلِ با صفا

پُر کن از مقصد تہی دامانِ ما
از تو بند رفتن زما کردن دُعا

مصطفےٰ نورِ جنابِ امرِ کُنْ
آفتابِ بُرجِ علمِ مِنْ لَدُنْ

مَعدنِ اسرارِ عَلّامُ الغیوب
بَرزخِ بحرینِ امکان و وُجوب

بادشاہِ عرشیان و فرشیاں
جلوہ گاہِ آفتابِ کن فکاں

بندگانش حور و غلمان و ملک
چاکرانش سبز پوشانِ فلک

راحتِ دل قامتِ زیبائے او
ہر دو عالم والہ و شیدائے او

جانِ اسمٰعیل بر رُویش فدا
از دعا گویانِ خلیل و مجتبےٰ

وصفِ او از قدرتِ انسان و راست
حاش للہ ایں ہمہ تفہیم راست

در دو عالم نیست مثل آں شاہ را
در فضیلت با و در قربِ خدا

marfat.com

فہرس

مضمون	صفحہ
گلہائے زنگارنگ	۵
حمد و نعت	۲
فہرس مضامین	۳/۴
حمد الٰہی و ثنائے رسول	۶/۸
ابتدائیہ۔ تمہید	۹
اے خاصۂ خاصانِ رسل	۱۰
رفعتِ ذکر	۱۲
مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	۱۷
درود شریف کے فضائل	//
نماز میں درود و سلام	۱۸
سب سے اہم درود	۲۵
تشہد ابنِ مسعود	۲۶
شفاعت	۲۸
ثنائے سرکار ہے وظیفہ	۳۴
حضور سے محبت	//
نوری شمعیں	//
صحابہ کی لاٹھیوں کا روشن ہونا	۳۵
جنت کا چشمہ	۳۶
مالکِ جنت	//
شرحِ صدر	۳۷
النبی الامی	۳۸
انبیاء کی ضرورت	۳۹
سیادتِ مطلقہ	//
حسن محمدی	۴۰
نہ شمع جلتی	۴۱
رسول شاہد	۴۶
تبرک	۴۷
حضور کا سفرِ معراج	۵۱
حضور امام الانبیاء ہیں	۵۲
انوار کی بارش	۵۴
کس کا کمال	۵۵
بنی اسرائیل کا ایک شخص	۵۶
طیب و طاہر رسول	//
جان و مال حضور پر فدا	۵۷
وحی خاص	۵۸
اسم پاک حضور	۵۹
نوید مسیحا	۶۰
غیب کی خبریں	۶۱
مجاہد اور جہنمی	۶۲
دو قبریں	//
دعا اور درود	۶۳
ایک جنتی	//
حقیقت اور شریعت	۶۴
خلیل و حبیب	۶۵
حضرت عائشہ کا اعتراف	//
کلیم و حبیب	۶۷
کعبہ کا کعبہ	۶۹
ہستی کا نقشِ اول	۷۰
ایک شبہ کا ازالہ	۷۰
علم غیبِ نبوی	۷۸
شہادت حسین کی اطلاع	
سیدہ فاطمہ کے وصال کی اطلاع	۷۹
حضرت عثمان و عمر کی شہادت کی اطلاع	۸۰
حضرت علی کی شہادت کی اطلاع	۸۰
حضرت میمونہ	۸۱
مقتولین بدر کے متعلق ارشاد	۸۱
مانی الارحام کی اطلاع	۸۳
قیصر و کسریٰ کے متعلق	//
کسریٰ کے کنگن	//

marfat.com

مضمون	صفحہ
حضرت عثمانؓ کے متعلق	
پیش گوئی	۸۴
عبداللہ بن بسر کی عمر	
حضرت عروہ کے متعلق	
پیش گوئی	۸۵
قاتل و مقتول جنتی	۸۶
حضرت زید ارقم کا بیان	۸۶
عید میلاد النبی	۸۸
تمام انبیاء حضور کے	
میلاد خوان	۸۹
قرآن مجید اور میلاد	″
نماز میں میلاد	۹۰
میلادِ نبوی کی خوشی منانا	۹۳
علماء کا میلاد کے متعلق	
تصریحات	۹۵
ظہور سے پہلے	۹۹
بے مثل رسول	۱۰۳
النبی الامی	۱۰۵
حضور کا علم وہبی ہے	″
حضور کی علمی قوت	″
روحِ ایمان	۱۰۸
حضور کا علم وسیع	۱۰۸
حضور ہر چیز کے عالم ہیں	″
دودھ کا پیالہ	۱۱۰

مضمون	صفحہ
حنینِ جذع	۱۱۱
آفتابِ ہدایت کا طلوع	۱۱۳
منصبِ رسول	۱۱۷
عید میلادُ النبی	۱۲۱
دستور اسلامی کا مرکز	۱۲۹
حضورِ مالک شریعت	۱۳۱
اطاعتِ رسول	۱۳۴
حضرت امام اعظم کا ادب	″
حضور نے مدینہ کو حرم بنایا	۱۳۵
نمازِ عشاء میں تاخیر کا حکم	۱۳۶
حج عمر میں ایک بار فرض ہے	۱۳۷
حضور کے حکم کو ماننا ضروری ہے	۱۳۸
حضور کا منصب خاص	″
قربانی کا جانور	۱۳۹
حضرت خزیمہ کی گواہی	″
رمضان کے روزہ کا کفارہ	۱۴۰
سونے کی انگوٹھی	″
دو نماز کی شرط پر اسلام	۱۴۱
مسح موزہ کی مدت	۱۴۲
حرم مکہ و حرم مدینہ	۱۴۳
مکہ معظمہ کی عظمت	۱۴۵
مکہ کے حرم ہونے کا مطلب	۱۴۷
مکہ کی حرمت ابدی ہے	″
حضور نے مدینہ کو حرم بنایا	۱۴۹

مضمون	صفحہ
خلیل و حبیب میں فرق	۱۵۰
حرم مدینہ کا احترام	″
فضائل مدینہ	″
قاسم العلوم والخیرات	۱۵۶
حضور نے علیؓ کو جنت دی	۱۵۷
ایک اعرابی کی فریاد	۱۵۹
حضرت ابوہریرہ کی گذارش	۱۶۰
حضرت عبداللہ کی	۱۶۱
درخواست اور دیگر صحابہ	″
کے لئے حضور کی دعا	۱۶۶
خیبر میں ایک روز	۱۶۷
درود و سلام	۱۶۹
درود شریف کی	″
اہمیت۔	″
درود کے معنی	۱۷۳
حضرت سفیان ثوری کا	
ارشاد۔	۱۷۴
شہد کی مکھیاں	۱۷۵
محمود غزنوی اور	
درود شریف	۱۷۶

تمت بالخیر

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

ما کان محمد

ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ

وخاتم النبیین

الاحزاب

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

marfat.com

الحمد للہ رب العلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میری اِنتہائے نگارش یہی ہے
تیرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

حمد ہے :-

اس خدا کے لئے جو رب العلمین ہے جو رحمٰن و رحیم کریم و حلیم اور علیم و خبیر ہے ‘ جس نے ایک امرِ کن سے کائنات بنائی اور انسان کو عزت و کرامت کا تاج پہنایا جس نے فضل و کرم اور جود و سخا کے دریا بہائے اور ہماری ہدایات کے لئے اپنے محبوب کو مبعوث کر دیا۔

قدوس ہے :-

اس کے تقدس کے بیان کی کس میں طاقت ہے۔

رحیم ہے :-

اس کی رحمت اور کرم جود و عطا کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا ۔

قاہر ہے :-

اور اس کے قہر و غضب کی کس میں برداشت وہ ہنستی آنکھ کو رلاتا ہے اور مہکتے گلشنوں کو آن کی آن میں ویرانہ بنا دیتا ہے۔

جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جیسے چاہتا ہے کرتا ہے اس کے چلنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔ متکبر ہے بے نیاز ہے۔ مالک ہے۔ خالق ہے۔ رازق ہے۔

مختصر یہ کہ وہ رب العلمین ہے اور ہم سب اس کے بندے ہیں اور اس کی بندگی اور نیاز مندی پر ہمیں ناز ہے۔

marfat.com

نحمدہٗ ونصلی علی حبیبہ الکریم

سلام ہو۔

اس نبی اکرم رسول معظم سید عالم نور مجسم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا پر جو اللہ عزوجل کے خلیفۂ اعظم نائب اکبر اور اس کے آخری نبی ہیں جن کی ذات ستودہ صفات پر نبوت و رسالت ناز کرتی ہے اور جن کی عظمت و رفعت، شوکت و سطوت اور جبروت و جلال کے خطبے خود رب العٰلمین ارشاد فرماتا ہے۔

درود ہو۔

ہستی کے اس نقشِ اول پر۔ اس رہبرِ اعظم اور رسول معظم پر۔ جو اپنے ہمراہ وہ نسخہ کیمیا لائے جو قلزم حقائق اور مطلع الانوار ہے۔ جو کوثر علوم و معرفت اور مخزن الاسرار ہے جو حقائق رحمانی و معارف ربانی کا گنجینہ اور ہدایت و موعظت کا خزینہ ہے جو خداوند ذوالجلال کا آخری ضابطہ حیات ہے جس پر چل کر قوم مسلم دینی و دنیوی عروج حاصل کر سکتی ہے۔

سلام ہو

آسمانِ نبوت کے اس نیّرِ اعظم پر جس کی پاک تعلیم نے تاریک قلوب روشن ہوئیں آنکھیں بینا۔ بہرے کان شنوا اور ٹیڑھی زبانیں سیدھی کر دیں۔ انسان کو انسان بنایا اور خدا تک پہنچایا۔ سنگلاخ زمینوں پر علم و عرفان کے چشمے بہائے اور ہر تشنہ لب کے سامنے جام کوثر لے کر خود آگے بڑھا۔

درود ہو۔

اس نبیِ محترم پر۔ جو (رحمۃ العٰلمین) ہے۔ کوثر کا ساقی۔ جنت کا قاسم۔ مملکتِ خداوندی کا مالک۔ غریبوں مفلسوں کا مددگار۔ یتیموں بے کسوں کا والی اور بے سہاروں کا سہارا ہے۔ جس نے ڈوبتی کشتیاں ترائیں۔ روتی آنکھیں ہنسائیں۔ جو انسانیت کا

marfat.com

کا غم گسار اور ان کے حقوق کا محافظ و نگہبان ہے۔

درود ہو۔

اس نبیِ محترم پر جو امام الانبیاء اور خاتم النبیین ہے جس کا نام نامی اسم گرامی راحتِ جاں ہے۔ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون ہے جو کریم ہے، رونقِ محفلِ وجود اور جلوہ طرازِ ہست و بود ہے۔ جس کی تابشِ خاکِ پا غازہ روئے قدسیاں ہے اور جس کی صورتِ حق نما آئینہ جمالِ حق ہے۔

سلام ہو۔

اس ہستی مقدس پر جو جانِ کائنات اور روح بہار ہے جو اللہ کا محبوب اور سب کا مطلوب ہے صحن عالم کی سرسبزی و شادابی اسی کے مقدس قدموں کی رہین منت ہے وہ اگر کرم کر دیں تو ذرّہ آفتاب اور قطرہ سمندر بن جاتا ہے۔

دیکھو مجھ بے کس پر شب نے کیسی آفت ڈالی ہے
تم تو عرب کے چاند ہو پیارے تم تو عجم کے سورج ہو

مختصر یہ کہ وہ اللہ کا محبوب اور ساری کائنات کا مخدوم ہے۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

نام کتاب	روحِ ایمان
مصنّف	سید محمود احمد رضوی
ناشر	مکتبہ رضوان
پریس	ایڈیمک پریس لاہور
بار پنجم	جولائی سنہ ۱۹۷۶ء

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

یہ میرے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو بصد عجز و نیاز حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے بیکس پناہ میں پیش کیے گئے۔ ان میں ربط یہ ہی ہے کہ یہ صرف حضور کی ذاتِ ستودہ صفات سے متعلق ہیں۔

توقع ہے کہ سرکار ان گلہائے عقیدت و محبّت کو شرفِ قبول عطا فرمائیں گے۔

شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا

بحضور رب العالمین التجا ہے کہ وہ مجھے اور اس مجموعہ کے مطالعہ کرنیوالوں کو بروزِ حشر حضور کے ثناخوانوں میں اٹھائے۔ آمین

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا

تھدیہ

میں اپنی اس تالیف کو قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین راس المحدثین امام المفسرین شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت علامہ ابو محمّد محمّد سیّد دیدار علی شاہ صاحب محدّث الوری قدس سرہٗ العزیز بانی دار العلوم حزب الاحناف کی ذاتِ مبارک سے معنون کرتا ہوں، جو میرے جدِ امجد بھی ہیں اور جن کے فیوض و برکات ہی کی یہ برکتیں ہیں کہ مجھ جیسے کم علم اور ناکارہ کو بخاری شریف کی اردو میں شرح لکھنے کی توفیق رفیق حاصل ہوئی ہے۔

سیّد محمود احمد رضوی

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
اُمّت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

بحضور سراپا نور شافعِ یوم النشور سیّد کائنات خلاصۂ موجودات شہنشاہِ کونین مالکِ دارین سیّد المرسلین رحمۃ للعالمین۔ امام الاتقیاء۔ سرورِ انبیاء۔ حبیبِ کبریا۔ دُرِّ الدّر المکنون عالم ما کان وما یکون۔ محسن کائنات، فخر موجودات۔ ھادیٔ سُبل ختم الرسُل۔ احمد مجتبیٰ محمّد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء۔

چابک قدم بسیطِ افلاک والا گہر محیطِ افلاک ؛ خاکی و بر اوج عرش منزل اُمّی و کتاب خانۂ دل

سرورِ بنی آدم۔ رُوحِ روانِ عالم۔ وارثِ علومِ اوّلین۔ مورثِ کمالاتِ آخرین۔ قائدِ فوجِ اسلام۔ دافعِ جیوشِ اصنام۔ نکہتِ چمنستانِ ملکوت۔ اصل سرِ بستانِ ناسوت۔ ثمرۂ سدرۂ محبوبیت۔ شگوفۂ شجرۂ مقبولیت۔ شہبازِ آشیانِ قربت۔ طاؤسِ مرغزارِ جنت۔ فارسِ مضمار لاھوت۔ شہسوارِ میدانِ جبروت۔

میرے مولیٰ جانِ کائنات بصد عجز و نیاز۔ بہ ہزار ادب و تعظیم تیری بارگاہِ اقدس میں اپنا اور قارئین کا سلام دنیاز عرض کرتا ہوں۔

اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ
اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَرُوْسَ مَمْلِکَۃِ اللّٰہ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نُوْرًا مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہ

اے محسنِ کائنات آپ کے فیض و کرم۔ جود و سخا سے ہم ناکارے مصیبت کے مارے دولتِ ایمان سے مالامال ہوئے۔ دین و دنیا کا امن پایا۔ آرام کی نیند میسر آئی۔ آپ کے احسان کوئی بھول سکتا ہے؟

اے جانِ مسیحا۔ آپ کے قدومِ میمنت لزوم سے کفر کی جہانگیر تاریکی دور اور ظلمتِ باطل کافور ہوئی۔ حق کی روشنی سے عالم بقعۂ نور بنا۔ بے پر بے کس تاجور بنے۔ آپ نے خلقِ خدا کی کایا پلٹ دی۔ ؎

پڑا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق سے کہ گونج اٹھے دشت و جبل نامِ حق سے

اے چاند سے زیادہ روشن چہرے والے محبوب گدا نواز۔ عرب و عجم کے داتا۔ آپ ہی کے نامِ پاک سے ہمارے خون میں حرارت۔ دل میں نور۔ آنکھوں میں سرور اور ایمان میں وفور پیدا ہوتا ہے۔

مالک و مختار آقا۔ آپ کی عطا سے گدڑیے شہنشاہ۔ مریض مسیحا۔ جاہل عالم۔ نادان فیلسوف بنے۔ آپ کی نظرِ کرم سے ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان غنی۔ علی مشکلکشا ہوئے۔ ان انوار و برکات کا ایک چھینٹا ادھر بھی۔

اے سبز گنبد میں آرام فرمانے والے۔ ساری اُمّت کے اعمال و افعال و کردار کی خبر رکھنے والے داتا۔ آپ کی اُمّت۔ محبوب اُمّت۔ اغیار کے تیروں کا نشانہ ہے۔ بیگانے تو دشمن ہی تھے۔ اپنے بھی پرائے ہوگئے۔ دین کے دشمن۔ ایمان کے لیٹرے۔ اب تیرے نامِ پاک پر حاصل کئے ہوئے اس خطۂ پاک کو بھی ناپاک

marfat.com

سرکار مٹانا چاہتے ہیں اور طرح طرح کے لباس بدل کر تیرے مخلص غلاموں کے ایوانوں پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ ایک طرف تو تیرے مخلص خادم ان بے دینوں کے نرغے میں ہیں اور دوسری طرف بے شمار قزاق ہیں۔ بے دینی۔ بد اعتقادی زوروں پر ہے۔ تہذیب و شائستگی رخصت ہے۔ نہ دین سالم ہے نہ دنیا صحیح ہے۔ لِلّٰہ دستگیری کیجئے۔

اے جانِ کائنات۔ مسلمان بحیثیت عمل دین سے دور۔ شریعت سے نفور۔ اسلام سے بیزار ہے۔ فرنگی تہذیب و تمدن کا دلدادہ ہے۔ اسلام و قرآن سے ناآشنا ہے۔ اے محبوب ربّ العالمین انہیں ہدایت فرما۔ ہمارے سروں پر ان مقدس لوگوں کی حکومت قائم کر جو تیرے اور تیرے صحابہ کرام کے نقشِ قدم پر گامزن ہوں۔ جو عہد صدیقی و فاروقی کو زندہ کریں۔

اے دشمنوں پر پھول برسانے والے رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن ذلت و بربادی کے شعلے خرمن اقبال کو جلا رہے ہیں۔ آلام و مصائب کا ہجوم ہے۔ اتفاق و اتحاد معدوم ہے۔ انتشار ہے، اندھیرا ہے، جہانگیر اندھیرا۔ خلوص و مروّت، اخلاق و دیانت سے ہم کوسوں دور ہیں۔ ملی انتشار ہے، غداروں کا عروج ہے۔ دین کے دشمنوں کا غلبہ ہے۔ فحاشی و عریانی کا دور دورہ ہے۔ سینما آباد ہیں، مسجدیں ویران ہیں۔ اور پھر ستم یہ ہے کہ اپنے بھی بیگانے ہیں۔ ابرِ رحمت کا کوئی چھینٹا!

جہالت کو انسانیت میں بدلنے والے آقا! شرک و بدعت کی قوتوں نے مجتمع ہو کر حملہ کر دیا ہے۔ کفر کے بادل آفتابِ توحید و رسالت کو چھپانا چاہتے ہیں۔ فاران پر چمکنے والے انوار کی کوئی ضیاء!

تہذیب و شرافت کے خمار سے مخمور کرنے والے ہادی، آج مسلمان فیشن پرستی۔ جاہ طلبی۔ پردہ شکنی تن پروری۔ عیش پرستی کا شکار ہو رہا ہے۔ شرابِ تہذیب و معرفت کا ایک پیالہ۔

تیرے روضہ مقدس کی جالیوں کا طواف کرنے والی نگاہیں۔ مجبور و مقہور نگاہیں۔ بیتابانہ وقفِ گریہ ہیں۔ تیرے نام پاک پر درود پڑھنے والے ہونٹ مصروفِ فریاد و بکا ہیں۔ سن اور جلدی سن اور جلدی سن اور جلد خبر لے۔ ؎

زباں پہ کلمے ہیں شاہِ کوثر آن آفتوں سے چھڑا دو ہم کو
حسین کی پیاس کا تقدس ذرا سا پانی پلا دو ہم کو

ہمارے ڈوبتی کشتی کے ناخدا! بس اب تیرا ہی سہارا ہے۔ تیرے نظرِ کرم کی امید ہے۔ حسن و حسین کا واسطہ۔ خاتونِ جنت کے غبارِ راہ کا صدقہ۔ ایک نظرِ کرم! ؎

فریاد ہے اے کشتیٔ امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

اے چشمۂ رحمت بابی انت و امی
دنیا پہ تیرا لطف صدا عام رہا ہے

کر حق سے دعا امتِ مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت جس کا جہاز آ کے گھرا ہے

ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے

فریاد ہے فریاد ہے فریاد ہے
اے کشتیٔ امت کے نگہباں

marfat.com

رفعتِ ذکر

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اُونچا تیرا

۱

کارسازِ عالم کی کارسازی ملاحظہ کیجئے کہ عالم کی سرداری و رہنمائی کے لئے انتخاب فرمایا۔ اس ذاتِ گرامی کو جس کے قبضہ میں بظاہر نہ زر تھا نہ عظمت و شوکت، نہ جاہ و جلال نہ عظیم مملکت نہ فوجی طاقت یعنی ؎

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ ہیں

آمنہ کا لال۔ حضرت عبداللہ کا دُرِّ یتیم۔ ظاہری شان و شوکت نہیں۔ مگر کام سپرد کیا گیا ہے دنیا کی رہنمائی کا۔

۲

سرمایہ داروں کا جلال و جبروت حرکت میں آ گیا۔ زور والے اور زر والے سراپا قہر بن گئے۔ کانٹے بچھائے گئے۔ مصائب و آلام کے پہاڑ توڑ دیئے گئے۔ مگر داعیٔ حق دعوت دے رہا ہے عدل و انصاف کی۔ حق شناسی کی۔ مساوات کی۔ عفت و پاکبازی کی۔

۳

نمرودیوں کی مجلس شوریٰ منعقد ہوتی ہے۔ تجاویز پر بحث کی گئی ہے۔ ایک سازشی پروگرام تیار کر لیا۔ ختم کر دو۔ نام و نشان مٹا دو۔ اس کی دعوت کو کچل دو ۔۔ داعیِ کریم نے یہ قہر آلود کلمات سن لئے ۔۔ آنکھوں میں آنسو۔ دل بے چین۔ مالکِ کائنات پر بھروسہ۔ نورِ مجسم کو خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۔ محبوب گھبراؤ نہیں ہم نے تمہارا ذکر بلند کر دیا ہے۔ تم فکر نہ کرو اور اس نوری شمع کو کوئی نہیں بجھا سکتا۔

۴

دنیا نے دیکھا۔ زر والے ۔ جاہ و جلال والے ۔ حکومت و سلطنت والے مٹ گئے اور کامیاب ہوئے کون رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کا نام بلند ہوا۔ زر والے قدموں پر گرے۔ زور والے غلام بنے۔ خون کے پیاسے جاں نثار ہوئے۔ خالد بن ولید اسلام کا نام و نشان مٹانا چاہتے تھے۔ اسلام کی شمع کے پروانے بن گئے۔ تلوار ہاتھ میں لئے عمر قتل کے ارادے سے آئے تھے قدموں میں گر پڑے۔ کیوں؟ اس لئے کہ خالق کی طرف سے یہ سند عطا ہو چکی تھی

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۔۔ محبوب غم مت کرو۔ تمہارا ذکر دنیا و آخرت میں بلند ہے ؎

marfat.com

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے ۔۔۔ نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

بڑے بڑے محدثین کرام آئے جنہوں نے اس نبی اُمّی کے کلام کی شرح کی مگر کنارا کسی کو ہاتھ نہ آیا۔ ارباب قلم نے سوانح پاک لکھی۔ حق پرستوں نے ان کے پیغام کو نشر کیا۔ محبت والوں نے محبوب کی ہر حرکت و سکون کو صفحہ قرطاس پر رکھا۔ پروانوں نے اس شمع متعلق کے حسن و جمال کو بیان کیا اور آخر سب کو یہی کہنا پڑا کہ ؎

محمد سرِ وحدت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے ۔۔۔ شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

—— ۵ ——

ہر صبح ہر شام دنیا کے ہر حصہ ہر خطہ میں بحر و بر میں، دشت و جبل میں۔ حتیٰ کہ عرش پر اسی کا ذکر ہے۔ اسی کے نام کی پکار ہے۔ اس کے ذکر کو مٹانے کے لئے فرعونیوں اور نمرودیوں نے لاکھ کوشش کی اور اس کے ذکر کی رفعت کو ختم کرنے کے لئے لاکھ تدبیریں کیں۔ مجلس میلاد کو بدعت و شرک اور کنہیا کے جنم سے بدتر کہا مگر یہ مٹ گئے ؟ اور نہ مٹا اور نہ گھٹا تو صرف وہ ذاتِ کریم ؎

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالےٰ تیرا

—— ۶ ——

دنیا نے بڑے بڑے جبروتی طاقتوں والے سلاطین کو فراموش کر دیا۔ دولت و عزت والے ختم ہو گئے جاہ و جلال والوں کی یاد بھی نہ رہی۔ مگر دنیا فراموش نہیں کر سکی۔ تو اس محسن کونات کو اس نورِ مجسم و رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ صرف یہ بلکہ اسی نورِ مجسم کے غلاموں کو بھی —— یزید، فرعون نمرود، ابوجہل، ابولہب ختم ہو گئے مگر ان شمعِ نبوت کے پروانوں —— ابوبکر و عمر عثمان و علی۔ حسن و حسین کا نام آج بھی بلند و بالا ہے کیوں ——

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ اُن پر ......

اُن کا نام، اُن کا ذکر، اُن کی عظمت، اُن کی بزرگی، اُن کی شوکت، اُن کی جبروت، اُن کا جاہ و جلال باقی ہے اور باقی رہے گا ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں ۔۔۔ خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

marfat.com

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

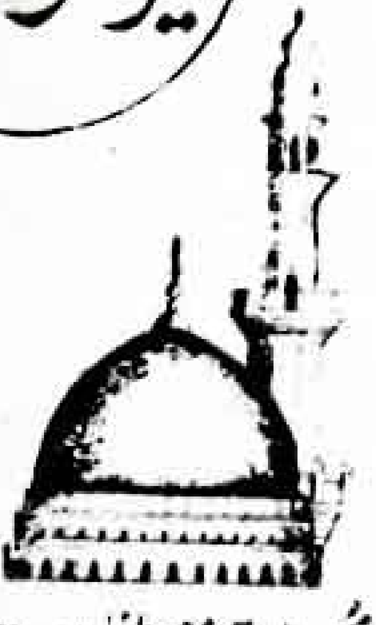

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است
آبروے ما ز نامِ مصطفیٰ است

marfat.com

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شاہنشہ ارض و سما بلغ العلیٰ بکمالہ
وصف رخ او والضحیٰ کشف الدجیٰ بجمالہ

قرآں باخلاق خوش گو حسنت جمیع خصالہ
صدقاً یقیناً راسخاً صلّوا علیہ وآلہ

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا
مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِىْ
وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ
مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ

امام اول
ابوبکر صدیق
رض

امام ثانی
عمر فاروق
رض

فِى الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ

امام ثالث
عثمان غنی ذوالنورین
رض

امام رابع
علی مرتضیٰ
رض

فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ
الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ
وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا

marfat.com

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

• اللہ ربّ العزت جلّ مجدہٗ کی سب سے عظیم و جلیل اور نہایت ہی حسین و جمیل نعمت حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذاتِ گرامی ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا ط	ہم نے مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا کہ ان میں اپنے رسول کو بھیج دیا۔ (قرآن مجید)

• حضور آسمانِ نبوت کے نیرِ اعظم قبلۂ جان، کعبۂ ایمان اور مرشدِ کائنات ہیں۔ آپ کے ذکر اور آپ کی یاد سے ایمان کو بالیدگی، روح میں لطافت اور قلب میں فرحت پیدا ہوتی ہے اور آپ کا ذکر آپ کی یاد، اللہ کا ذکر اور اللہ کی یاد ہے۔

اِنَّمَا جَعَلْتُ ذِکْرَکَ ذِکْرِیْ (حدیث)	میں نے (اللہ نے) آپ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا۔

• حضور کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے بلند فرمایا۔ اور آپ کے ذکر کو عظمت و بزرگی بخشی ہے۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ (قرآن)	ہم نے آپ کے لیے آپ کے ذکر کو رفعت و بلندی عطا فرمائی ہے۔

• ذکرِ رسول کی رفعت کے متعلق ملکوتیوں کے سردار اور نوریوں کے شہنشاہ جنابِ جبرئیل امین، روح الامین علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے مقدس رسول کے ذکر کو اس طرح بلند فرمایا:۔

اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۶)	کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔

• صحابیٔ رسول حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عزّوجل نے حضور کا

رَفَعَ اللّٰہُ ذِکْرَہٗ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ فَلَیْسَ خَطِیْبٌ وَّلَا	ذکر دنیا و آخرت میں بلند فرمایا۔ کوئی خطیب کوئی کلمہ پڑھنے والا اور نماز

marfat.com

مُتَشَہِدٌ وَلَا صَاحِبُ صَلٰوۃٍ اِلَّا وَھُوَ یُنَادِیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَمُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۶)

ادا کرنے والا ایسا نہیں جو شہادت الوہیت کے ساتھ شہادت رسالت نہ ادا کرے۔

۵

خطبات میں کلموں میں اقامت میں اذان میں
ہے نام الٰہی سے ملا نام محمد

• الغرض ذکرِ رسول ذکرِ خدا ہے، جہاں ذکرِ خدا ہے وہاں ذکرِ مصطفےٰ ہے۔ "یعنی کان جدھر لگایئے ان کی ہی داستان ہے ——— ذکرِ رسول کریم بے شمار شعبوں پر مشتمل ہے۔ انسان میں کہاں طاقت کہ وہ سیرتِ نبوی کے ہر گوشہ کے لطائف اور حسنات و برکات کو کما حقہٗ بیان کر سکے۔ حضور کی ذات ربِ کائنات کے جمال و جلال کا آئینہ ہے بلکہ حضور ذات الٰہی کے مظہر اتم ہیں۔ حضور کے اذکار جمیلہ میں ذکرِ ولادت ذکرِ معجزات، ذکرِ معراج اور صلوٰۃ و سلام سبھی داخل ہیں اور ان میں صلوٰۃ و سلام تو آپ کو یاد کرنے کا وہ حسین و جمیل طریقہ ہے جس پر کتاب و سنت نے بہت زور دیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (قرآن مجید)

تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں نبی پر تو اے ایمان والو تم صلوٰۃ و سلام بھیجو ان پر۔

• اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ ذات نبوی پر درود و سلام بھیجنے کا حکم اللہ عزوجل نے دیا۔ پھر اس فعل کی عظمت و رفعت، برکت و رحمت کا اظہار یوں فرمایا گیا کہ ذات باری تعالیٰ بھی اس کارِ عظیم میں شریک و متوجہ ہے اور وہ بے نیاز جو ساری کائنات کا رب، مالک و خالق اور رازق ہے وہ بھی ذات نبوی پر درود بھیجتا ہے اور اس کے پاک معصوم فرشتے بھی، واضح ہوا کہ صلوٰۃ و سلام کی محفلیں اور مجلسیں اللہ تعالیٰ کو مطلوب و محمود ہیں۔ صلوٰۃ و سلام کی کثرت سے مومن کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہوتا ہے اور قلب و روح کا تزکیہ ہوتا ہے عجیب بات ہے کہ بعض لوگ ذکرِ رسول کی مجالس و محافل سے چڑتے ہیں اور اپنی

marfat.com

نادانی سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ صلوٰۃ وسلام کی کثرت اور اس مقصد عظیم کے لیے محافل کا قیام بدعت ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ قرب رسول کے بغیر قرب خدا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت تصور نبوت سے حاصل ہوتی ہے اس لیے ذکر رسول اور تعلق رسول سے غفلت ولاپرواہی ایک مسلم کے لیے تو ناممکن ہی ہے۔

• علامہ شوکانی نے اس سلسلہ میں ایک نہایت ہی ایمان افروز باطل سوز نکتہ بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے معنی یہ ہیں کہ الٰہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو دنیا میں بلند فرما، ان کی دعوت اسلام کو عام کر اور ان کی شریعت کو قیامت تک قائم رکھ۔

وَفِی الْاٰخِرَۃِ بِتَشْفِیْعِہٖ فِی اُمَّتِہٖ وَتَضْعِیْفِ اَجْرِہٖ وَمَثُوْبَتِہٖ۔	اور آخرت میں آپ کی شفاعت آپ کی اُمت کے حق میں قبول فرما اور آپ کے اجر وثواب میں زیادتی فرما۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم حضور علیہ السلام پر درود پڑھیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہمیں ان لفظوں سے کرنی چاہیئے تھی۔

صَلَّیْنَا عَلَی النَّبِیِّ وَسَلَّمْنَا عَلَیْہِ۔	ہم درود وسلام بھیجتے ہیں حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔

لیکن ہم اور سب مسلمان ان لفظوں سے درود نہیں پڑھتے۔ بلکہ بارگاہ الٰہی میں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ۔	یوں عرض کرتے ہیں اے اللہ تو رحمت بھیج محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر

یعنی حکم الٰہی کے مطابق حضور کی بارگاہ میں درود ہمیں عرض کرنا چاہیئے تھا۔ مگر اس کے برعکس ہم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے رب تو ہی رسول کریم پر درود بھیج دے تو اس میں نکتہ کیا ہے؟

تو بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول کریم پر درود بھیجنے کا حکم دیا اور حال یہ ہے کہ

وَلَیْسَ فِیْ وُسْعِنَا اَنْ نُّصَلِّیَ صَلٰوۃً تَلِیْقُ بِجَنَابِہٖ لِاَنَّا لَا نَقْدِرُ وَمَا اَنْتَ عَالِمٌ بِقَدْرِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ	ہم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ ہم حضور کے مرتبہ ومقام کے مطابق حضور پر درود بھیج سکیں کیونکہ حضور کی جو عزت و

marfat.com

فَاَنْتَ تَقْدِرُ اَنْ تُصَلِّیَ صَلَاۃً تَلِیْقُ بِجَنَابِہٖ (نیل الاوطار)

منزلت اور رتبہ کی عظمت سے جیسے اللہ تعالیٰ واقف ہے ہم نہیں ہیں بس لیے ہم بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ الٰہی ہماری طرف سے بھی تو ہی حضور کی شان کے موافق درود بھیج دے کیونکہ تو اس پر قادر ہے (اور ہم نہیں)

- ہماری ساری دعائیں، استغفار، توبہ اور عبادات، ذکرِ رسول ہی کے وسیلہ سے بارگاہِ صمدیت میں رسائی حاصل کرتی ہیں۔ تمام عبادتوں سے افضل عبادت، نماز میں بھی السلام علیک ایھا النبی کے کلمۂ طیبہ سے بحضورِ نبوی اسی لیے صلوٰۃ وسلام عرض کیا جاتا ہے تاکہ یہ عبادت بارگاہِ صمدیت میں قبولیت کا شرف حاصل کرلے امام رازی علیہ الرحمہ نے تفسیر کبیر میں فرمایا کہ عارفوں کی تحقیق و مشاہدہ یہ ہے کہ حضور کی ذات اقدس پر درود وسلام صرف بندوں کا فعل ہی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل بھی ہے جیسا کہ آیت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ سے واضح ہے اور ہماری درود خوانی کی کیفیت و نوعیت صرف اس قدر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی درود خوانی کا اپنی زبان سے ذکر کرتے ہیں اور یوں عرض کرتے ہیں صَلَّی اللّٰہُ علیک ۔ یا پھر حاضرین دربار کی طرح اپنے مالک و خالق کے فعل (درود خوانی) کی تائید کردیتے ہیں۔ اس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ بحضورِ نبوی درود وسلام عرض کرنا ایک ایسا فعل ہے جس کے متعلق بارگاہِ الٰہی میں عدم قبولیت کا سرے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضور پر درود وسلام تو ہمیشہ مقبول و منظور ہی ہوگا۔ کیونکہ درود تو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے وہ خود فاعل بھی ہے اور خود ہی قبول کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور ہمیں درود خوانی کا ثواب محض رحیم و کریم خدا کے فعل کی تائید کرنے سے مُفت میں مل جاتا ہے۔

- ہماری عبادات توبہ استغفار کی کیفیت یہ ہے کہ اگر وہ خلوص پر مبنی ہوں۔ کامل توجہ اور رجوع الی الحق کے ساتھ دعا کی جائے اور رُوح و جسم کی کامل سپردگی کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی جائے، معافی چاہی جائے تو قبولیت کی اُمید ہے اور اگر اخلاص و توجہ میں کمی رہ جائے اور اللہ تعالیٰ ان دُعاؤں اور عبادتوں کو رد فرمائے تو کیا تعجب؟ لیکن درود وسلام تو فعلِ الٰہی ہے، بندے تو محض صلی اللہ علیہ وسلم عرض کرکے تائید کرتے ہیں۔ اور اپنے رب کی ہاں میں ہاں ملاتے

marfat.com

ہیں ۔ لہٰذا درود و سلام کی قبولیت میں شک کی گنجایش نہیں ہے ۔ اس لیے توبہ و استغفار اور عبادات کا بارگاہِ الٰہی میں مقبول و محمود ہونے کے لیے حضور پر درود و سلام بہت ہی محفوظ طریقہ ہے کیونکہ درود کے نامنظور ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ اسی لیے امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ :۔

اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ حَتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّكَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (ترمذی)	دُعا زمین و آسمان کے درمیان اس وقت تک مُعلق رہتی ہے جب تک تو حضور کی ذات پر درُود نہ پڑھے ۔

عمر میں ایک بار حضور پر درود پڑھنا فرض عین ہے اور جب نام اقدس سُنا یا بولا جائے تو واجب ہے ۔ حضور فرماتے ہیں جو شخص جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر سو مرتبہ درُود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا ۔ ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس دُنیا کی ۔

ثُمَّ وَکَّلَ اللّٰہُ بِذٰلِكَ مَلَکًا یَدْخُلُ عَلٰی قَبْرِیْ کَمَا یَدْخُلُ عَلَیْکُمُ الْھَدَایَا وَاِنَّ عِلْمِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَعِلْمِیْ فِیْ حَیَاتِیْ ۔ خصائص کبریٰ ج ۲ صفحہ ۲۸	پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو مقرر فرماتا ہے جو تمہارے درود میری قبر میں مجھ تک اس طرح پہنچاتا ہے جیسے تم پر تحفے پیش کیے جاتے ہیں اور میرے علم کی کیفیت وفات کے بعد بھی وہی ہے جو میری حیات میں تھی ۔

- حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی،

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ (ترمذی)	ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درُود نہ پڑھے ۔

- حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْبَخِیْلُ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ (ترمذی)	نے فرمایا بخیل ہے وہ جسکے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درُود نہ پڑھے ۔

marfat.com

• متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے کہ انھوں نے بحضور نبوی عرض کی یا رسول اللہ کَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ ہم آپ پر کس طرح درود پڑھیں، حضور نے فرمایا اس طرح :۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(بخاری و مسلم)

• حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا۔ (مسلم)	علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر اس کے سبب دس رحمتیں نازل فرمائیگا۔

• حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلَاۃً۔ (ترمذی)	قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہے۔

• حضرت اوس بن اوس سے مروی ہے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل ہے تو :۔

لہ بحضور نبوی مختلف الفاظ اور صیغوں سے درود و سلام عرض کیا جاتا ہے۔ بعض درود کے الفاظ اور صیغے بزرگانِ دین سے منقول اور ان کے معمول بہ ہیں۔ یہ بھی امر واقعہ ہے بزرگوں سے منقول و معمول درود مقبول ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر ایک خاص تاثیر بھی رکھتے ہیں۔ تاہم عرض صرف یہ کرنا ہے رائج الوقت تمام درودوں کا پڑھنا جائز و مباح ہے لیکن تمام درودوں سے افضل و اکمل۔ بہرحال وہی درود ہے جو تمام عبادتوں سے افضل عبادت نماز میں پڑھا جاتا ہے یعنی درود ابراہیمی۔

marfat.com

فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ۔	اس میں مجھ پر درود کی کثرت کیا کرو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

• صحابہ نے عرض کی حضور ہمارا درود آپ پر کیسے عرض کیا جائے گا جبکہ (وَقَدْ أَرَمْتَ) یعنی جبکہ قبر میں ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی۔ حضور نے جواب دیا:۔

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ (ابوداؤد)	اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو حرام کر دیا ہے۔

نماز میں صلوٰۃ وسلام سب عبادتوں سے افضل عبادت نماز کے دونوں قعدوں میں پورا تشہد پڑھنا (جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے ساتھ ساتھ ذاتِ نبوی پر سلام بھی عرض کیا جاتا ہے) واجب ہے تشہد کا ایک لفظ بھی چھوڑ دینا ترکِ واجب ہے جس سے درود وسلام کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ نماز کی مقبولیت بھی درود وسلام کی رہینِ منت ہے ——— تشہد کی حدیثیں جناب ابن عمر، عبداللہ بن مسعود، جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ، عبداللہ بن زبیر، جابر، ابوسعید خدری، ابوموسیٰ اشعری، حضرتِ معاویہ، سلیمان، سمرہ، ابوحمید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں۔ اگرچہ ان روایتوں میں تشہد کے الفاظ میں کچھ فرق ہے تاہم تشہد حضرت ابنِ مسعود کا پڑھنا دونوں قعدوں میں افضل واولیٰ ہے۔

• امام ترمذی نے فرمایا تشہد کے متعلق حدیث ابن مسعود سب سے اصح ہے اور اکثر اہل علم وصحابہ وتابعین کا اسی پر عمل ہے • علامہ خطابی نے فرمایا روایات کی رو سے اصح اور رجال کی رو سے اشہر تشہدِ ابن مسعود ہی ہے • بزاز نے کہا تشہد کے متعلق حدیث ابن مسعود بہت صحیح ہے۔ کچھ اوپر بیس اسناد سے مروی ہے اور اس بارے میں حدیث ابن مسعود سے زیادہ اصح واشہر واثبت کوئی اور حدیث نہیں ہے • علامہ بغوی، علامہ نووی، ابن المنذر، ابوعلی طوسی، ابوعمر وابن طاہر نے کہا حدیث ابن مسعود اصح ہے • علامہ طحاوی علیہ الرحمہ نے حدیث ابن مسعود کو متعدد طرق سے ذکر کر کے فرمایا کہ تشہدِ ابن مسعود کو جن مشہور راویوں نے روایت کیا ہے تو الفاظ میں اختلاف نہیں کیا۔ سب نے متفقہ طور پر ایک ہی الفاظ روایت کیے ہیں

marfat.com

اس کے برعکس تشہد کی دوسری روایتوں کے الفاظ میں اختلاف ہے (اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ تشہد کے مخصوص الفاظ ہیں) لہذا متفق علیہ مختلف فیہ سے اولیٰ ہے ____

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

• اخذت التشهد من فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولقنیہ کلمۃ کلمۃ (طحاوی)	تشہد کے کلمات میں نے حضور کے دہن اقدس سے لیے ہیں اور حضور نے مجھے اس کا ایک ایک کلمہ تلقین فرمایا ہے۔
• علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشہد وکفی بین کفیہ	حضور نے مجھے تشہد کے الفاظ سکھائے دراں حالانکہ میرا ہاتھ حضور کے دونوں ہاتھوں میں تھا

• تشہد ابن مسعود میں الصلوٰت والطیبات واؤ عاطفہ کے ساتھ ہے جو مغایرت چاہتا ہے جس سے دونوں کلموں کا ثناء مستقل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ دوسری روایتوں کے تشہد میں واؤ نہیں ہے • اور روایت احمد میں ہے کہ :-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمہ التشہد وامرہ ان یعلمہ الناس	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد تعلیم فرمایا اور حکم دیا کہ لوگوں کو بھی سکھا دو۔

• تشہد ابن مسعود کے الفاظ یہ ہیں :-

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبٰتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

• التحیات ۔ تحیہ کی جمع ہے اس کے معنی سلامتی ، بقاء ، عظمت ، نقص وآفات سے پاک کے ہیں والصلوات کے معنی عبادت کے ہیں والطیبات سے کلمہ طیبہ یا اوصاف حمیدہ مراد ہیں۔

• علامہ نسفی نے فرمایا : التحیات سے عبادات قولیہ ، صلوات سے عبادات فعلیہ ، طیبات سے

marfat.com

عباداتِ مالیہ مراد ہیں۔ السلام علیک ایہا النبی میں حضور حضور علیہ السلام کو خطاب ہے۔ اور اس سے اتنی بات بلا کسی کھینچ تان کے ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کے نیک بندوں میں سے کسی کو حاضر و موجود تصور کر کے خطاب کرنا جائز ہے خواہ وہ نظر آئے یا نہ آئے۔ چنانچہ حافظ علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ اہلِ عرفان اس خطاب کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ جب نمازی تحیۃ کے ساتھ حریمِ حق میں داخل ہوا اور اس کی آنکھیں اپنے رب کے ساتھ مناجات کرنے سے ٹھنڈی ہوئیں تو اب اسے خبردار کیا گیا کہ دربارِ خداوندی میں تیری حاضری صدقہ ہے اس ہستی مقدس کا جس کا نام نامی اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

فنبھوا علی ان ذالک بواسطۃ نبی الرحمتہ وبرکتہ متابعتہ فاذا التفتوا فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر فاقبلوا علیہ قائلین السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(عینی ج ۳ ص۱۱۱ فتح الباری)

اُسی کے وسیلہ اور برکت سے تمہاری یہاں تک رسائی ہوئی ہے تو انھوں نے نظر جو اُٹھائی تو حبیبِ حق کو (حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم) حریمِ حق میں جلوہ فگن پایا تو السلام علیک ایہا النبی کہتے ہوئے بارگاہِ نبوی کی طرف متوجہ ہوئے۔

رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ رحمت کے معنی یہاں جود و کرم کے ہیں کیونکہ اس کے لغوی معنی (رقت قلب) کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف نہیں ہو سکتی۔ برکاتہ، جمع برکت اس کے معنی "ہر شے کی خیر کثیر" کے ہیں اور اس کا اشتقاق برک سے ہے۔ برک اونٹ کے سینہ کو کہتے ہیں السلام علینا اس سے حاضرین نماز (امام و مقتدی) و ملائکہ ہیں۔ وعلی عباد اللہ الصالحین۔ صالح وہ شخص ہے جو اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرے۔ حکیم ترمذی نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس سلام سے حصہ پائے جس کی دعا ہر نمازی نماز میں کرتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ عملِ صالح اختیار کرے اور شریعت کی پابندی کرے۔ ابتدائی دور میں بحالتِ جلسہ صحابہ کرام السلام علی جبرئیل۔ السلام علی میکائیل۔ السلام علی اللہ کہا کرتے تھے۔ اس پر حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت فرمائی۔ ان اللہ ھو السلام اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے۔ سلامتی اور رحمت اسی کے لیے

marfat.com

ہے اور اسی کی طرف ہے۔ وہی اس کا مالک اور عطا فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ السّلام ہے ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ سلامتی اور رحمت کا مبداء بھی وہی ہے اور معاد بھی وہی تو حضور نے اس کی جگہ نہایت جامع کلمات تعلیم فرمائے یعنی

السّلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔ جس میں ملائکہ انبیاء کرام و جمیع مومنین صدیقین سب کے سب آجاتے ہیں اور یہ کلمہ بھی جوامع الکلم سے ہے۔

- حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے بحضور نبوی عرض کی یارسول اللہ

قد علمنا کیف السلام علیک فکیف الصلاۃ (ترمذی)	ہم نے آپ پر سلام کہنے کی کیفیت تو جان لی۔ درود آپ پر کس طرح پڑھیں؟

یعنی سلام کی کیفیت تو التحیات میں (السّلام علیک ایھا النبیّ الخ) سے معلوم ہوئی اس پر حضور نے فرمایا قولوا اللّٰھم صلِّ علیٰ محمدٍ الخ اور روایت امام احمد میں یہ لفظ بھی ہیں:-

کیف نصلی علیک اذا نحن صلینا فی صلوٰتنا۔	جب ہم نماز پڑھیں تو نماز میں آپ پر درود کس طرح پڑھیں۔

اس پر حضور علیہ السلام نے اللّٰھم صلِّ علیٰ محمدٍ و اللّٰھم بارِک علیٰ محمدٍ الخ کے الفاظ ارشاد فرمائے۔

- حدیث ابن مسعود میں ہے کہ صحابہ کرام نے بحضور نبوی عرض کی ہمیں صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا گیا تو ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں۔ اس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا قولوا اللّٰھم صلِّ علیٰ محمد الخ اور اللّٰھم بارِک علیٰ محمدٍ الخ اس حدیث میں لفظ قولوا امر کا صیغہ ہے اس سے قعدہ اخیرہ میں درود پڑھنے کے وجوب کا استدلال کیا گیا، چنانچہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن مسعود و جابر بن زید شعبی، محمد بن کعب القرظی، ابوجعفر الباقر، ہادی، قاسم، امام شافعی احمد بن حنبل، اسحٰق و ابن المواز و قاضی ابوبکر بن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہم وجوب کے قائل ہیں علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ بھی وجوب کے قائل ہیں اور انہوں نے اس کو اجماعی مسئلہ قرار دیا ہے —— اور امام مالک و امام ابوحنیفہ و ثوری و اوزاعی عدم وجوب کے قائل ہیں۔

معلوم ہوا کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود بھی پڑھا جائے اور یہ کہ جو الفاظ درود

marfat.com

حضور علیہ السلام نے تعلیم فرمائے ہیں انھیں کا پڑھنا افضل و اولیٰ ہے۔

- سُبْحَانَ اللّٰہ! تمام عبادتوں سے افضل عبادت نماز کے دونوں قعدوں میں التحیات کا پڑھنا جس میں السلام علیک ایہا النبی کے الفاظ بھی ہیں، واجب ہے اور درود کا پڑھنا بھی اکثر جلیل القدر صحابہ و تابعین کے نزدیک واجب اور احناف کے نزدیک مستحب ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز جو خالص عبادت الٰہی ہے اس میں بھی بحضور نبوی درود و سلام عرض کرنا باعث برکت موجب رحمت ہے اور نماز کی مقبولیت کا سبب اور اس خالص عبادت میں بھی ذکر خدا کے ساتھ ذکرِ مصطفیٰ سید الانبیا علیہ التحیہ والثنا موجود ہے یعنی کان جدھر لگائیے ان کی ہی داستان۔

سلف صالحین حمد و ثنا کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کے ذکر کے ساتھ حضور علیہ السلام کا ذکر بھی ملا ہوا ہے۔ اسی لیے مفسرین نے ورفعنا لک ذکرک کے معنیٰ یہ کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ذکرت حیثما ذکرت	محبوب جہاں میرا ذکر کیا جائے، وہاں تمہارا ذکر بھی کیا جائے گا۔

- حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ میں امام مجاہد کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرمایا جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھے گا وہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھتا ہے۔ یہ ہی معنی رفع ذکر کے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دربارِ نبوی میں بیان کئے۔ جیسے امام نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے (عینی جلد ۱ ص۱۵)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اس شخص کی ناک غبار آلود ہو جس کے سامنے

رغم انف رجل ذکرت عندہٗ فلم یصلّ علی والبخیلُ الذی ذکرت عندہ فلم یُصل علی (نسائی)	میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ وہ شخص بہت بدنصیب ہے جس کے سامنے حضور علیہ السلام کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے تو حدیث میں درود پڑھنے کی ہدایت ہے، اس بنا پر مصنفین و مؤلفین ابتدائے کتاب میں حمد و ثنا کے بعد درود و سلام بھی عرض کرتے ہیں۔ ع

تم سب پڑھو درود میں ذکرِ نبی کروں

marfat.com

شفاعت

حضور نبی کریم علیہ السلام صاحبِ مقامِ محمود بھی ہیں۔ صحابہ کرام و مفسّرین و محدّثین عظام نے مقام محمود کی تفسیر شفاعتِ کبریٰ سے فرمائی ہے۔ انبیاء کرام، اولیاء عظام مقربانِ بارگاہِ الٰہی کا اللہ کے حکم سے شفاعت کرنا قطعیاتِ دین اور محکماتِ قرآن سے ہے اور اس خصوص میں ہمارے رسولِ کریم کی نرالی شان ہے ـــــ بخاری شریف میں جناب انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث کا خلاصہ یہ ہے:-

ـــــ "روزِ قیامت مومنین جمع کیے جائیں گے۔ کہیں گے کاش بحضور رب العالمین کوئی شفاعت کرنے والا تلاش کرتے جو ہمیں ہمارے اس مکان سے راحت دیتا۔ تب حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے:-

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا۔ فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ آپ کو ہر چیز کے اسماء کا علم دیا۔ آپ ہماری اللہ کے حضور میں شفاعت کیجئے۔"

حضرت آدم فرمائیں گے میرا کام نہیں ہے تم حضرت نوح کی خدمت میں جاؤ۔ وہ پہلے رسول ہیں جو زمین کی طرف بھیجے گئے۔ لوگ جناب نوح کی خدمت میں حاضر ہو کر طالبِ شفاعت ہونگے حضرتِ نوح حضرتِ ابراہیم کی خدمت میں بھیج دیں گے۔ حضرت ابراہیم بھی یہی فرمائیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ وہ جناب موسیٰ کی خدمت میں جانے کا مشورہ دیں گے۔ جناب موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضری کا مشورہ دیں گے۔ پھر یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالبِ شفاعت ہوں گے تو حضرت عیسیٰ فرمائیں گے یہ میرا منصب نہیں ہے۔ تم لوگ حضرت سیّدالانبیاء محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں جو خدا کے عبدِ خاص ہیں، معصوم نبی ہیں۔

اب یہ لوگ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر طالبِ شفاعت ہوں گے۔ حضور سیّد المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:-

"جب یہ لوگ میرے حضور حاضر ہوں گے تو میں اپنے رب سے اِذنِ شفاعت چاہوں گا، مجھے حضوری کی اجازت ملے گی۔ جب میں اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوں گا، سجدہ

marfat.com

میں گر جاؤں گا اور جب تک اللہ چاہے گا، اسی حال میں رہوں گا۔ پھر اللہ رب العزت فرمائے گا۔

اِرْفَعْ رَأْسَكَ يَا مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهُ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ (بخاری ج ۲ طبع مجتبائی)

"سر اٹھائیے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بات کہیے۔ سنی جائے گی اور سوال کیجئے جو آپ مانگیں گے وہ آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے۔ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔"

حضور فرماتے ہیں پھر میں اپنے رب کی ان محامد کے ساتھ حمد کروں گا جو اس نے مجھے تعلیم فرمائی۔ پھر میں شفاعت کروں گا اور میرے لیے حد مقرر کی جائے گی۔ بس میں ان کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر بحضور رب العالمین رجوع کروں گا، سجدہ کروں گا پھر سر اٹھانے پر مذکورہ بالا ندا آئے گی میں اپنے رب کی حمد کروں گا۔ پھر کہا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھائیے جو فرمانا ہو فرمائیے سنا جائے گا جو مانگنا ہو مانگئے دیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر میں اپنے رب کی حمد کروں گا۔ پھر شفاعت کروں گا میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ بس میں ان کو جنت میں داخل کراؤں گا۔ پھر بحضور رب العالمین رجوع فرماؤں گا۔ مجھے اپنے رب کا دیدار ہو گا سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پھر سر اٹھانے کی ندا آئے گی اور فرمایا جائے گا کہیے سنا جائے گا۔ شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی۔ مانگیے جو آپ مانگیں گے دیا جائے گا۔ پھر میں اپنے رب کی ان محامد کے ساتھ حمد کروں گا جو اس نے مجھے تعلیم فرمائی۔ پھر میں شفاعت کروں گا۔ میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی، پھر میں اپنے رب کی طرف رجوع کر کے عرض کروں گا:۔

• الٰہی دوزخ میں سوائے ان کفار کے کوئی باقی نہ رہا جو بحکم قرآن جہنمی ہیں اور جن کا خلود اور ہمیشہ جہنم میں رہنا واجب ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو اور اس کے دل میں دانہ گندم کے برابر اور ذرہ کے برابر اور جو بھر بھی ایمان ہو گا، جہنم سے نکال لیا جائے گا۔" (بخاری شریف)

• اس حدیث میں یَجْمَعُ الْمُؤْمِنُوْنَ کے الفاظ ہیں یعنی شفاعت طلب کرنے والے مومن ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ طلب گار شفاعت نہ ہونا کفار کی شان ہے۔ چنانچہ سعید ابن منصور لبسند صحیح جناب انس سے روایت کرتے ہیں:

marfat.com

مَنْ كَذَّبَ بِالشَّفَاعَةِ فَلَا نَصِيْبَ لَهُ فِيْهَا (فتح الباری پ ۲۷ صفحہ ۱۹۰)

جس نے شفاعت کی تکذیب کی اور اس کو جھٹلایا شفاعت میں اس کا حصہ نہیں۔

• حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ میں فرمایا۔ عنقریب اس اُمت میں ایسا گروہ پیدا ہوگا، جو رجم اور فتنۂ دجال اور عذابِ قبر کی تکذیب کرے گا۔

وَيُكَذِّبُوْنَ بِالشَّفَاعَةِ وَيُكَذِّبُوْنَ بِقَوْمٍ يُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ (بیہقی)

اور شفاعت کو جھٹلائے اور اس قوم کی تکذیب کرے جو دوزخ سے نکالی جائے گی۔

• حدیث مذکور سے واضح ہوا تمام مومنین حتیٰ کہ گذشتہ اُمتوں کے تمام ایماندار بھی طالبِ شفاعت ہوں گے چنانچہ اس کی تائید حدیث کے ان جملوں سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت ابنِ عمر فرماتے ہیں کہ لوگ روزِ قیامت جماعت جماعت ہو جائیں گے۔ ہر اُمت اپنے نبی کی پیرو ہوکر عرض کرے گی:۔

يَقُوْلُوْنَ يَا فُلَانُ اشْفَعْ يَا فُلَانُ اشْفَعْ حَتّٰى تَنْتَهِيَ الشَّفَاعَةُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (بخاری ج ۲ پ ۱۹ صفحہ ۶۸۶)

یا حضرت شفاعت فرمایئے، یا حضرت شفاعت فرمایئے (پھر ان کی رہنمائی سے) سلسلہ وار تمام انبیاء کے پاس ہوتی ہوئی شفاعت حضور علیہ السّلام تک پہنچے گی:۔

• واضح ہوا کہ اولین و آخرین میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو طلب گارِ شفاعت نہ ہو جس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ شفاعت کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ اس پر تمام عالم کے مومنین زمانہ آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام ایمانداروں کا اجماع ہے اور ان مومنین میں سے کسی کو بھی نہ شفاعت کا انکار ہے اور نہ تردّد۔

• تمام انبیاء کرام کی بارگاہوں سے ہوکر لوگوں کا حضور کی خدمت میں آنا حضور کا وہ اعزاز و اکرام ہے جو آپ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ ان کے جواب میں حضور یہ نہیں فرماتے کہ میں تو بے اختیار ہوں تمہاری حمایت نہیں کر سکتا بلکہ فرماتے ہیں تو یہ:۔

فَاَقُوْلُ اَنَا لَهَا (بخاری)

ہاں میں تمہاری شفاعت کے لیے ہوں۔

• سبحان اللہ امیدواروں کی تسلی فرمادی کہ شفاعت ہمارا منصب ہے اور آج تمہاری جنت حاجت روائی

marfat.com

ہمارا کام ہے پھر حضور علیہ السلام کے اعزاز واکرام کی انتہا یہ ہے کہ عرصات محشر میں تمام انبیاء کرام حضور ہی سے اُمتوں کی شفاعت طلب کرنے کے لیے حاضر ہوں گے ——— حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں انتظار میں کھڑا ہوں گا کہ میری اُمت صراط پر گزرے اتنے میں جناب عیسیٰ علیہ السلام حاضر ہو کر عرض کریں گے۔

یَا مُحَمَّدُ هٰذَا الْاَنْبِیَاءُ قَدْ جَاءَتْكَ ۔	اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ تمام انبیاء آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، درخواست

کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ تمام اُمتوں کو جہاں چاہے متفرق فرما دے تاکہ جس مصیبت میں وہ ہیں اس سے نجات ملے۔

- علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں ؎۔

اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ جَمِیْعًا یَسْأَلُوْنَهٗ فِیْ ذَالِكَ (فتح الباری ص۱۹۶) ملا	تمام انبیاء کرام جمع ہو کر حضور علیہ السلام سے درخواستِ شفاعت کریں گے۔

- امام محی الدین نووی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ لوگوں کی درخواست پر حضور علیہ السلام کا بے تامل آمادۂ شفاعت ہو جانا اور لوگوں کی درخواست کو قبول فرمانا بدیں سبب ہے کہ حضورؐ

اِنَّ هٰذِهِ الْكَرَامَةَ وَالْمَقَامَ لَهٗ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) خَاصَّةً۔	یقین جانتے ہیں کہ یہ عزت و منزلت آپ کے لیے مخصوص ہے۔ (مسلم ج ۲ ص)

- اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ سب سے پہلے دروازہ شفاعت حضور ہی کے لیے کھلیگا، حضور سے قبل کسی کو مجالِ شفاعت نہ ہوگی۔ ے

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا ❊ کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

پھر حضورؐ فرماتے ہیں:۔

اُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ (بخاری)	پس انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دوں گا۔

گویا حضور کی شانِ شفاعت یہ ہے کہ حضور خود مومنین کو جہنم سے نکال لیتے ہیں، اور جنت میں داخل فرما دیتے ہیں۔ یہ اختیار نہیں تو اور کیا ہے؟

marfat.com

• پھر اللہ رب العزت جل مجدہ کے حضور میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام یہ ہے کہ حضور سجود ہیں۔ ابھی حرفِ شفاعت زبانِ اقدس پر نہیں آیا ہے۔ ابھی لفظ سوال عرض نہیں کیا گیا کہ رحمتِ حق نے سبقت کی اور اپنے محبوب رسول کی دلداری و رضاجوئی کے لیے فرمایا:۔

"اپنا سر اٹھائیے، شفاعت کیجئے، قبول کی جائے گی۔"

ہاں ہاں! عرصات محشر میں سرفرازانِ عالم انبیاء و مرسلین کا مقدس و معصوم گروہ لب کشائی کی جرأت نہیں کرتا، مگر محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت و منزلت یہ ہے کہ اپنے مقصد کے لیے جنبشِ لب بھی نہ ہوئی تھی کہ ندا الٰہی آتی ہے:۔

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھایئے۔ مانگیے۔ شفاعت کیجئے، دیا جائے گا، سنا جائے گا۔"

• حدیثِ زیرِ بحث میں ہے کہ لوگ درجہ بدرجہ انبیاء کرام کی بارگاہوں سے ہوتے ہوئے بحضور نبوی حاضر ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ابتدا ہی میں حضور کی خدمت میں کیوں نہ بھیج دیا کہ لوگ جلد اپنا مقصد پا لیتے۔ پھر طلب شفاعت تو لوگ بالہامِ الٰہی کریں گے، جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔

فَيُلْهَمُوْنَ لِذٰلِكَ (مسلم ج ۱ ص ۱۰۸)	انکو اس امر کا الہام کیا جائے گا۔

تو الہام میں کیوں نہ بتا دیا گیا کہ حاجت روائی صرف اور صرف حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے ہوگی۔

اس کی حکمت میں علامہ نووی نے فرمایا۔ انبیا بالیقین یہ جانتے ہیں کہ صاحبِ شفاعت، حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن ہر ایک نبی کا دوسرے کی طرف بھیجنا اس لیے ہے کہ لوگ ایک کی شفاعت سے دوسرے کے پاس اور دوسرے کی شفاعت سے تیسرے کے پاس، اسی طرح سلسلہ بہ سلسلہ بحضورِ نبوی باریابی حاصل کریں اور حضور کی توجہ اور نظر کرم کے لیے حضور کی بارگاہ میں انبیا کی شفاعتیں لائیں۔ (نووی ج ۱ ص ۱۱۱)

اللہ رب العزت جل مجدہٗ نے اہلِ محشر کو حضرت آدم اور ان کے بعد اور انبیاءِ کرام علیہم السلام کی خدمت میں طلبِ شفاعت کا الہام فرمایا اور ابتداءً حضور علیہ السلام کے حضور درخواستِ شفاعت پیش کرنے کا الہام نہ فرمایا۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا اظہار ہو۔ کیونکہ اگر ابتداءً ہی حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تو یہ احتمال رہتا کہ شاید دوسرے انبیاء سے بھی کام چل سکتا اور مراد حاصل ہو جاتی لیکن جب دوسرے اصفیاء و مرسلین سے سوال کر چکے

marfat.com

اور سب نے انکار کر دیا پھر حضور کی خدمت میں درخواست کی اور حضور نے فوراً قبول فرمائی تو اس سے ثابت ہو گیا کہ حضور کے رفعت منزلت اور کمال قرب میں کسی کی شرکت نہیں ہے۔

وَفِيْهِ تَفْضِيْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَمِيْعِ الْمَخْلُوْقِيْنَ مِنَ الرُّسُلِ وَالْاٰدَمِيِّيْنَ وَالْمَلٰئِكَةِ فَاِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ الْعَظِيْمَ وَهِيَ الشَّفَاعَةُ الْعُظْمٰى لَا يَقْدِرُ عَلَى الْاِقْدَامِ عَلَيْهِ غَيْرُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اور اس امر میں دلیل ہے کہ حضور تمام انبیاء و مرسلین اور کل آدمیوں اور فرشتوں اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں کیونکہ شفاعت عظمیٰ پر اقدام کرنے اپیل کرنے کی آپ کے سوا کسی میں قدرت نہیں ہے۔
	(نووی شرح مسلم ج ۱ ص۱۱۱)

- حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُ فِى الْجَنَّةِ وَاَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبَعًا۔ (مسلم جلد ۱ ص۱۱۱)	میں پہلا شخص ہوں جو جنت میں شفاعت کروں گا اور میں بلحاظ متبعین کے انبیا میں سب سے بڑھ کر ہوں۔
• اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبَعًا وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔	میں انبیاء میں متبعین کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہوں اور میں ہی سب سے اول وہ شخص ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں بارہ حروف ہیں۔ محمد رسول اللہ میں بھی بارہ حروف ہیں۔ یہی کیفیت و مناسبت اسماءِ خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں موجود ہے ابوبکر صدیق بارہ حروف۔ عمر ابن الخطاب بارہ حروف۔ عثمان ابن عفان بارہ حروف علی ابن ابی طالب بارہ حروف۔

چاروں ہیں مستنیر رسالت کے نور سے
چاروں کے حق میں حق ہے خلافت حضور کی

۵

marfat.com

ثنائے سرکار ہے وظیفہ

حضورؐ سے محبت حضور نور مجسم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝	تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے ماں باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب نہ جانے۔

• نیز فرمایا جن میں یہ تین خوبیاں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت کو پالیں گے۔ اوّل یہ کہ اللہ و رسول کی محبت سب سے زیادہ ہو۔ دوم یہ کہ اللہ کے لیے دوستی اور دشمنی رکھتا ہو۔ سوم یہ کہ کفر و شرک کو اتنا بُرا جانے جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو بُرا جانتا ہے (بخاری)

• مسلم شریف کی حدیث کا مضمون ہے۔ ایک شخص بحضور نبوی حاضر ہوئے۔ عرض کی یارسول اللہ قیامت کب آئے گی۔ آپ نے فرمایا تُو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے۔ عرض کی :-

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا كَثِيْرَ صَلٰوةٍ وَلَا صَدَقَةٍ اِلَّا اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ (مسلم)	یارسول اللہ میں نے اس کے لیے نہ تو کوئی زیادہ نمازیں پڑھی ہیں اور نہ ہی کوئی صدقہ وغیرہ زیادہ کیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت

رکھتا ہوں ـــــ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ تو قیامت کے دن انہیں کے ساتھ ہوگا جن سے تو نے محبت کی ہے۔ ؎

منزل ملی مراد ملی مدعا ملا ٭ مل جائیں گر حضور تو سمجھو خدا ملا

نوری شمعیں امام ابو نعیم حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت محبت تھی۔ ایک مرتبہ حضرت حسن علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ رات ہو گئی، تاریکی چھا گئی۔ حضور نے فرمایا۔ حسن جاؤ اپنی والدہ کے پاس، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، میں نے عرض کی، سرکار انہیں میں پہنچا آؤں۔ فرمایا نہیں

marfat.com

فجاءت برقۃٌ من السّماءِ فمشی فی ضوئہا حتّٰی بلغَ الٰی اُمّہٖ۔ (خصائص کبریٰ ص ج ۱)	اتنے میں آسمان سے ایک روشنی پیدا ہوئی، اور اس روشنی میں حضرت حسن رضؓ اپنی والدہ تک پہنچ گئے۔

سُبحان اللہ! دنیا کے بادشاہ بجلی کے بلب جلا کر روشنی کرتے ہیں۔ اور وہ بجلی کے محتاج ہیں مگر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نرالی شان ہے۔ یہاں ان مادی شمعوں کی ضرورت ہے، نہ کسی برقی قوت کی، یہاں تو قدرت انتظام کرتی ہے اور آپ کے فرزندوں کے لیے قدرتی نورانی شمعیں روشن ہو جاتی ہیں۔

صحابہ کی لاٹھیاں

امام ابونعیم ابوسعید خدری رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اندھیری رات میں جب صحابہ کرام مسجد نبوی سے اپنے گھروں کو جاتے تو صحابہ کی لاٹھیاں شمع بن جایا کرتی تھیں اور ان کی روشنی میں صحابہ تاریک راستوں کو طے کرتے تھے۔ ایک صحابی ابوسعید خدری کہتے ہیں:

کانت لیلۃٌ مطیرۃٌ فلما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برقت برقۃ۔ خصائص مصطفیٰ ج ۲ ص (ملخص)	اندھیری رات میں جب حضور مسجد کی طرف تشریف لے جاتے تو آسمان سے چمک پیدا ہوتی اور اس کی روشنی میں راستہ صاف نظر آنے لگتا۔

یہ تو ظاہر ہی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم منوّر اور آپ کا چہرۂ اقدس اس قدر روشن و منور تھا کہ جیسے جہانگیر تاریکی میں آفتاب طلوع کر رہا ہے۔ آپ کے جسم شریف کی چمک دمک سے دیواریں روشن ہو جاتی تھیں۔ آپ کے تبسّم کے وقت دندان مبارک سے وہ نور چھنتا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ اس روشنی میں اپنی گم شدہ سوئی تلاش کر لیتی تھیں۔

خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

کان الشمس تجری فی وجہہٖ (رحمۃ اللہ للعالمین ص ۲۶۹) اذا ضحکَ یتلألأ الجدر	گویا کہ آفتاب چہرۂ اقدس میں رواں ہے جب آپ تبسّم فرماتے تو دندان مبارک کے نور سے دیواروں پر روشنی چھا جاتی۔

اس لیے ان شمعوں کا روشن ہونا اور آسمان سے چمک کا پیدا ہونا طرفۂ اعزاز و اکرام مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کیسے تھا۔

جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے ٭ ان ستاروں کی نزہت میں لاکھوں سلام

marfat.com

جنّت کا چشمہ

جب مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئے، یہاں کا پانی شور تھا، مہاجرین کو پسند نہ آیا. بنی غفار کے ایک آدمی کی ملک میں ایک شیریں چشمہ تھا جس کا نام رومہ تھا، وہ اس کنوئیں کی ایک مشک نیم صاع میں فروخت کیا کرتے تھے. حضور مالکِ جنت محبوبِ رب العزت جل مجدہٗ نے اس شخص سے فرمایا:-

بعینها بعینٍ فی الجنّۃ | یہ چشمہ میرے ہاتھ چشمہ جنت کے

عوض بیچ ڈال —— انہوں نے عرض کی حضور میری معاش اسی چشمہ سے وابستہ ہے۔ میرے بال بچے اسی چشمہ کی آمدنی سے پرورش پاتے ہیں۔ مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ یہ خبر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پہنچی، آپ نے چشمہ کے مالک کو راضی کر لیا۔ اور اس کو ٣٥ ہزار روپے میں خرید لیا۔ پھر خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ عرض کی حضور اگر میں اس چشمہ کو خرید کر وقف کردوں تو کیا سرکار مجھے بھی اس کے عوض جنت کا چشمہ عطا ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں! عرض کی میں نے بیر رومہ خرید لیا ہے اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا ہے۔ (طبرانی)

قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام جنت کے چشمہ کے عوض بیر رومہ کو خرید رہے ہیں۔ سب جانتے ہیں، خرید و فروخت میں ملکیت شرط ہے۔ جو چیز آپ کی ملکیت ہی میں نہیں اس کو آپ کیونکر بیچ سکتے ہیں۔ مگر یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ اللہ نے جنت کے چشمے بھی آپ کی ملکیت میں دے دیے ہیں۔ اسی لیے اہلِ سنت حضور کو مالکِ جنت کہتے ہیں۔ اقبال نے شاید اسی حدیث کو پڑھ کر یہ شعر کہا تھا۔ ؎

تعجب کی جا ہے کہ فردوسِ اعلیٰ | بنائے خدا اور بسائے محمد

مالکِ جنت کون؟

اس کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث اس باب میں مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

اشتری عثمان بن عفّان من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجنۃ مرّتین یوم رومۃ ویوم جیش العسرۃ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مرتبہ جنت خریدی۔ بیر رومہ کے دن اور جیش عسرہ کے دن (رواہ الحاکم وابن عدی)

marfat.com

واضح ہو کہ جنت وہی بیچ سکتا ہے جو جنت کا مختار ہو یا مالک کی طرف سے اس کو اس میں تصرف کرنے کی اجازت کچھ بھی ہو، یہ حدیث بتاتی ہے کہ نبی کریم مالکِ جنت ہیں، چنانچہ اس سے زیادہ واضح الفاظ ذیل کی حدیث کے ہیں جس میں حضور علیہ السلام نے طلحہ کو مخاطب فرمایا اور ارشاد فرمایا:۔

لَكَ الْجَنَّةُ عَلَيَّ يَا طَلْحَةُ غَدًا (ابونعیم) — طلحہ کل تمہارے لیے جنت میرے ذمہ پر ہے

بتائیے! جنت کا ذمہ کیا وہ لے سکتا ہے جو بالکل بے اختیار ہو؟ اسی حدیث سے سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا جنتی ہونا بھی ثابت ہوا، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود حضرت عثمانِ غنی کی اس فضیلت کے معترف تھے۔ جب ان سے حضرت عثمان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:۔

ذالك امرء يدعى فى الملاء الاعلى ذوالنورين كان ختن رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابنتيه ضمن له بيتا فى الجنة (ابونعیم)

عثمان وہ ہیں کہ بزمِ اعلیٰ میں ذوالنورین پکارے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کے شوہر ہوئے۔ حضور نے ان کے لیے جنت میں ایک مکان کی ضمانت فرمائی ہے۔

یہ بیانِ سیدنا علی مرتضیٰ کا ہے۔ اب ان لوگوں سے پوچھیے جو عثمان غنی جیسی مکرم و معظم شخصیت کی شانِ اعلیٰ کو گھٹاتے ہیں اور محبانِ علی ہوتے ہوئے بھی علی کی بات نہیں مانتے۔

شرحِ صدر —— وہ موسیٰ کلیم اللہ تھے جنہوں نے جنابِ باری میں شرحِ صدر کی دعا کی تھی اور ان کے مانگنے پر انہیں یہ دولت ملی تھی۔ اور یہ حضور ہیں اللہ کے محبوب ہیں اور سب کے مطلوب ہیں۔ ان کا اعزاز و اکرام یہ ہے کہ بن مانگے فرمایا جاتا ہے۔

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ — محبوب ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لئے نہیں کھول دیا۔

یہ شرحِ صدر ہی کا نتیجہ تھا کہ حضور کا سینہ علم و معرفت کا سمندر علوم اولین و آخرین کا خزانہ۔ صمدی انوار و تجلیات کا مخزن اور معارفِ رحمانیہ کا چشمہ بن گیا۔

marfat.com

شرحِ صدر کی اسی کیفیت کو خود حضور نے یوں بیان فرمایا :-

"میں نے اپنے رب کریم کو بہترین صورت (تجلی) میں دیکھا پھر اس نے اپنا ہاتھ (یدِ قدرت) میرے سینہ کے درمیان رکھا۔ اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک (اثر) کو میرے قلب نے محسوس کیا۔ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور میں نے اشیائے زمین و آسمان کو جان لیا۔" (مشکوٰۃ شریف۔ باب المساجد) ؎

تیرے تو وصف عیبِ تناہی سے ہیں بَری

حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

النبی الامی ——— نبیِ امی ہونا حضور کے اعظم خصائص میں سے ہے۔ قرآن نے بھی حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وصف کا بار بار ذکر فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ الْاُمِّیَّ مومن وہ ہیں جو رسولِ امی کا اتباع کرتے ہیں۔

حضور حظیرۂ قدس کے متعلم ہیں۔ آپ کو اگر شاگردی کا شرف حاصل ہے تو صرف رب العلمین سے اور کسی سے نہیں ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا نبی امیؐ کے دربار میں عظیم و جلیل فصحا، بلغا، علما اور فلاسفروں کی جماعتوں کو بھی جو عرض کرنا پڑتا تھا کہ سرکار ہمارا علم اور آپ کا عرفان قطرہ و قلزم کی مثال بھی نہیں رکھتا۔ ؎

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

سبحان اللہ وہ شخصِ کریم جس نے کسی سے تعلیم نہیں حاصل کی جو ایک اَن پڑھ اور جاہل قوم میں مبعوث ہوئے۔ جن کے لئے تعلیم و تعلم کے تمام دنیاوی اسباب مفقود تھے۔ وہ ساری کائنات کے استاد اور دونوں عالم کے دقیقہ داں ہیں۔ دماغ کو روشن۔ ضمیر کو ہموار قلب کو متجلیٰ روح کو منور کر دینے والی تعلیم سے نواز رہے ہیں۔ تہذیبِ اخلاق۔ تدبیرِ منزل، اقتصادیات و عمرانیات کے سبق پڑھا رہے ہیں ؎

اُمّی و دقیقہ دانِ عالم

بے سایہ و سائبانِ عالم

الغرض نبیِ امی ہونا ہمارے رسول کا بہت بڑا معجزہ ہے اور تاریخ میں اس بات کا کہیں پتہ نہیں ہے کہ کوئی شخص ایک آن اور ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کا معلم و استاد بنا ہو۔ صحابۂ کرام میں صدیقِ اکبر کا درجہ سب سے بڑا ہے اور افضل الخلائق بعد الانبیاء ہونے کا شرف آپ کو ہی حاصل ہے۔ آپ نے جب آفتاب

marfat.com

رسالت و مہتاب نبوت کی لمعانیاں دیکھیں تو رہا نہ گیا۔ ایک دن دربار نبوی میں عرض کر دی یا رسول اللہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ مختلف ممالک کے وفود سے انہیں کی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں تو آپ کو کس نے تعلیم دی ہے۔ حضور نے فرمایا:۔

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ — مجھے میرے رب نے تعلیم دی اور بہترین تعلیم دی

اللہ اکبر! پڑھنے والے رحمۃ للعلمین ہیں اور پڑھانے والا رب العلمین ہے۔ رحمن نے اپنے عبد خاص کو کیا پڑھایا کتنے علوم سینۂ نبوی میں ودیعت رکھ دیئے۔ یہ کون بتا سکتا ہے اور کون ہے جو آپ کے علم ناپیدا کنار کا ادراک کر سکتا ہے۔ ؎

ایسا اُمّی کس لئے منت کش استاد ہو
کیا کفایت اس کو اقراء ربک الاکرم نہیں

انبیاء کی ضرورت

علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ غایت تجرد اور نہایت تقدس میں ہے یعنی رب العزت جل مجدہ ایسی ہستی ہے جو کمال کے انتہائی درجہ پر ہے اور انسان نقصان کے انتہائی درجہ پر ہے اس لئے انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ بغیر کسی واسطہ کے رب العزت جل مجدہ سے فیض حاصل کر سکے۔ لہٰذا اللہ سے فیض حاصل کرنے کیلئے واسطہ کی ضرورت پڑی مگر وہ واسطہ کیسا ہو؟ لکھتے ہیں:۔

لَہٗ وَجْہُ تَجَرُّدٍ وَ نَوْعُ تَعَلُّقٍ — جس میں ایک وجہ تجرد کی اور دوسری وجہ تعلق کی ہو۔

یعنی تجرد کی جہت سے وہ خداوند قدوس سے فیض حاصل کرے اور تعلق کی جہت سے وہ فیض الٰہی کو انسانوں تک پہنچائے پس ایسا واسطہ انبیاء کرام ہیں اور ان میں سب سے بڑا اور سب سے ارفع مرتبہ حضور نبی کریم علیہ السلام کا ہے۔ علامہ شوکانی کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

وَھٰذَا الْوَاسِطَۃُ ھُمُ الْاَنْبِیَآءُ وَاَعْظَمُھُمْ رُتْبَۃً وَاَرْفَعُھُمْ مَنْزِلَۃً نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ — یہ واسطہ انبیاء کرام ہیں اور ان میں سب سے بڑا رتبہ اور سب سے اونچی منزلت ہمارے نبی کریم کی ہے۔

علامہ شوکانی کی اس تحقیق کے پیش نظر یہ بات کھل جاتی ہے کہ انبیاء کرام کی بشریت اور انسانیت عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتی۔ وہ اللہ کے بندے ضرور ہوتے ہیں مگر ان کی بشریت ایسی ہوتی ہے جس کو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے اس شعر میں بیان فرمایا ہے

marfat.com

حسنِ محمدی ——— ام المومنین محبوبۂ سید المرسلین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور پرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن نرالا تھا۔ بدن کا رنگ نورانی تھا۔

لَوْ یَصِفُهٗ وَاصِفٌ قَطُّ اِلَّا شَبَّهَ وَجْهَهٗ بِالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ — جو بھی آپ کا وصف کرتا چودہویں کے چاند سے تشبیہ دیتا تھا۔ خصائص ص۷۶ ج۱

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا۔ جب میں چہرۂ اقدس دیکھتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے۔

كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ (حجۃ اللہ ص۶۷۹) کہ آفتاب چہرۂ مبارک میں جاری ہے۔

چودہویں کا چاند ہے روئے حبیب — اور ہلالِ عید ابروئے حبیب

حضرت ہمدان کہتے ہیں مجھے لوگوں نے کہا حضور کو کس چیز کے ساتھ تشبیہ دو۔ تو میں نے کہا۔

کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ (حجۃ اللہ ص۶۷۹) حضور کا چہرہ چودہویں کا چاند تھا میں نے آپ سا حسین کہیں نہیں دیکھا۔

حضرت جابر ابن سمرہ فرماتے ہیں کہ چودہویں کا چاند اپنی پوری چمک اور دمک کے ساتھ نکلا ہوا تھا اور مدنی تاجدار دو عالم کے سردار سرخ رنگ کا دھاری دار جبہ زیب تن کئے تشریف فرما تھے تو میں نے مقابلہ کیلئے ایک نظر آسمانی چاند پر ڈالی اور ایک نظر مدنی چاند پر اور موازنہ کیا کہ کون زیادہ خوبصورت ہے۔

فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ — تو مجھے یقین ہو گیا کہ مدنی چاند آسمانی چاند سے زیادہ خوبصورت ہے

آسمانی چاند میں میل تھا اور محبوب کبریا کا چہرۂ منور میل سے پاک تھا۔

رخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں — شب زلف یا مشکِ ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم حضور علیہ السلام کے سر مبارک سے لے کر پائے اقدس تک کے اعضائے کریمہ کی صفت بیان کرتے ہوئے جب عاجز آجاتے ہیں تو حضور کو کسی چیز سے تشبیہ نہیں دیتے۔ کیونکہ

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے — اس کے منہ پر چھائیاں حضرت کا چہرہ صاف ہے

اس لئے فرماتے ہیں۔

لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ — کہ میں نے حضور سے قبل اور آپ کے بعد آپ جیسا حسین نہیں دیکھا یعنی

حسن ہے بے مثل صورت لاجواب — میں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

○ نہ شمع جلتی نہ پھول کھلتے نہ دن نکلتا نہ رات ہوتی
جو وہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا وجودِ کون و مکاں نہ ہوتا

• جناب ابو ہریرہ سے مروی ہے حضور خاتم النبیین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا میں پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں۔

وَاٰخِرُھُمْ فِی الْبَعْثِ	اور بعثت میں ان سے پچھلا ہوں

دہر میں تیری ذات پر ختم ہوئی پیمبری

اللہ عزوجل نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا اے محبوب اگر تم کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

لَوْلَاکَ لَمَا اَظْھَرْتُ الرَّبُوْبِیَّۃَ (مکتوبات ج ۲)	اگر تمہارا پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا میں اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتا۔

ے جہاں کی تخلیق بن نہ ہوتی جو حاصل دوجہاں نہ ہوتا
نہ عالم ہست و بود ہوتا نہ زندگی کا وجود ہوتا

• حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں صحابہ کرام نے بحضور نبوی عرض کی یا رسول اللہ آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی۔ حضور نے فرمایا:۔

کُنْتُ نَبِیًّا وَ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔	میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام جسم اور روح کے درمیان تھے

ے وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہے وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

• حضرت علامہ قسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں کہ حضور اقدس کی کنیت ابوالقاسم ہے

لِاَنَّہٗ یَقْسِمُ الْجَنَّۃَ بَیْنَ اَھْلِہٖ مواہب لدنیہ ج اص ۱۹۵	کیونکہ آپ جنتیوں میں جنت تقسیم فرمائیں گے۔

• علامہ تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ آخرت میں بھی نعمتوں کی تقسیم حضور ہی کے دست اقدس میں ہے حضور اللہ عزوجل کے خلیفہ و نائب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے

marfat.com

اور اپنی نعمتوں کے خوان سب آپ کے حکم کے مطیع اور ارادے کے زیرِ فرمان کر دیے ہیں۔

یُعْطِیْ مَنْ یَّشَاءُ (الجواہر المنظم ص۵۲)	حضور جسے چاہیں عطا فرمائیں۔

حضور سید المرسلین خاتم النبیین ہر چیز عطا فرماتے ہیں۔ سائلوں کی حاجتیں پوری اور مصیبت زدوں کی مصیبت دفع فرماتے ہیں۔ آپ قیامت کے دن شفاعت فرمائیں گے۔

وَیُدْخِلُ الْجَنَّةَ مَنْ یَّشَاءُ (شواہد الحق ص۱۵۳)	اور جس کو چاہیں گے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ حضور اشرف انبیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات اور آپ کی حکومت سلیمان علیہ السلام کی حکومت و سلطنت سے برتر و افضل ہے ملک وملکوت جن و انسان اور تمام کائنات اللہ عز وجل

و ملک و ملکوت جن و انس و تمامی عوالم بتقدیر و قدرت الٰہی عز و علا در حیطۂ قدرت و تصرف وے بود	کی عطاء سے آپ کے حکم کے مطیع اور ارادہ کے زیر فرمان ہیں۔ (اشعة اللمعات ج ص۲۶۳)

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔
عالمِ شہادت میں حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ کیونکہ ہر شخص کا سایہ اس سے زیادہ

چوں لطیف تر از وے صلی اللہ علیہ وسلم در عالم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد (مکتوبات مجدد الفِ ثانی)	لطیف ہوتا ہے اور حضور علیہ السلام سے زیادہ عالم میں کوئی چیز لطیف نہ تھی اس لیے آپ کا سایہ کس طرح ہوتا

یہ ہم کہتے ہیں دنیا میں محمد آئے بے سایہ
خدا جانے محمد تھے کہ تھا سایہ محمد کا

marfat.com

- جناب ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین سے پوچھا! تمہاری عمر کتنی ہے؟ جناب جبرئیل نے عرض کیا بخدا میں اس کے سوا نہیں جانتا کہ حجاب رابع میں ایک ستارہ بہتر ہزار سال کے بعد ظاہر ہوتا تھا۔ میں نے اس کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے

حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:۔

وَعِزَّةِ رَبِّیْ اَنَا ذَالِكَ الْكَوْكَب

(جواہر البحار ص۶۶)

اے جبرئیل مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم وہ ستارہ میں ہی تھا۔

- جناب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں عرض کرتے ہیں:

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ فَنَحْنُ فِیْ ذَالِكَ الضِّيَاءِ وَفِی النُّوْرِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

(خصائص کبریٰ ص۶۳ ج۱)

اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور سے آفاق منور ہو گئے سو ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں۔

(نشر الطیب ص۹)

تھی تاریکی جہاں بھر میں ترے بن
ترے جلوے سے روشن ہوگیا دن

- حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب برج سیدہ عفیفہ طیبہ طاہرہ جناب آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے طلوع اجلال فرمایا تو:۔

اِنَّ اُمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَتْ حِيْنَ وَضَعَتْهُ نُوْرًا اَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ

آمنہ پاک کو ایسا نور نظر آیا جس کی روشنی میں انھوں نے ملک شام کے محلات کو دیکھ لیا۔

(مسند امام احمد ص۱۲۷ ج۱)

وہ ماہِ عرب آج کعبہ میں چمکا!
جو مالک ہے سارے عرب اور عجم کا!

marfat.com

واخرج ابن عساکر عن عبادۃ بن الصامت قال قیل یارسول اللہ اخبرنا عن نفسک قال نعم انا دعوۃ ابی ابراھیم وکان آخر من بشر بی عیسی بن مریم علیہما السلام (خصائص کبری ص۹ جلد۱)	حضرت عبادۃ بن الصامت سے مروی ہے بحضور نبوی عرض کیا گیا یا رسول اللہ اپنی نبوت کے متعلق کچھ ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور میرے ظہور کی آخری بشارت دینے والے عیسیٰ بن مریم ہیں۔

• اس حدیث میں حضرت ابراہیم کی اس دعا کی طرف اشارہ ہے جو حضرت ابراہیم نے بنائے کعبہ کے وقت کی تھی۔ قرآن مجید میں دعائے ابراہیمی کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝	اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں کا کہ پڑھے ان میں تیری آیتیں اور سکھلائے ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور پاک کرے ان کو بیشک

تو ہی ہے زبردست بڑی حکمت والا

• حضرت ابو العالیہ کی طرف سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا

قد استجیب لک ھو کائن فی آخر الزمان (خصائص کبری ص۱ جلد۱)	اے ابراہیم تمہاری دعا قبول ہوئی وہ نبی اخیر زمانہ میں ظاہر ہوں گے۔

چنانچہ توریت اور انجیل اور زبور میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سراپا نور رد سرور کی بشارتیں اب بھی موجود ہیں۔

• ظہور رحمۃ للعلمین کی خوشخبری سنانے کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کے فرائض نبوت میں ایک فرض یہ رکھا وہ اس بات کا اعلان فرمائیں حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ نے مژدہ سنایا

مبشرًا بِرَسُولٍ یاتی من بعدی	میں اس مقدس رسول کی بشارت

marfat.com

اسمہٗ احمدؐ ا۔ (قرآن مجید) | سنانے آیا ہوں، جس کا نام نامی اسمِ گرامی احمد ہے

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا • دعائے خلیل اور نوید مسیحا

سبحان اللہ! صحائف الٰہیہ کی پیشگوئیوں اور انبیاء و مرسلین کی بشارتوں کے بعد

آسمانِ نبوت کے اس نیرِ اعظم نے طلوعِ اجلال فرمایا جس کے ظہور سے خزاں نصیب دنیا میں بہار آگئی۔ تاریکیوں کے بادل چھٹ گئے اور نیکیوں کے لیے فضا ساز گار ہو گئی۔

• حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں جو کلام فرمایا اس سے بھی حضور کی شانِ علمی کا اظہار ہوتا ہے۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا (قرآن حکیم)	میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ نے مجھے کتاب (انجیل) دی اور مجھے غیب کی خبریں بتلانے والا بنایا

حضرت حسن کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی بطنِ مادر میں تھے کہ آپ کو انجیل الہام فرما دی گئی اور پالنے میں تھے کہ آپ کو نبوت عطا فرما دی گئی جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی یہ کیفیت ہے تو غور کیجئے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مرتبہ ہو گا جو دعاءِ خلیل و نوید مسیحا اور سید المرسلین ہیں۔ حق یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا عالم بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ یعنی نزولِ جبرئیلِ امین سے قبل بھی حضور قرآن کے عالم تھے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ شبِ معراج جب میں حریمِ خلوت گاہِ قدس میں پہنچا تو اس وقت اللہ عزّ وجل نے مجھ سے سوال فرمایا۔ میں جواب نہ دے سکا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا یدِ قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا۔ جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی۔

فَاَوْرَثَنِیْ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَعَلَّمَنِیْ عُلُوْمًا شَتّٰی فَعِلْمٌ اَخَذَ عَلَیَّ کِتْمَانَهٗ اِذْ عَلِمَ لَا یَقْدِرُ عَلٰی حَمْلِهٖ اَحَدٌ	تو اللہ نے مجھے علوم اولین و آخرین کا وارث بنا دیا اور مجھے مختلف علوم تعلیم فرمائے۔ ان میں سے ایک علم ایسا تھا جس کے چھپانے کا مجھ سے عہد لیا۔ کیونکہ وہ

marfat.com

غَیْرِیْ وَعَلَّمَ خَیْرَنِیْ وَعَلَّمَنِیْ الْقُرْاٰنَ وَکَانَ جِبْرِیْلُ یُذَکِّرُنِیْ۔
(مواہب لدنیہ ج ۲ صفحہ)

ازل سے جانتا تھا کہ اس علم کے اُٹھانے کی طاقت میرے سوا کسی اور میں نہیں ہے اور ایک وہ علم تھا جس کا مجھے اختیار دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن تعلیم فرمایا اور جبریل تو یاد دلانے کے لیے آتے تھے۔

شاہد و شہید رسول

حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم شاہد بھی ہیں اور شہید بھی۔ کتابِ مجید میں ان دونوں صفتوں کا ذکر آیا ہے۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا۔

اے غیب کی خبریں دینے والے نبی ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر مبعوث کیا ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ویکون الرسول علیکم شہیدا کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

و باشد رسولِ شما گواہ۔ زیرا کہ او مطلع است بنورِ نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کدام درجہ از دین من رسیدہ حقیقتِ ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اومے شناسد گناہانِ شمارا و درجاتِ ایمان شمارا و اعمالِ نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔ لہٰذا شہادت او در دنیا و دین بحکم شرع در حقِ اُمت مقبول و واجب العمل است۔
(تفسیر عزیزی صفحہ ۶۶۹)

تمہارے رسول دن قیامت میں تم پر گواہ ہوں گے۔ کیونکہ وہ اپنی نبوت کے نور کے ساتھ اپنے دین پر چلنے والے کے رتبے سے واقف ہیں کہ وہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا اور اُس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور جس حجاب کے سبب وہ ترقی سے رک گیا وہ کونسا حجاب ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر اُمتی کے گناہوں کو پہچانتے اور تم سب کے ایمان کے درجوں کو جانتے ہیں اور تمہارے سب نیک و بد اعمال سے واقف ہیں اور

marfat.com

تمہارے خلوص و نفاق پر مطلع ہیں۔ لہٰذا حضور کی گواہی دنیا و آخرت میں بحکم شرع اُمت کے حق میں مقبول ہے۔

تبرک حضرت عمرو بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی:۔

اَنْ یَّدْفِنْ مَعَهٗ شَیْءٌ کَانَ عِنْدَهٗ مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَظْفَارِهٖ وَقَالَ اِذَا مِتُّ فَاجْعَلُوْهُ فِیْ كَفَنِیْ۔

میں مر جاؤں تو یہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک اور ناخن مبارک میرے پاس موجود ہیں انہیں میرے کفن میں رکھ دینا اور میرے ساتھ ہی دفن کر دینا۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری ص۱۳۴)

● جناب ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے اور قبر مبارک سے لپٹ گئے۔ اتنے میں مروان آیا۔ کہنے لگا آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ حضرت ایوب نے جواب دیا۔ ہاں میں جانتا ہوں اور

نَعَمْ اِنِّیْ لَمْ آتِ الْحَجَرَ وَلَا اللَّبِنَ اِنَّمَا جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

میں یہاں اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا۔ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں (شواہد الحق للنبہانی ص۶۳)

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

●

سید الاولیا حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ فقہا سے کسی نے حضرت شبلی علیہ الرحمہ سے امتحاناً سوال کیا زکوٰۃ کتنے پر واجب ہوتی ہے۔ حضرت شبلی نے کہا جواب مسلک فقہاء پر چاہتے ہو یا مسلکِ فقراء پر؟ سائل نے عرض کی دونوں پر

فرمایا فقہاء کے مذہب پر ایک سال گزرنے کے بعد دو سو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہے اور مذہب فقراء پر دو سو درہم کے علاوہ اپنی جان بھی پیش کرنی ضروری ہے۔ سائل نے کہا اسکی دلیل؟ حضرت شبلی نے جواب دیا۔ میں نے یہ مذہب صادق رب العلمین

marfat.com

ما ایں مذہب از صادق رب العلمین گرفتم یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ او ہر چہ داشت بہ پیش سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہاد و جگر گوشۂ عائشہ را بشکرانہ داد۔ (مکتوبات یحییٰ منیری ص۳۲)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا۔ آپ نے جو کچھ تھا سب اپنے مقدس رسول پر نثار کر دیا اور اپنی جگر گوشہ حضرت عائشہ کو شکرانہ میں حضور کو پیش کر دیا۔

پروانہ کو چراغ عنادل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

- حضرت ابن سیرین کا بیان ہے۔ انھوں نے عبیدہ سے کہا میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال ہیں جو ہمیں حضرت انس یا ان کے گھر والوں کی وساطت سے ملے ہیں۔

۱۔ فَقَالَ لَاَنْ تَكُوْنَ عِنْدِيْ شَعْرَةٌ مِنْهُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا

حضرت عبیدہ نے کہا، اگر ان میں سے ایک بال بھی میرے پاس ہو تو مجھے وہ دنیا اور جو دنیا میں ہے، سب سے زیادہ محبوب ہے۔

۲۔ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا حَلَقَ رَاْسَهٗ كَانَ اَبُوْطَلْحَةَ اَوَّلَ مَنْ اَخَذَ مِنْ شَعْرِهٖ۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور نے جب اپنے سر کے بال اتروائے تو حضرت ابوطلحہ نے سب سے پہلے حضور کے بال حاصل کیے۔

- اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضور کے تمام فضلاتِ مبارکہ طیب وطاہر ہیں۔ صحابہ کرام حضور کے پہنے ہوئے کپڑوں کو معظم و متبرک سمجھتے تھے۔ اور ان سے برکت حاصل کرتے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضور کا جبہ مبارک تھا، جس کے غسالہ کو وہ بیماروں کو پلاتی تھیں اور شفا ہوتی تھی (مسلم شریف)

حضرت خالد بن ولید اپنی ٹوپی میں حضور کے بال مبارک کو بطور تبرک رکھتے تھے۔ خود ہی فرماتے تھے کہ ہر فتح ونصرت مجھے انہیں مقدس بالوں کی برکت سے حاصل ہوئی ہے۔

حضرت علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری نے ان لوگوں کی نہایت سخت انداز میں تردید کی

marfat.com

جو حضور کے موئے مبارک اور فضلاتِ طیبہ کے عدمِ طہارۃ کا قول کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں انھوں نے لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کو اپنے اوپر قیاس کرنے والے اور آپ کے ساتھ ہمسری کا دعوٰی کرنے والے جاہل و غبی ہیں۔ علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے حضور کے فضلات مبارک کے طیب و طاہر ہونے کے ثبوت میں احادیثِ ذیل ذکر کی ہیں ——— بزار، طبرانی، حاکم و بیہقی نے روایت

حضرت ابن زبیر نے حضور کے پچھنے لگنے سے جو خون نکلا تھا پیا تھا۔ حضرت ام ایمن نے حضور کا بول مبارک پیا تھا۔ دار قطنی، طبرانی، حاکم، حضرت سلمیٰ ام رافع نے حضور کے غسل کا پانی پیا۔ حضور نے فرمایا۔ اللہ نے تیرے بدن پر آتشِ دوزخ حرام کر دی۔ (عینی جلد اول ص۱۲۸)

بخاری شریف میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام وضو فرماتے تو حضور کے آبِ وضو پر صحابہ کرام بے تابانہ دوڑتے۔ قریب ہوتا کہ آپس میں کٹ مریں۔ حضور جب لعاب دہن پھینکتے صحابہ اسے ہاتھوں میں لے لیتے۔ اپنے بدنوں اور چہروں پر ملتے۔ حضور نے ایک پیالہ پانی میں اپنے ہاتھ اور چہرہ مبارک کو دھویا۔ اس میں کلی کی، پھر حضرت ابو موسیٰ و بلال کو فرمایا اس کو پی لو اور اپنے چہرہ پر ڈال لو۔ سائب ابن یزید کہتے ہیں میں بیمار تھا، میری خالہ مجھے بحضور نبوی لے کر آئیں۔ میرے مرض کا ذکر کیا۔ حضور نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا، برکت کی دعا دی۔ پھر آپ نے وضو کیا، میں نے آپ کے وضو کا پانی پیا مجھے اس سے اسی وقت شفا ہو گئی اور میں نے حضور کی اقتدا میں نماز بھی پڑھ لی۔ نیل الاوطار میں علامہ شوکانی نے اس مضمون کی حدیثیں ذکر کر کے یہ لکھا ہے کہ:۔

قَدِ اسْتَدَلَّ الْجُمْهُوْرُ بِصَبِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْئِهٖ عَلٰى جَابِرٍ وَ لِلصَّحَابَةِ عَلَى التَّبَرُّكِ بِوَضُوْئِهٖ۔	جمہور نے اس سے حضور علیہ السلام کے وضو کے پانی ڈالنے سے استدلال کیا ہے اور صحابہ اسے تبرک جانتے تھے (نیل الاوطار جلد اول ص۱۸)

- حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضور کے موئے مبارک تھے جنہیں وہ عطر میں ڈالے رکھتیں (مسند احمد بن حنبل) حضرت ام سلیم نے حضور کے پسینہ مبارک کو ایک شیشی میں محفوظ کر لیا تھا۔ اور وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد خوشبو میں اس کو ملا دیا جائے (بخاری)
- صحابہ کرام حضور کے ناخن کے ٹکڑے بطور تبرک محفوظ رکھتے تھے (مسند احمد بن حنبل)
- حضرت ام سلمہ نے چاندی کی جلجل میں حضور کے موئے مبارک رکھ چھوڑے تھے۔ جب

marfat.com

کوئی بیمار ہوتا تو اس کا غسالہ مریض کو دیا جاتا اور وہ شفا پاتا (بخاری)

یہ تمام حدیثیں نیل الاوطار میں شوکانی نے بھی ذکر کی ہیں۔ جن سے آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار شریفہ، نشان قدم موئے مبارک اور تمام ان اشیاء کا جن کو آپ سے نسبت ہو گئی ہے ادب واحترام کرنا واجب ہے اور ان کو حفاظت سے رکھنا، اس سے برکت حاصل کرنا انہیں متبرک سمجھنا، ان سے شفاء چاہنا جائز ہے اور سنتِ صحابہ ہے۔ شفاء میں علامہ قاضی عیاض نے لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر مسجد نبوی میں حضور کے منبر مبارک کے اس مقام پر جہاں حضور جلوہ فرما ہوتے تھے ہاتھ لگاتے اور پھر اس کو بوسہ دیتے تھے علامہ خفاجی علیہ الرحمۃ نے نسیم الریاض میں اس کے تحت لکھا ہے کہ۔

هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى جَوَازِ التَّبَرُّكِ بِالْاَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَاٰثَارِهِمْ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِمْ۔

صحابہ کرام و حضرت عبداللہ بن عمر کے اس فعل سے انبیاء کرام و اولیاء عظام کے آثار شریفہ سے اور ان اشیاء سے جن کو ان سے نسبت ہو گئی ہے برکت حاصل کرنے کا جواز نکلتا ہے۔

نیز مولوی وحید الزمان نے تصریح کی ہے کہ اس باب کی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے موئے مبارک ہمیشہ صحابہ کرام لیتے رہے ہیں۔ حضور نے دو بار سر کے بال اتروائے اور سارے سر کے بال تقسیم فرمائے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء کرام کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی۔ تو بال بھی آپ کے زمین نہیں کھا سکتی۔ لہذا اس زمانہ میں جن بالوں کے متعلق بطور تواتر یا شہرت یہ معلوم ہو کہ وہ حضور کے ہیں اس کی تکذیب نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ ہم کو ایسے بالوں کی عزت وحرمت لازم ہے۔ اگرچہ اس میں شبہ بھی ہو، پھر بھی ان کی تکریم وتعظیم ضروری ہے۔ کیونکہ اگر وہ بال واقع میں آپ کا نہیں ہے تو اس کی تعظیم کرنے سے ہم گنہگار نہ ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری نیت کو جانتا ہے کہ ہم نے اس کا ادب اس وجہ سے کیا ہے کہ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ یہ حضور کے موئے مبارک ہیں اور تعجب ہے ان لوگوں پر جو اتباعِ سنت کا دعویٰ کرتے ہیں اور پھر خواہ مخواہ اس قسم کے آثارِ شریفہ (یعنی نشانِ قدم و موئے مبارک وغیرہ) کی تکذیب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غلو اور تعصب سے بچائے۔ باوجود علم کے بعض لوگوں نے ایسے کلمات منہ سے نکالے

marfat.com

ہیں کہ ان کی نوبت کفر تک پہنچ جاتی ہے۔ وہ غافل ہیں اور نہیں جانتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے فضلات یہاں تک کہ آپ کا بول و براز بھی اور آپ کے جسم مبارک کی ہر چیز طیب و طاہر مقدس و محترم ہے اور اس پر تمام علماء حدیث کا اتفاق ہے اور حق بھی یہی ہے کہ حضور کے بال مبارک کیا آپ کی جوتی کی خاک بھی مومن کے لیے تو دنیا وما فیہا سے افضل و برتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ادب کی توفیق عطا فرمائے۔ (تسہیل القاری ص۴۸۲ ج۱)

حضور کا سفر معراج

حضور کا سفر معراج روح و جسم دونوں کے ساتھ عالم بیداری میں تھا۔ انبیاء کرام کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔ وہ اسی طرح زندہ ہیں جس طرح اس عالم دنیا میں تھے۔ یہ ہی اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے۔ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ حیاتِ انبیاء کے متعلق علماء امت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

حضرت انس سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے واقعہ معراج بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب میں پہلے آسمان پر پہنچا تو حضرت آدم سے ملاقات ہوئی۔ جب میں دوسرے آسمان پر پہنچا اور ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو حضرت عیسیٰ و یحییٰ سے ملاقات ہوئی تیسرے پر حضرت یوسف اور چوتھے پر پہنچا تو میرے سامنے حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ مجھے

فَاِذَا اَنَا بِاِدْرِیْسَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَحَّبَ بِیْ وَدَعَا لِیْ بِخَیْرٍ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ وَرَفَعْنَاہُ مَکَانًا عَلِیًّا۔

انہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر کی اللہ عزوجل کا ارشاد ہے، ہم نے ادریس کو بلند جگہ اٹھایا۔

اسی طرح پانچویں آسمان پر ہارون۔ چھٹے پر موسیٰ۔ ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، جو بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ (مسلم ج ۱ ص ۹۱)

شب معراج جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس

marfat.com

حضور امام الانبیاؑ ہیں پہنچے تو وہاں تمام انبیاؑ کرام آپ کے استقبال کے لیے
موجود تھے۔ نماز کا وقت ہوا تو جبریل امین نے اذان کہی اور حضور کو مسند امامت پر کھڑا
کر دیا۔ حضور امام ہوتے اور تمام انبیا کرام مقتدی۔ سب نے حضور کی اقتدار میں نماز ادا
کی اور حضور کو امام الانبیاؑ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

نماز اقصےٰ میں تھا یہ ہی ستر، عیاں ہوں معنی اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تے

شب معراج انبیاؑ کرام سے حضور اکرم کی ملاقات بھی ہوئی اور انبیاء کرام نے حضو
کی عظمت کے خطبے بھی ارشاد فرماتے جو اس امر کی دلیل ہیں کہ انبیاء کرام پر ایک آن کے لیے مو
طاری ہوتی ہے اور اس کے بعد پھر ان کی وہی حیاتِ جسمانی ہے۔ اسی لیے انبیاء کرام کا مالی تر
تقسیم نہیں ہوتا۔ حضور اکرم کا ارشاد ہے۔

نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ۔

ہم گروہ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

قرآنِ حکیم نے حضور اکرم کی ازواج مطہرات کو آپ کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کر
کی ممانعت کی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضور اکرم بجسدہ العنصری زندہ ہیں۔ او
آپ کی ازواج مطہرات بدستور آپ کی ازواج ہیں، چنانچہ صحابہ کرام جب حضور کے روضہ اقدس
پر حاضری دیتے تو یہ نہیں کہتے تھے کہ ہم نے حضور کی قبر کی زیارت کی۔ بلکہ یوں کہتے تھے کہ
ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

امام احمد اپنی مسند میں اس حدیث کو روایت کرتے ہیں کہ ایک روز مروا
روضۂ اقدس پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص حضور علیہ السلام کے روضہ مبارک
پر اپنا منہ رکھے ہوتے ہے، کہنے لگا تم جانتے ہو یہ کیا کر رہے ہو۔ وہ شخص حضرت ابوایوب

maarifat.com

انصاری تھے، اُنھوں نے مروان کی بات سن کر فوراً جواب دیا:

جِئۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ وَسَلَّمَ آتِ الۡحَجَرَ (امام احمد)

میں حضور نبی کریم کی خدمت میں آیا ہوں۔ کسی پتھر کے پاس تو نہیں آیا۔

سبحان اللہ! کیسا پیارا اور کتنا مدلل جواب ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری فرماتے ہیں۔ روضہ اقدس پر حاضری حضور کی خدمت میں حاضری کے مترادف ہے۔ کیونکہ حضور زندہ ہیں اور آپ کو ہی حیات جسمانی حاصل ہے ؎

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے اللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں

حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچکس را در وے خلافے نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی، نہ حیات معنوی روحانی چنانکہ شہدا راست۔

یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات طیبہ متفق علیہ ہے کسی کو اسمیں اختلاف نہیں ہے۔ دنیاوی حقیقی جسمانی حیات ہے نہ کہ روحانی معنوی حیات شہدا جیسی

ص ۴۲

عدم اکل ارض کنایت است از حیات۔ والا سلامت بدن در زمین بے اعادۂ روح چہ فائدہ دارد و ایں مبنی بر مسئلہ حیات انبیاء کہ بحیات حسی دنیاوی موصوف اند بالاتر از حیات شہدار کہ ایں حیات معنوی اخروی ست و در ایں مسئلہ ہیچکس را از علماء امت خلاف نیست۔

یعنی حدیث میں جو آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، زمین پر یہ کہ اجسام انبیاء کرام علیہ السلام کو کھاتے۔ اس نہ کھانے میں کنایہ حیات سے ہے کہ ان کے اجسام میں روح موجود ہے ا ورنہ بدن کی سلامتی زمین میں بغیر اعادۂ روح کے کیا فائدہ رکھتی

marfat.com

(شرح سفر السعادات فضائل جمعہ صفحہ ۱۷۳) ہے اور یہ موقوف ہے، انبیاء کرامؑ کی حیاتِ طیبہ سے کہ ان کی حیات دنیوی حسی حیات ہے، شہدار کرام کی حیات طیبات سے بالا کہ یہ حیات معنوی اخروی ہے۔

اور اس مسئلہ میں علمار اہلِ سنت میں سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

انوار کی بارش

ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے دفن کے بعد واپس ہوئے، گھر پہنچے، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کی۔ سرکار! آج بہت زور کی بارش ہوئی۔ راستہ میں کوئی پناہ کی جگہ بھی نہ تھی، مگر عجب بات ہے آپ کے کپڑے سوکھے ہیں اور بارش کا کوئی اثر نہیں ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ عائشہ! تم نے کیا اوڑھ رکھا ہے۔ عرض کی سرکار آپ کا تہبند مبارک میرے سر پر ہے۔ فرمایا ؎

گفت بہر آن نمودلے پاک جیب | نیست ایں باران ازیں ابر شما
چشم پاکت را خدا باران غیب | ہست باران دیگر و دیگر سما

یعنی: اے عائشہ! یہ تو میرے تہبند مبارک کی برکت ہے۔ یہ بارش غیب (اللہ کی رحمت) کی بارش تھی۔ پانی کی بارش نہ تھی۔ اس بارش کا آسمان ہی دوسرا ہے۔

سبحان اللہ! حضور نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے تہبند مبارک کی برکت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انوارِ الٰہی دیکھ لیے جو غیب تھے۔ معلوم ہوا کہ نبی کے پہنے ہوئے کپڑوں کی برکت سے بھی غیب کا انکشاف ہو جاتا ہے۔

کس کا کمال

مولانا روم مثنوی میں اس واقعہ کو نقل فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور سید المرسلین علیہ الصلواۃ والتسلیم نے مسجد نبوی میں وضو کے لیے موزے اتارے

marfat.com

ایک عقاب آیا اور وہ موزہ لے کر اڑا اور ہوا میں سے اوندھا کر کے پھینک دیا جس میں سے ایک سانپ نکلا جو مار لیا گیا۔ حضور نے فرمایا، عقاب کو ہماری بارگاہ میں حاضر کرو۔ وہ حاضر ہوا۔ فرمایا، تم نے ہماری اجازت کے بغیر ہمارا موزہ کیوں اٹھایا؟ عرض کی سرکار میں نے موزہ میں سانپ دیکھا۔ چاہا کہ آپ کو مطلع کر دوں تاکہ حضور بے توجہی میں پہن نہ لیں اور سانپ سے ایذا پائیں۔ اس لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ کہ موزہ کو لے کر اڑا۔ پھر اسے ہوا میں الٹا کر کے پھینک دیا۔ حضور نے فرمایا کہ تو ہوا میں دور تھا تو نے موزہ میں کیسے دیکھ لیا کہ سانپ ہے؟ عقاب نے عرض کی۔

مار در موزہ بدیدم از ہوا

نیست از من عکس تست اے مصطفےٰ

یعنی سرکار، میں نے ہوا میں سانپ کو دیکھ لیا۔ مگر یہ میرا نہیں آپ کے عکس نوری کا کمال تھا جس نے مجھے ایسی بینائی عطا کر دی؟

مولانا فرماتے ہیں ؎

عکس نور بر حق ہمہ نوری بود

عکس دو را زحق ہمہ دوری بود

یعنی: نور کا سایہ بھی نور ہوتا ہے اور دور کا سایہ بھی دور ہوتا ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ؎

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود

دل دریں لحظہ بحق مشغول بود

ہاں، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ہر غیب کو کھول دیا ہے، مگر اس وقت میں خدا کی ذات میں گم تھا۔

یعنی توجہ حق کی طرف تھی اور دنیا سے ذہول تھا۔

marfat.com

بنی اسرائیل کا ایک شخص

بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دو سو برس کامل اللہ کی نافرمانی کی تھی۔ یہ شخص نہایت بدکار اور گنہ گار تھا۔ جب یہ مر گیا۔ تو بنی اسرائیل نے اس کو اٹھا کر نجاست خانہ میں ڈال دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی اور فرمایا کہ اس شخص کو وہاں سے اٹھایئے اور اس شخص کی نمازِ جنازہ پڑھیئے۔

حضرت موسیٰ نے دربارِ ایزدی میں عرض کی۔ الٰہی! یہ تو بہت ہی گنہ گار و سیہ کار تھا۔ فرمایا۔ ہاں یہ صحیح ہے۔ مگر جب یہ توریت کی تلاوت کرتا تھا اور میرے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر پہنچا تھا۔ تو

قَبَّلَہٗ وَوَضَعَہٗ عَلٰی عَیْنَیْہِ وَ صَلّٰی عَلَیْہِ۔ (خصائص ج ۲ ص ۱۶)

اس کو بوسہ دیتا تھا۔ چومتا تھا۔ اور آنکھوں سے لگاتا اور درود پڑھتا تھا۔

قابلِ غور امر یہ ہے کہ یہ شخص بدکار تھا۔ مگر صرف اسم نبوی کے چومنے اور اس کی تعظیم کرنے کی وجہ سے اللہ نے اس کو بخش دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ

وَزَوَّجَہٗ سَبْعِیْنَ حُوْرًا (خصائص ج ۲ ص ۱۶)

ستر حوروں کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا گیا۔

سبحان اللہ حضور کے نامِ اقدس کی تعظیم و تکریم گناہوں کی معافی کا سبب بن گئی۔

طیب و طاہر رسول

حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم طیب و طاہر اور معصوم رسول ہیں۔ جن کا نام نامی اسم گرامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جن کی زبان مرضی الٰہی کی ترجمان ہے، جن کا نطق نطق خدا، جن کا حکم حکم خدا ہے مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی جن کی شان، جو مرکز دین۔ محور شریعت، آمر و ناہی و معصوم رسول ہیں، جن کا قول بھی معصوم، فعل بھی معصوم اور وہ خود بھی معصوم ہیں۔ آپ پوری کائنات کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔ دین بھی وہی، ایمان بھی وہی اور قرآن بھی وہی سے

marfat.com

قرآن کیا ہے؟

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ۔ (الحاقہ ۵) — بیشک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں اور کسی شاعر کی بات نہیں۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ (پ ۱۴۔ نحل) — ہم نے آپ پر یہ ذکر قرآن نازل کیا۔ تاکہ آپ واضح طور پر بیان کر دیں۔ جو ان کی طرف اترا۔

پس حضور نے قرآن کے اجمال کی جو توضیح اور اس کے اصولوں کی جو تشریح فرمائی، اس کا نام سنت ہے۔

☼

ایمان ہے قال مصطفائی
قرآن ہے حال مصطفائی

جان و مال حضور پر فدا

ترمذی شریف و ابوداؤد و حاکم کی حدیث کا مضمون ہے حضرت عمر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ آج میں ابوبکر سے بڑھ کر رہوں گا۔ چنانچہ میں نے اپنا آدھا مال بحضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر دیا اور ابوبکر بھی اپنا مال لے کر حاضر ہوتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے عمر تم اپنے بال بچوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے۔

میں نے عرض کی نصف مال، حضرت ابوبکر سے بھی یہی سوال ہوا، تو انھوں نے عرض کی جو کچھ تھا حاضر کر دیا ہے اور بال بچوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔

پروانہ کو چراغ عنادل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

marfat.com

وحی خاص شب معراج جب حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ وسلم حریم خلوت گاہ قدس میں پہنچے تو اللہ نے اپنے محبوب سے باتیں کیں۔ کیا باتیں کیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بس باتیں کیں۔ تمہیں کیا بتائیں۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی۔ پس وحی کی ہم نے اپنے بندے پر

(قرآن) پ ۲۷ جو وحی کی۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کو مبہم رکھا۔ اس اجمال سے پردہ نہیں اٹھایا۔ بس اس امر کا اظہار فرمایا کہ ہم نے اپنے عبد خاص پر وحی کی۔ معلوم ہوا۔ یہ وحی بلا واسطہ تھی۔ اس میں کسی واسطہ کو دخل نہ تھا۔ جبرئیل جیسا ملکوتیوں کا سردار بھی بیچ میں حائل نہ تھا۔ بس خدا متوجہ بنمائش تھا اور لبصارت محمدیہ وقف دید۔ سنانے والا خدا؛ ما اور سننے والے محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء۔

غور کیجئے۔ رب العالمین نے اپنے محبوب سے اس عالم بے کیف میں کیا باتیں کیں۔ فرمایا: مَآ اَوْحٰی جو چاہا باتیں کیں۔ تمہیں کیا بتائیں۔ ؎

میان طالب و مطلوب رمزے است
کراماً کاتبین راہم خبر نیست

اسم پاک کتاب مجید میں اللہ رب العزت جل مجدہٗ ارشاد فرماتا ہے کہ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں۔

یہ ایک دعویٰ ہے اور حضور کے منصبِ جلیل اور رفعتِ شان کا اظہار ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ سوال پیدا ہوا دلیل؟ تو اسمِ محمد نے بڑھ کر فرمایا۔ میں خود دلیل ہوں اور محمد نام ہونا ہی مسمیٰ کی رسالت اور کمالاتِ نبوت کی شاہد عدل ہے۔ واضح ہو کہ انبیاء کرام میں کسی کا نام ایسا نہیں ہے کہ وہ نام ہی اپنے مسمیٰ کے کمالات کا اظہار کرے۔ دیکھئے۔

۱۔ آدم کے معنیٰ گندم گوں کے ہیں۔ آپ کا نام یہ آپ کے جسمانی رنگ کو ظاہر کرتا ہے۔

marfat.com

۲. نوح کے معنی آرام کے ہیں۔ باپ نے آپ کے آرام وراحت کا موجب قرار دیا۔

۳. اسحاق کے معنی ہنسنے والے ہیں۔ آپ ہشاش بشاش چہرہ والے تھے۔

۴. یعقوب کے معنی پیچھے آنے والا کے ہیں۔ آپ اپنے بھائی عیسو کے ساتھ توام پیدا ہوئے۔ (علیہم الصلاۃ والتسلیم)

۵. موسیٰ کے معنی پانی سے نکالا ہوا کے ہیں۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام کا صندوق پانی سے نکالا گیا تھا۔ اس لیے یہ نام رکھا گیا۔

۶. عیسیٰ سرخ رنگ چہرہ گل گوں کی وجہ سے یہ نام تجویز ہوا

ان تمام ناموں پر غور کیجئے۔ یہ نام اپنے مسمیٰ کی عظمت روحانی یا نبوت کی طرف اشارہ بھی نہیں کرتے۔ اس کے برعکس اسم پاک محمد کی خاص شان ہے یہ حمد سے مشتق ہے۔ حمد کے معنیٰ تعریف توصیف۔ ثنا وتکریم۔ عظمت ورفعت کے ہیں جب یہ نام نامی اسم گرامی زبان پر آتا ہے تو اس کے ساتھ ہی نام والے کی عظمت ورفعت بھی اپنے ساتھ لاتا ہے اور بتا دیتا کہ محمد وہ ہیں جو خدا کے ہاں بھی محمود ملائکہ اور زمرۂ انبیاء ومرسلین میں بھی محمود اور اہل زمین وزمان میں بھی محمود ہیں۔ یہ اسم پاک علم بھی ہے اور صفت بھی۔ دعویٰ بھی ہے اور دلیل بھی۔ دال بھی ہے مدلول بھی حامد بھی ہے محمود بھی کائنات ارضی وسماوی نے جس کی سب سے بڑھ کر تعریف ہے، وہ محمد ہیں اور جس نے اپنے رب کی سب سے بڑھ کر حمد وثنا کی ہے وہ بھی محمد ہیں۔

فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدٌ مالک عرش وفرش محمود ہے، کیونکہ اس کو محمد جیسا حامد ملا ہے۔

اسی لیے حضور نے فرمایا۔ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ غرض کہ محمدؐ کے معنی ہی تعریف وتوصیف۔ ثنا وتکریم۔ عظمت ورفعت کے ہیں۔ جب یہ نام سنا جاتا ہے۔ فوراً دل میں نام والے کی بزرگی اور اس کے اجلال کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے فرمایا محمد اللہ کے رسول ہیں۔ یہ دعویٰ ہے۔ دلیل مانگی گئی تو اسم پاک محمد نے بڑھ کر فرمایا۔ محمد نام ہونا ہی مسمیٰ کی رسالت

marfat.com

ونبوت کا شاہد عدل ہے۔ مکمل فضائل و محاسن کا مجموعہ۔ معارفِ الٰہیہ کا گنجینہ۔ کمالاتِ ایزدی کا خزینہ تھا۔ جبھی تو محمد نام رکھا گیا۔

نویدِ مسیحا قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ — میں ایک رسول کی خوشخبری سنانے آیا

بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔ (قرآن حکیم) — ہوں جن کا نام نامی اسم گرامی احمد ہے۔

اگرچہ حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر پاک سے تمام کتب سماویہ بھری ہوئی ہیں۔ تمام صحائف الٰہیہ میں حضور کے فضائل و شمائل کی تصویر کھینچ دی گئی ہے۔ دنیا میں جتنے انبیاء تشریف لائے سب نے اپنے اپنے دور میں حضور کی تشریف آوری کی بشارت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کے فرائض نبوت کا ایک اہم فرض یہ قرار دیا کہ وہ دنیا میں اس بات کا اعلان کر دیں کہ میرے بعد زمانہ ہے۔ حضور سید المرسلین خاتم النبیین۔ حبیب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

اس شان کی کچھ حد ہے اور اس عظمت کی کوئی انتہا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک فرض نبوت یہ قرار دیا کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا مژدہ سنائیں۔

معلوم ہوا کہ حضور کی تشریف آوری کا ذکر و بیان سنت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہے۔

زندہ رسول ایک شخص نے حضور نبی کریم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ عرض کی حضور میں نے آپ کی ایک حدیث سنی ہے کہ مومن کی جان اس طرح آسانی سے نکل جاتی ہے جیسے خمیری آٹے سے بال۔ کیا حضور یہ حدیث صحیح ہے؟ فرمایا۔ ہاں! عرض کی سرکار! قرآن پاک میں تو جان کنی کی سخت شدت اور دشواری بیان کی گئی ہے کلا اذا بلغت التراقی۔ الخ تو حدیث اور آیت میں مطابقت کیونکر ہوگی۔

ارشاد فرمایا کہ سورہ "یوسف" کا مطالعہ کرو۔ اس میں تمہیں اس کا جواب مل جائے گا۔

marfat.com

وہ صاحب بیدار ہوئے۔ بار بار سورۃ یوسف کی تلاوت کی۔ مگر جواب سمجھ میں نہ آیا۔ مجبوراً وقت کے ایک درویش کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خواب کا سارا واقعہ سنایا۔ اُنھوں نے فرمایا۔ سورۃ یوسف کی اس آیت میں تیرے سوال کا جواب موجود ہے۔

فَلَمَّا رَاَیْنَہٗۤ اَکْبَرْنَہٗ وَقَطَّعْنَ	زنانِ مصر نے جب حسنِ یوسف کو دیکھا
اَیْدِیَھُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰہِ مَا	تو اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور سبحان اللہ
ھٰذَا بَشَرًا اِنْ ھٰذَاۤ اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ ۱۲ پ	یہ بشر نہیں ہے یہ تو فرشتہ ہے۔

یعنی زنانِ مصر نظارہ حسنِ یوسفی میں اس قدر محو ہوئیں کہ انہیں معلوم تک نہ ہوا کہ چھری تربوز پر چل رہی ہے یا ان کے ہاتھوں پر۔ ان کے ہاتھ زخمی ہو گئے خون بہنے لگا۔ مگر انہوں نے درد محسوس نہ کیا۔ حسنِ یوسفی کی تعریف و توصیف کرنے لگیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس وقت حسن بے نقاب تھا، وہ اس کے نظارہ میں محو تھیں۔ اس لیے انہیں تکلیف کا احساس تک نہ ہوا۔ مگر اصل میں زخم ضرور آئے تھے اور تکلیف موجود تھی۔ بعینہٖ یہ ہی حالت مومن کامل کی ہوتی ہے۔ جب اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرتی ہے تو جمالِ مصطفٰے علیہ السلام اس کے سامنے ہوتا ہے۔ وہ چہرہ نبوی میں حسنِ خدا کا نظارہ کرتا ہے۔ اور حسنِ مصطفائی کے دیکھنے میں اتنا محو ہوتا ہے کہ نزع کی تکلیف کا اس کو ذرا بھی احساس نہیں ہوتا۔ تو قرآن پاک نے نزع کی حقیقی تکلیف کو بیان کیا ہے۔ اور حدیث نبوی میں اس تکلیف کے احساس کی نفی ہے۔ اصل تکلیف کی نہیں۔ (روح البیان)

غیب کی خبریں

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے علم کے دو برتن بھرے ہیں۔ ایک برتن میں جو کچھ تھا اس کی تبلیغ کر دی۔ مگر دوسرے برتن میں جو کچھ ہے۔ اگر اس کو بھی ظاہر کر دوں تو۔

قُطِعَ ھٰذَا الْبُلْعُوْمُ۔ (بخاری) میری شہ رگ کاٹ دی جائے!

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ نے حضور سے دو قسم کے علم حاصل کیے

marfat.com

تھے ایک وہ جن کا تعلق دین اور شریعت سے تھا۔ جس کی انہوں نے تبلیغ کردی اور ایک علم وہ تھا جو اخبار غیبیہ پر مشتمل تھا اور مستقبل کی خبریں اور پیش آنے والے حالات تھے جن کے متعلق ابو ہریرہ نے فرمایا کہ اس کو بھی ظاہر کردوں تو لوگ مجھے قتل کردیں

مجاہد اور جہنمی

لشکر صحابہ میں ایک شخص تھے جو نہایت جوانمردی کے ساتھ کافروں سے لڑ رہے تھے۔ ان کی اس جاں نثاری کو دیکھ کر صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ دیکھئے یہ شخص کس جوش اور جذبے سے کفار سے برسرپیکار ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا

هُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ (بخاری) یہ تو جہنمی ہے!

صحابہ حیران ہو کر کہنے لگے۔ سرکار یہ جہنمی ہے؟ ایک صحابی فرماتے ہیں میں اس شخص کی تاک میں رہا کیونکہ میں جانتا تھا کہ حضور کا فرمان جھوٹا نہیں ہے۔ میں نے دیکھا وہ سخت زخمی ہوا۔ اور زخموں کی تاب نہ لا کر اس نے خودکشی کرلی۔ (بخاری)

صحابہ کرام نے اس کی ظاہری حالت کو دیکھ کر ایسا کہا تھا۔ مگر قربان جایئے۔ نبی کریم کی مقدس اور نورانی آنکھوں کے جو دلوں کی گہرائیوں تک پہنچ رہی ہیں۔ اور آپ اُمت کے انجام سے واقف ہیں۔ جبھی تو اس شخص کے جہنمی ہونے کا اعلان فرمایا۔

دو قبریں

حضور علیہ السلام کی سواری دو قبروں کے درمیان سے گزری۔ آپ نے فرمایا، ان کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ اس لیے عذاب دیے جارہے ہیں کہ ایک تو پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور

وَاَمَّا الْاٰخَرُ كَانَ يَمْشِىْ بِالنَّمِيْمَةِ دوسرا چغل خور تھا (بخاری)

پھر آپ نے کھجور کی تر شاخ ان دونوں قبروں پر گاڑ دیں۔ صحابہ نے عرض کی حضور ان سے کیا ہوگا۔ فرمایا جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی۔ ان کے عذاب میں کمی رہے گی۔

marfat.com

سبحان اللہ۔ نبی علیہ السلام کی قوتِ باصرہ کتنی قوی ہے۔ آپ قبروں کے حالات سے واقف ہیں۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ مُردے کو قبر میں کیوں عذاب ہو رہا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قبروں پر، سبزہ پھول وغیرہ ڈالنا جائز ہے اور سبزہ کی تسبیح سے قبر والے کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اور اگر قبر کسی برگزیدہ بندے کی ہے، تو پھول وغیرہ کی تسبیح سے اس کو مسرت و خوشی حاصل ہوتی ہے۔

خدا نے کیا تجھ آگاہ سب پر
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

دُعا اور درود

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ترمذی)

دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے، جب تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا جائے۔

تم سب پڑھو درود میں ذکرِ نبی کروں

ایک جنتی

حضور نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص آیا، کہنے لگا۔ ایسا عمل بتایئے جس کی وجہ سے میں جنتی ہو جاؤں۔ حضور نے فرمایا۔ اللہ کی عبادت کر، شرک سے بچ اور نماز و روزہ حج و زکوٰۃ کو ادا کیا کر۔ اس نے عرض کی مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ نہ اس پر زیادتی کروں گا نہ کمی۔

اس شخص کے چلے جانے کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا۔ (بخاری ج ۱، ص ۱۸۷)

جو زمین پر جنتی کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص دیکھ لے۔

(بخاری، جلد نمبر ۱، صفحہ ۱۸۷)

marfat.com

قابل غور بات یہ ہے کہ عمل صالح یا صرف اقرار نماز روزہ کی بنا پر کسی کو یقینی طور پر جنتی نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ جنت کا دارو مدار خاتمہ پر ہے۔ اگر خاتمہ ایمان پر ہوا ہے، تو جنت ملے گی اور خاتمہ ایمان پر نہ ہوا، تو چاہے عمل کتنے ہی اچھے ہوں، جنت نہیں مل سکتی۔ مگر اس شخص کو یقینی طور پر کہا جائے گا، بلکہ اس کو جنتی ماننا ضروری ہے۔ کیونکہ حضور نے اس کو ڈگری عطا فرمائی ہے اور جنت کی ڈگری وہی دے سکتا ہے جو انسان کے خاتمہ کا حال جانتا ہو۔

حقیقت و شریعت علامہ نبہانی جواہر البیان میں لکھتے ہیں

اَلمُرَادُ بِالشَّرِیْعَةِ الحُکمُ بِالظَّاهِرِ وَبِالحَقِیْقَةِ الحُکمُ بِالبَاطِنِ۔ ظاہر کو دیکھ کر فیصلہ کرنے کو شریعت اور باطنی علم کے مطابق فیصلہ کو حقیقت کہتے ہیں۔

انبیاء سابقین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم شریعت و طریقت دونوں کے مکلف نہ تھے۔ اگرچہ انہیں علم ظاہری و باطنی دونوں دیے گئے تھے۔ مگر وہ ظاہر پر فیصلہ کرتے۔ یہ ہی وجہ تھی کہ جب حضرت خضر نے ایک لڑکے کو قتل کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

اَقَتَلْتَ نَفْسًا آپ نے ایک بیگناہ لڑکے کو قتل کر دیا۔

یہ اعتراض حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس لیے کیا کہ حضرت خضر کی نظر باطن پر تھی اور حضرت موسیٰ ظاہر کو دیکھ کر یہ اعتراض کر رہے تھے۔ حضرت خضر نے فرمایا۔ موسیٰ تمہارے پاس وہ علم نہیں ہے اور میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ

اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے۔

(قرآن پ۱۶ ع)

پھر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اس لڑکے کو اس لیے قتل کیا ہے

marfat.com

کہ اس کے ماں باپ نیک اور صالح ہیں اور یہ بڑا ہو کر گمراہ و بے دین ہوتا۔ اس تشریح سے واضح ہو گیا کہ انبیائے سابقین باطن پر فیصلے دینے کے مکلف نہ تھے۔

لیکن حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بباطن اسرار و خفیات و حقائق اشیا کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ اللہ نے چشم نبوی میں وہ قوت رکھی ہے جو شے کی حقیقت تک پہنچتی ہے اور یہ مرتبہ صرف حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا ہے کہ آپ ظاہر و باطن دونوں پر حکم فرماتے ہیں؛ چنانچہ علامہ نبہانی لکھتے ہیں۔ پھر اللہ عزوجل نے حضور علیہ السلام کے فضل و شرف اور بزرگی و عظمت کی زیادتی کے لیے۔

وَاَذِنَ لَهٗ اَنْ یَّحْكُمَ بِالْبَاطِنِ وَمَا اَطْلَعَ عَلَیْهِ مِنْ حَقَائِقِ الْاُمُوْرِ۔ (جواہر)

حضور کو یہ اجازت دی کہ آپ ظاہر و باطن دونوں پر فیصلہ دیں اور حقائق اشیا پر مطلع ہو کر حکم فرمائیں۔

چنانچہ حضور علیہ السلام نے مقدمات کے جو فیصلے فرمائے ہیں، ان میں اس قسم کی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ آپ نے اپنے علم باطنی کی بنیاد پر کسی کے قتل کر دینے کا حکم دیا جیسا کہ ایک روایت میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یہ حکم دیا تھا کہ جاؤ مسجد میں ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کو قتل کر دینا۔ (خصائص کبریٰ)

علما فرماتے ہیں کہ آپ کا اس شخص کے قتل کر دینے کا حکم دینا یہ علم باطنی کی بنیاد پر تھا اور یہ حضور کی خصوصیت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہر و باطن کے مطابق فیصلہ کرنے اور حکم دینے کی اجازت دی تھی۔

خلیل و حبیب

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو مخاطب بنا کر فرمایا۔ اے محبوب اگر میں نے ابراہیم کو خلیل بنایا ہے۔

فَقَدِ اتَّخَذْتُكَ حَبِیْبًا۔ تو تم کو اپنا حبیب بنایا ہے۔

خلیل کا مقام بھی بہت بلند ہے۔ خلیل کو ملکوت السمٰوات والارض کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔

marfat.com

قرآن میں اعلان ہے کہ کَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرٰاهِیْمَ ...... الخ ہم نے حضرت ابراہیم کو جو کہ خلیل ہیں زمین و آسمان کے عجائب و غرائب دکھاتے ہیں، مگر مرتبہ محبوب یہ ہے کہ جہاں خلیل کی نظر پہنچی ہے وہاں شب معراج حبیب کے قدم پہنچے ہیں۔ خلیل کی نظروں نے ملکوت السموات کو دیکھا ہے اور حبیب کے قدموں نے ملکوت السماوات کو پامال کیا۔

حضرت خلیل رضائے الٰہی کے طالب ہیں اور دو عالم خدا کی رضا چاہتے ہیں۔ مگر محبوب کا مرتبہ یہ ہے، حدیث قدسی میں رب العزت جل مجدہ فرماتا ہے کہ

کُلُّهُمْ یَطْلُبُوْنَ رِضَائِیْ وَاَنَا — ساری کائنات میری رضا چاہتی ہے
اَطْلُبُ رِضَاکَ یَا مُحَمَّدُ۔ — اور میں اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم
(نزہۃ المجالس جر ۲ ص ۱۶) — کی رضا چاہتا ہوں ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

قرآن حکیم اعلان فرماتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمولی مرتبہ نہیں ہے۔ یہ تو خدا کے محبوب ہیں۔ ان کے سر پر محبوبیت کبریٰ کا تاج رکھا گیا ہے۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ — محبوب ہم تمہیں اتنا دیں گے کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

حضور سید المرسلین محبوب رب العالمین بارگاہ ایزدی میں عرض کرتے ہیں۔ اگر یہ بات ہے تو پھر ——————

اِذًا لَا اَرْضٰى وَوَاحِدٌ مِنْ — میں تو راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک
اُمَّتِیْ فِی النَّارِ۔ (روح البیان) — امتی بھی جہنم میں رہ گیا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ کیا کوئی خدا سے یہ کہہ سکتا ہے کہ "میں تجھ سے راضی نہ ہوں گا؟"

تو بات یہ ہے حضور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ ناز فرما رہے ہیں۔ اس لیے منکرین شان نبوت کو

marfat.com

جلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ جہاں وہ قہار ہے وہاں رحمٰن ورحیم بھی ہے، وہ ہنسنی آنکھ کرتا ہے اور وہی ذرہ کو آفتاب بناتا ہے ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

حضرت عائشہ کا اعتراف

یہی دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ پارسا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دربار نبوت میں عرض کیا تھا۔ یارسول اللہ!

مَا اَرٰی رَبَّکَ اِلَّا یُسَارِعُ فِیْ هَوَاکَ۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۰۶)

میں تو یہی دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خواہشات کے پورا فرمانے میں جلدی فرماتا ہے۔

اور ایسا کیوں نہ ہو؟ جب کہ خود رب العالمین مائل بہ کرم ہوا اور فرمائے کہ میں نے ابراہیم کو خلیل موسیٰ کو نجی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنایا ہے۔

لَاُوْثِرَنَّ حَبِیْبِیْ عَلٰی خَلِیْلِیْ وَ نَجِیِّیْ۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۷)

اور مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم خلیل و نجی پر اپنے محبوب کو فضیلت دوں گا۔

کلیم وحبیب

یہ تو ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مرتبہ محبوبیت خلعت خلت سے بہت معظم ہے۔ سارے انبیا طالب رضائے خدا ہیں اور ساری کائنات رضائے خدا کی آرزومند ہے، مگر مقام محبوبیت کیا ہے۔ اس کی عظمت ورفعت کس درجہ کی ہے۔ وہ حضرت عائشہ کے اس قول سے ہی ظاہر ہے۔

یارسول اللہ! رب العالمین آپ کی خواہشات کے پورا فرمانے میں جلدی فرماتا ہے

حضرت امام نسفی کہتے ہیں ایک بار سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے رب! میں کلیم ہوں اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حبیب ہیں

marfat.com

فَمَا الْفَرْقُ بَيْنَ الْكَلِيْمِ وَالْحَبِيْبِ۔ تو حبیب وکلیم میں فرق کیا ہے ؟

(نزہتہ المجالس)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کلیم وہ ہے جو مولیٰ کی رضا کا طالب ہے اور حبیب کا مرتبہ یہ ہے کہ مولیٰ اس کی رضا چاہتا ہے، کلیم وہ ہے جو خود چل کر طور پر آتا ہے اور رب سے مناجات کا شرف پاتا ہے اور حبیب وہ ہے۔

يَنَامُ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَيَاتِيْ بِهٖ جِبْرَائِيْلُ۔ جو بستر ناز پر جلوہ فرما ہوتا ہے اور رب العالمین کا پیامی جبرائیل قدم محبوب چوم کر عرض کرتا ہے اے محبوب! رب تعالیٰ آپ کے دیدار کا مشتاق ہے۔ چلیے براق برق رفتار تیار ہے۔ ملائکہ ہیں اور نوریوں کا ہجوم ہے۔

اللہ اکبر! ذرا مقام محبوب کا جائزہ تو لیجیے۔ اللہ کے برگزیدہ اور نہایت ہی مکرم ومعظم رسول جناب کلیم اللہ کو بے حجاب دیکھنے کی تڑپ لے کر کوہ طور پر جاتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں۔

رَبِّ اَرِنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ۔ اے رب! میں تجھے بے حجاب دیکھنا چاہتا ہوں۔ (قرآن مجید)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کلیم! ہماری بارگاہ سے کسی کو نفی میں جواب نہیں ملتا ہم تیار ہیں، مگر کیا تم ہمیں دیکھ سکو گے ؟

لَنْ تَرَانِيْ (قرآن) تم نہیں دیکھ سکتے!

یعنی ہم تو دکھانے کو تیار ہیں، مگر تمہاری آنکھوں میں وہ استعداد ہی نہیں کہ تم ہمیں بے حجاب دیکھ سکو۔ کیونکہ ہمیں بے حجاب دیکھنے اور عین ذات کا مشاہدہ کرنے کی طاقت وصلاحیت تو صرف ایک ہی آنکھ میں ہے اور وہ آنکھ ہے میرے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اللہ نے ایک آسان سی تجلی فرمائی اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس آسان سی تجلی کے بھی متحمل نہ ہو سکے ع۔

طور کا ڈھیر ہوا غش میں پڑے ہیں موسیٰ

لیکن محبوب رب العالمین نے حریم خلوت گاہ قدس میں پہنچ کر عین ذات کا مشاہدہ کیا، کیسے

marfat.com

کیا ؟ ایسے کیا ! ؎ موسیٰ زہوش رفت بہ یک جلوہ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی!

کعبہ کا کعبہ

محبوب رب العالمین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم محبوبانہ انداز سے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ بار بار نگاہیں اٹھتی ہیں۔ وحی کا انتظار ہے۔ قلب اقدس میں یہ تمنا ہے کہ کعبہ ابراہیمی کو قبلہ بنا دیا جائے اور روئے زمین کے مسلمان قیامت تک کعبہ ابراہیمی کی طرف اپنی پیشانیوں کو جھکائیں۔ یہ ہی منظر ہے۔ محبوب کی محبوب نگاہیں بار بار آسمان کی طرف اٹھ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ (قرآن)	محبوب! آسمان کی طرف تمہارے بار بار منہ اٹھانے کو ہم نے دیکھ لیا۔

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا۔ (پ۲ ع۱) قرآن مجید)	ہم عنقریب (کعبہ ابراہیمی) کو قبلہ بنا دیں گے۔ تاکہ تم راضی ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے اور قلب نبوی میں عجلت ہے۔ محبوب کی مرضی ہے کہ کعبہ کو ابھی قبلہ بنا دینے کا حکم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (قرآن) پ۲ ع۲	(اگر جلدی ہے) تو ابھی اپنا چہرہ مسجد الحرام کی طرف کر لیجئے!

حضور علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے۔ حکم آتے ہی بیت المقدس سے کعبہ ابراہیمی کی طرف چہرہ پھیر لیا۔ ؎ ان کی چتون کیا پھری سارا زمانہ پھر گیا

محبوب نے کعبہ کو قبلہ بنایا تو اللہ نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے ابدی طور پر یہ فرض کر دیا کہ جب تک کعبہ ابراہیمی کی طرف سجدہ نہ ہو کسی کا سجدہ قبول نہ ہو گا۔

معلوم ہوا کہ کعبہ کو جو یہ شرف حاصل ہوا کہ روئے زمین کے مسلمان اس طرف سجدہ کرتے ہیں

marfat.com

یہ محبوب رب العالمین کا علیہ ہے۔ یہ ہی وجہ تھی کہ ایک صحابی جن کا نام سعید ابن معلی ہے، وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آواز دی۔ وہ نماز پوری کر کے حاضر دربار ہوتے۔ فرمایا۔ اتنی دیر؟ عرض کی سرکار! میں نماز میں مشغول تھا۔ حضور نے فرمایا۔ کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ (بخاری)

اللہ اور اس کا رسول جب تمہیں بلائے فوراً جواب دو۔

علماء فرماتے ہیں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اگر نمازی نماز پڑھ رہا ہو اور حضور اس کو آواز دیں تو اس پر فرض ہے کہ وہ نماز کو توڑ کر نہیں بلکہ نماز کو چھوڑ کر حاضر دربار ہو، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے کعبہ ہیں۔ نماز کو چھوڑ کر حاضر دربار ہونے اور آپ سے گفتگو کرنے اور آپ کی طرف چلنے سے نماز میں کوئی نقص نہ آئے گا۔ کیونکہ نمازی اپنے چہرہ کو کعبہ سے پھیر کر کعبہ کے کعبہ کی طرف متوجہ کر رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا ہے۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے، کعبہ کا کعبہ دیکھو

ہستی کا نقش اوّل صلی اللہ علیہ وسلم

ہے انہیں کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار
یہ نہ تھے عالم نہ تھا، گر یہ نہیں عالم نہیں

عقل سلیم یہ ماننے پر مجبور ہے کہ ہر سلسلہ کی جانب ماضی میں چلتے چلتے ایک ایسی حد ضرور نکلتی ہے۔ جس سے اس سلسلہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس حد کو اس سلسلہ کا مبدا کہتے ہیں۔ جیسے سلسلہ توالد و تناسل بشری کی جانب ماضی میں ایک حد ضرور ہے۔ جس سے اس سلسلہ کی ابتدا ہوئی اور یہ سلسلہ بشریت اسی ایک ذات سے شروع ہوا ہے۔

marfat.com

قرآن حکیم میں اس ذات کا اسم گرامی حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام ہے آپ سے پہلے کسی بشر کا وجود نہ تھا۔ آپ ہی سے بشریت شروع ہوئی اور آپ ہی بشریت کے مبداء قرار پائے۔ اسی طرح سلسلہ ایجاد وتخلیق کی زمانہ ماضی میں چلتے چلتے ایک ذات پر انتہا ہونی چاہیئے جس کو خلاقِ عالم نے سب سے پہلے پیدا کیا ہو اور عالم ایجاد میں سب سے اوّل اسی پر فیضان وجود فرمایا ہو۔ اس وقت تمام مخلوقات سارے موجودات معدوم ہوں اور صرف وہی ایک ذات لباس وجود سے متصف ہو کر مخلوقِ اوّل کہلانے کی مستحق ہو۔ اسلام نے اسی مخلوق اوّل کا نام نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا۔ اسی پر اصحاب سیر نے اس نور پاک کو حقیقۃ الحقائق جنس عالی۔ رب العالم۔ اصل مخلوقات۔ مبداء موجودات کے مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔ (مواہب لدنیہ / زرقانی)

۵۔ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ — وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

مدارج النبوۃ میں خطبہ کتاب اس آیہ کریمہ سے شروع کر کے یہ ثابت کیا کہ جس طرح یہ کلمات حمد وثنائے حق عزّوجل ہیں اسی طرح یہ صفات نعمت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی مشتمل ہیں کلمہ اوّل اگرچہ اسمائے الٰہی سے ایک اسم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس اسم کو اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی عطا فرمایا ہے جس طرح اپنے اسمائیں سے رؤف و رحیم وغیرہ اسما حضور کو عطا فرمائے ہیں جس پر یہ آیہ کریمہ صاف دلیل ہے۔

۶۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (سورہ توبہ) — بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان اور رحم والے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

marfat.com

فرمایا، جبرائیل نے مجھے آکر یوں سلام کیا:

۷. اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اٰخِرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ظَاھِرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بَاطِنُ۔

سلام ہو آپ پر اے اوّل اے آخر اے ظاہر اے باطن۔

میں نے کہا، اے جبرائیل! یہ تو خالق کی صفات ہیں، مخلوق کو کیوں کر مل سکتی ہیں۔ جبرائیل نے عرض کی خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان صفات کے ساتھ آپ پر سلام عرض کروں۔ اس نے ان صفات کے ساتھ حضور کو فضیلت دی ہے اور تمام انبیاء و مرسلین پر آپ کو خصوصیت بخشی ہے۔ اور اپنے نام وصف سے حضور کے نام و صفت مشتق فرمائے۔ حضور کا نام اوّل اس لیے رکھا کہ آپ سب انبیاءؑ سے آفرینش میں مقدم ہیں اور آخر اس لیے کہ آپ ظہور میں سب سے مؤخر ہیں اور آخر الامم کی طرف خاتم الانبیاء ہیں۔ اور باطن اس لیے رکھا کہ اللہ تعالےٰ نے حضور کے باپ آدم کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے ساق عرش پر سرخ نور سے اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام لکھا اور مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔ میں نے ہزار سال حضور پر درود بھیجا۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے حضور کو بشیر و نذیر اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے دعوت دینے والا اور سراج منیر بنا کر مبعوث فرمایا اور ظاہر اس لیے رکھا کہ اللہ نے اس زمانے میں آپ کو تمام ادیان پر غلبہ دیا اور آپ کا فضل و شرف سب اہل آسمان و زمین پر آشکارا کیا۔ تو ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے حضور پر درود نہ بھیجا ہو اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجے۔ آپ کا رب تو محمود ہے اور آپ محمدؐ۔ اور آپ کا رب اوّل اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے اور آپ بھی اوّل اور آخر اور ظاہر اور باطن ہیں!

ا۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بشارت کو سن کر ارشاد فرمایا:

۸۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فَضَّلَنِیْ عَلٰی جَمِیْعِ النَّبِیِّیْنَ حَتّٰی فِیْ اِسْمِیْ وَصِفَتِیْ

اس خدا کو حمد جس نے مجھے تمام انبیاءؑ پر فضیلت دی۔ یہاں تک کہ میرے نام و صفت میں۔

marfat.com

نیز : طبرانی و بیہقی و بزار کی روایت میں ہے کہ شب معراج جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک جماعت پر ہوا۔ انہوں نے حضور کو ان الفاظ سے سلام کیا :

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا آخِرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَاشِرُ

حضرت جبرئیل نے یہ عرض کی حضور ان کے سلام کا جواب دیجئے۔ یہ حضرت ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ (مواہب لدنیہ)

ان احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسمِ اوّل عطا فرمایا اور اپنے مقربین و مرسلین کو اس کے ساتھ ندا کرنے کا حکم بھی فرمادیا۔

۲۔ ابن حاتم وغیرہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

۰ کُنْتُ اَوَّلَ الْاَنْبِیَاءِ خَلْقًا وَّ آخِرَهُمْ بَعْثًا۔	میں بہ اعتبار خلق کے اوّل انبیا اور بہ اعتبار بعث کے آخر انبیا ہوں۔

۳۔ ابن سعد بطریق مرسل حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

۰ کُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ فِی الْخَلْقِ وَ آخِرَهُمْ فِی الْبَعْثِ۔	میں پیدائش میں لوگوں سے اوّل اور بعث میں ان سے آخر ہوں۔

۴۔ ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

۰۔ اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا۔	میں سب سے اوّل باہر تشریف لاؤں گا جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے۔

۵۔ ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

marfat.com

۱۲۔ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ فَاُكْسٰى حُلَّةً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذَالِكَ الْمَقَامُ غَيْرِيْ۔

میں سب سے اوّل زمین سے باہر تشریف لاؤں گا پھر مجھے جنتی لباسوں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا۔ میں عرش کی داہنی طرف ایسی جگہ کھڑا ہوں گا۔ جہاں تمام مخلوق میں سے میرے سوا کوئی بھی وہاں کھڑا نہ ہو سکے گا۔

۶۔ ترمذی و ابن ماجہ و مسند امام احمد حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور نبی کریم نے فرمایا:

۱۳۔ اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ۔

میں اوّل شفیع اوّل وہ جس کی شفاعت قبول ہو اور یہ کچھ فخر سے نہیں فرماتا۔

۷۔ ابنِ نجار حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّدُقُّ بَابَ الْجَنَّةِ

میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولوں گا۔

۸۔ مسند امام احمد میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا اَوَّلُ مَنْ يُّؤْذَنُ لَهٗ فِي السُّجُوْدِ

میں ہی سب سے اوّل وہ شخص ہوں جس کے لیے سجدہ کی اجازت دی جائے گی۔

۹۔ مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ

میں ہی سب سے اوّل جنت کا دروازہ کھٹ کھٹاؤں گا۔

marfat.com

۱۰۔ ابونعیم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ وَ لَا فَخْرَ۔

میں ہی سب سے اوّل جنت میں داخل ہونگا۔ اور کچھ فخر مقصود نہیں!

۱۱۔ ترمذی۔ دارمی۔ ابونعیم بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس سے راوی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّحَرِّکُ حَلَقَ الْجَنَّۃِ

میں ہی سب سے اوّل دروازہ جنت کی زنجیر ہلاؤں گا۔

۱۲۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ

یُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَیْنَ ظَهْرَانَیْ جَهَنَّمَ فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یَّجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِاُمَّتِہٖ ط

صراط پشت جہنم پر رکھی جائے گی تو میں ہی سب رسولوں سے اوّل اپنی اُمّت کو لے کر گزر فرماؤں گا۔

۱۳۔ ملا علی قاری شرح شفا میں راوی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا اَوَّلُ مَنْ قَالَ بَلٰی فِی الْمِیْثَاقِ۔

میں ہی سب سے اوّل ہوں جو میثاق کے دن بلیٰ کہا۔

۱۴۔ ملا علی قاری شرح شفا میں راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔

اللہ تعالےٰ نے میرے نور کو سب سے اوّل پیدا فرمایا۔

۱۵۔ مواہب لدنیہ میں بسند عبدالرزاق حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ مجھے سب سے پہلی وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے پیدا فرمایا۔ تعلیم فرمائیے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

marfat.com

نے فرمایا: یَا جَابِرُ! اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ۔

اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر یہ نور بقدرت الٰہی جہاں جہاں اس کی مشیت ہوئی دَور فرماتا رہا اور اس وقت نہ لوح و قلم تھے نہ جنت و دوزخ۔ نہ کوئی فرشتہ تھا۔ نہ آسمان و زمین تھے۔ نہ آفتاب و ماہتاب۔ نہ جن تھے نہ انسان۔ الخ

۱۶۔ امام احمد۔ بخاری۔ طبرانی۔ حاکم۔ ابونعیم حضرت میسرۃ الفجر سے راوی کہ انہوں نے عرض کی حضور آپ کو نبوت کب ملی۔ فرمایا:

کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

اس وقت جب کہ آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ قَالَ بَیْنَ خَلْقِ اٰدَمَ وَ نَفْخِ الرُّوْحِ فِیْہِ۔

حضور نے فرمایا میں اس وقت نبی تھا، جب کہ آدم پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور نہ ان میں روح پھونکی گئی تھی۔

کُنْتُ اَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرَھُمْ فِی الْبَعْثِ۔

فرمایا میں پیدائش کے لحاظ سے سب پہلا نبی ہوں اور بعثت کے لحاظ سے پچھلا نبی ہوں۔

واضح ہو کہ نبوت ایک وصف ہے اور وصف کے لیے ذات کا پہلے ہونا ضروری ہے۔ جس سے اس امر کی قطعی وضاحت ہوتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حقیقت محمدیہ موجود تھی۔

۱۹۔ طبرانی کی حدیث میں ہے حضور نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے مجھ سے بھی عہد لیا۔ جیسے دیگر انبیاء سے لیا تھا۔ میں ابراہیم خلیل کی دعا۔ عیسیٰ مسیح کی بشارت ہوں۔ میری والدہ نے خواب دیکھا تھا کہ ان سے ایک چراغ ظاہر ہوا ہے۔

اَضَاءَتْ لَہٗ قُصُوْرُ الشَّامِ

جس کی روشنی میں انہیں شام کے محل نظر آگئے۔

(طبرانی رخصائص کبریٰ ج ۱ ص ۴۴)

marfat.com

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

ان احادیث سے واضح ہوا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز میثاق اقرار ربوبیت میں اوّل ایمان مابعد میں اوّل۔ نبوت میں اوّل۔ روز قیامت بعث میں اوّل۔ قبر سے اٹھنے میں اوّل۔ طلب شفاعت میں اوّل۔ قبول شفاعت میں اوّل۔ دروازہ جنت پر داخل ہونے میں اوّل اذن بالسجود میں اوّل۔ پلصراط پر گزرنے میں اوّل خلق وایجاد عالم میں اوّل۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت ناقابل انکار ہے۔ اور آخر کی ہر دو حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور تخلیق و ایجاد میں ایسے اوّل ہیں کہ آپ سے پہلے عرش و کرسی لوح و قلم جنت و دوزخ۔ آسمان و زمین۔ آفتاب و مہتاب جن و انس حور و ملک میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مخلوق اوّل ثابت ہوئے اور جیسے اللہ رب العزت جل مجدہٗ نے بشریت کا افتتاح سیدنا آدم علیہ السلام سے کیا اسی طرح کائنات کا افتتاح حضور سرور کائنات کے وجود مبارک سے فرمایا اور حضور پُر نور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو مخلوق اوّل کا مرتبہ عطا فرمایا ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہوا!
جان ہیں یہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

ایک شبہ کا ازالہ:۔ بعض احادیث میں قلم کے مخلوق اوّل ہونے کا ذکر ہے جس سے بظاہر احادیث میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ اصل جواب کے لیے دو باتیں قابل ذکر ہیں۔ اوّل۔ جب دو حدیثوں میں تضاد معلوم ہو تو تطبیق دینی چاہیئے۔ جیسا کہ جب آیات قرآنیہ میں بظاہر تعارض معلوم ہو تو تطبیق دی جاتی ہے۔ دوم اولیت دو طرح کی ہوتی ہے۔

۱۔ اولیت حقیقیہ یعنی جو تمام سے پہلے ہو۔ اور کسی چیز کے اعتبار سے بھی بعد میں نہ ہو۔ اور اس کو ہر طرح سے اولیت حقیقی حاصل ہو (۲) اولیت اضافی۔ جو بعض کے اعتبار سے اوّل ہو اور بعض کے اعتبار سے بعد میں بھی ہو۔ بس جس حدیث میں نور نبوی کے اوّل مخلوق ہونیکا ذکر ہے۔

marfat.com

اس میں اولیتِ حقیقی ہے۔ یعنی رب العزت جل مجدہٗ نے سب سے پہلے نورِ نبوی ہی کو پیدا فرمایا۔ حضور کے نورِ پاک سے کوئی مخلوق پہلے پیدا نہیں ہوئی اور جس حدیث میں قلم کے اوّل مخلوق ہونے کا ذکر ہے۔ اس میں اولیّت اضافی ہے۔ یعنی قلم کو حضور پاک کے نورِ پاک کے بعد اور دوسری مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا۔ گویا اولیّت دونوں میں پائی گئی۔ مگر قلم میں اضافی اور نورِ نبوی میں حقیقی۔

اس کو یوں سمجھ لیجیے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوّل الانبیاء ہیں اور سیدنا آدم علیہ السلام کا اوّل الانبیاء ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کو نبوّت حضور کے بعد اور باقی انبیاء سے پہلے عطا ہوئی۔ یعنی حضور تمام انبیاؑ کے اعتبار سے اوّل الانبیاؑ ہیں۔ اور سیّدنا آدم حضور اکرم کے علاوہ جتنے نبی ہیں ان کے اعتبار سے اوّل الانبیاء ہیں۔ چنانچہ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بھی اس حقیقت کو بیان فرمایا:

كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ط	میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم روح و جسم کے درمیان تھے۔

عِلمِ غیبِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

غیب کا ذاتی علم کسی کو حاصل نہیں (وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا کسی کو (اللہ عزوجل کی تعلیم کے بغیر) یہ پتہ نہیں کہ آنے والے کل کو وہ کیا کرے گا۔ علم غیب ذاتی کا مالک صرف اللہ عزوجل ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث نبویہ میں جہاں کہیں بھی غیر اللہ سے علم غیب کی نفی وارد ہوئی ہے۔ اس سے مراد ذاتی علم غیب ہے۔ یعنی خدا کی تعلیم اور اس کی عطا کے بغیر کسی کو کوئی علم نہیں۔

لیکن علم غیب عطائی تو یہ بلاشبہ ہر نبی کو حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ نبی کے واسطہ سے اولیاء کرام کو بھی واقعات آئندہ کی خبر ہو جاتی ہے۔ کتابِ مجید میں فرمایا:

marfat.com

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ — اللہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، اپنے محبوب رسولوں کو۔

رسولوں میں سب سے افضل و اعلیٰ رسول حضور سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم ہیں اور آپ اللہ کے محبوب اکبر بھی ہیں۔ اور خلیفہ مطلق بھی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ عطا فرمایا۔ اور ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک کے تمام علوم سرکار کے سینہ اقدس میں ودیعت رکھ دیئے۔ آپ کے سینہ اقدس کو کشادہ فرمایا اور اس میں وہ قوتِ علمیہ پیدا کر دی جس سے کائنات کی کوئی شے آپ کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہی۔ ذیل میں ہم ان احادیث کا ذکر کرتے ہیں جن میں حضور نے واقعاتِ آئندہ بیان فرمائے اور آپ کے ارشادات حرف بحرف پورے ہوئے۔ اگرچہ ان تمام پیش گوئیوں کا حصر تو دشوار ہے۔ تاہم ثبوتِ مقصد کے لیے یہ بھی کافی ہے۔

شہادتِ امام حسینؓ کی اطلاع

حضرت ابن الحارث کہتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا یَعْنِیْ الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِاَرْضٍ یُقَالُ لَهَا کَرْبَلَا ۔ (خصائص ص ۱۲۵ ج ۲)

میرا یہ فرزند حسین علیہ السلام اس زمین میں شہید ہوں گے جس کا نام کربلا ہے۔

طبرانی کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضور اکرم نے سیدنا امام حسینؓ کی شہادت کی تاریخ بھی بیان فرمائی اور فرمایا۔ یہ میری ہجرت کے ساٹھویں سال شہید کیے جائیں گے۔ (ماثبت بالسنۃ)

سیدہ کی وفات کی اطلاع

ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم نے سیدہ فاطمہ کو بحالت علالت بلایا اور ان کے کان میں کوئی بات کہی۔ حضرت فاطمہ رونے لگیں۔ پھر کچھ عرصہ بعد حضور نے ان کے کان میں کچھ فرمایا۔ تو حضرت فاطمہ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ میں نے سیدہ سے رونے اور پھر ہنسنے کی وجہ دریافت

marfat.com

کی تو سیدہ نے فرمایا کہ پہلی بار حضور نے یہ فرمایا تھا کہ میرا اسی مرض میں وصال ہوگا جس کی وجہ سے میں رونے لگی۔ پھر دوبارہ آپ نے فرمایا کہ:

ثُمَّ سَارَنِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اِنِّیْ اَوَّلُ اَھْلِ بَیْتِہٖ اَتْبَعُہٗ فَضَحِکْتُ۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۱۲)

میری اہل بیت میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے ملو گی تو میں ہنسنے لگی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضور کی وفات کے چھ ماہ بعد سیدہ فاطمہ نے وفات پائی۔

حضرت عثمان و عمر کی شہادت کی اطلاع

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں ہم حضور کے ہمراہ ایک باغ میں تھے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضور نے فرمایا اجازت ہے اور ابوبکر کو جنت کی بشارت دے دو۔ آپ کے بعد حضرت عمر و عثمان نے اندر آنے کی اجازت طلب کی جس پر آپ نے فرمایا:

اِئْذَنْ لَہٗ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ وَ بِالشَّھَادَۃِ۔ (طبرانی)

ان کو بھی اجازت ہے اور ان کو شہادت اور جنت کی خوشخبری سنا دو۔

غور فرمایئے۔ حضور اکرم حضرت عثمان علی و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شہید ہونے کی اطلاع دے رہے ہیں اور نہ صرف یہ بلکہ یہ بھی بتا رہے ہیں کہ یہ لوگ کسی مرض میں نہیں وفات پائیں گے۔ بلکہ شہید کیے جائیں گے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم کو واقعاتِ آئندہ کی بھی اطلاع تھی۔ اگر نہیں تھی تو آپ نے ان حضرات کی شہادتوں کی اطلاع کیسے دے دی؟

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب پر
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

حضرت علی کی شہادت کی اطلاع

حضرت علی فرماتے ہیں کہ حضور نے مجھ سے فرمایا تمہیں ایک ضرب یہاں اور ایک ضرب یہاں لگے گی اور آپ نے کنپٹی کی طرف اشارہ فرمایا۔

marfat.com

فَیَسِیْلُ دَمًا حَتّٰی یَخْضِبَ لِحْیَتَکَ۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۳)

پھر تمہارے خون نکلے گا اور تمہاری داڑھی خون میں تر ہو جائے گی۔

اس حدیث میں حضور اکرم نے حضرت علی کی شہادت کا نقشہ کھینچ دیا اور اس کی کیفیت بھی بیان فرمادی۔ حاکم کی روایت میں ہے ایک بار حضرت علی بیمار ہوئے لوگوں نے آپ کی حالت دیکھ کر کہا معلوم ہوتا ہے کہ علی اسی مرض میں انتقال کر جائیں گے۔ جس پر حضور نے فرمایا:

لَنْ یَّمُوْتَ اِلَّا مَقْتُوْلًا

ہر گز نہیں علی تو شہید ہوں گے۔ یعنی اس مرض میں ان کا انتقال نہیں ہوگا۔

حضرت میمونہ کے متعلق اطلاع

حضرت میمونہ مکہ میں بیمار ہوگئیں۔ ان کے عزیز واقارب گھبرائے تو آپ نے فرمایا:

اَخْرِجُوْنِیْ مِنْ مَّکَّۃَ فَاِنِّیْ لَا اَمُوْتُ بِھَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَنِیْ اِنِّیْ لَا اَمُوْتُ بِمَکَّۃَ۔ (بیہقی)

مجھے مکہ شریف سے لے چلو کیونکہ میں مکہ میں وفات نہیں پاؤں گی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا ہے۔

چنانچہ ان کے عزیز واقارب ان کو مکہ سے لیکر مدینہ آگئے۔ تو مدینہ ہی میں ان کا وصال ہوا۔ اس حدیث سے جہاں اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ حضور اکرم کو یہ بھی معلوم ہے کہ کون کہاں اور کس شہر میں انتقال کرے گا۔ وہاں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان کو بھی دیکھئے کہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر کتنا پختہ یقین ہوتا تھا۔

مقتولین بدر کے متعلق ارشاد

امام مسلم حضرت انس سے راوی کہ معرکہ بدر کے پیش آنے سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ہمراہ میدان بدر میں تشریف لے گئے اور زمین پر اپنا دستِ مبارک رکھ کر فرمایا یہ فلاں کافر کی قتل گاہ ہے اور یہ فلاں کی۔ یہاں قریش کا فلاں سردار مارا جائے گا اور یہاں فلاں۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ:

marfat.com

فَمَا مَاتَ وَمَا تَجَاوَزَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (مسلم)

جس کافر کے لیے جو جگہ حضور نے مقرر فرمادی وہیں اس کی لاش خاک و خون میں لتھڑی ہوئی پائی گئی (غزوہ بدر)

غور فرمایئے! حضور اکرم معرکہ بدر کا نقشہ جنگ شروع ہونے سے پہلے بیان فرمار ہے ہیں اور صحابہ کو اطمینان دلا رہے ہیں کہ فکر مت کرو۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو ہی فتح ہوگی اور دیکھو یہ ہیں وہ مقامات جہاں سرداران قریش دم توڑدیں گے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ چشم نبوی سے واقعات آئندہ بھی پوشیدہ نہیں ہیں اور حضور کی مقدس نورانی آنکھیں ساری کائنات کا مشاہدہ فرما رہی ہیں۔

مافی الارحام کی اطلاع

امام ابونعیم حضرت ابن عباس سے راوی کہ مجھے ام فضل نے کہا کہ میں حضور اکرم کے قریب سے گزری تو آپ نے مجھ سے فرمایا:

اَنَّكِ حَامِلٌ بِغُلَامٍ فَاِذَا وَلَدَتِّهٖ فَائْتِنِیْ (رحمۃ اللہ علی العالمین ص۳۰۴)

کہ تو ایک فرزند کے ساتھ حاملہ ہے جب وہ پیدا ہو جائے۔ تو اس کو میری خدمت میں لانا۔

ام فضل فرماتی ہیں حضور اکرم کی پیش گوئی کے مطابق لڑکا پیدا ہوا۔ میں اس کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ حضور نے بچہ کے سیدھے کان میں اذان دی اور بائیں میں اقامت کی اور اپنا لعاب دہن لڑکے کے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا:

اِذْهَبِیْ بِاَبِی الْخُلَفَاءِ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰہِ ط (صفحہ مذکور)

اس خلیفوں کے باپ کو لے جا اور آپ نے بچہ کا نام عبداللہ تجویز فرمایا۔

ام فضل کہتی ہیں۔ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا حضور نے اس کا نام عبداللہ رکھا ہے اور اس کو خلیفوں کا باپ کہا ہے حضرت ابن عباس نے جواب دیا کہ جو کچھ حضور نے فرمایا ہے

marfat.com

حق ہے۔ چنانچہ آپ کی پیش گوئی کے مطابق عبداللہ خلیفوں کے باپ ہوئے۔ مہدی۔ سفاح وغیرہ آپ کی ہی اولاد سے خلیفہ ہوئے۔

اس حدیث سے کئی باتیں ثابت ہوئیں۔

۱. حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ما فی الارحام کی بھی خبر ہے۔

۲. آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس لڑکے کی اولاد میں بادشاہ ہوں گے یا فقیر۔

۳. بچہ کے سیدھے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہنا مسنون ہے۔

۴. کسی بزرگ کا جھوٹا برکت کے لیے کھانا یا کھلانا جائز ہے۔

قیصر و کسریٰ کے متعلق اطلاع

حضور اکرم نورِ مجسم محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ (مسلم)

جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو پھر دوسرا قیصر نہ ہوگا۔

حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ پیش گوئی اس وقت فرمائی تھی۔ جب کہ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں پورے جاہ و جلال کے ساتھ خطۂ زمین پر حکمران تھیں اور بظاہر ان کی بربادی کا کوئی سامان بھی نہ تھا۔ مگر منادی حق صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے یہ الفاظ آج بھی حضور کے غیب داں ہونے پر دلیل ظاہر ہیں۔ دیکھ لیجیے۔ کسریٰ کی ہلاکت کے بعد میں پھر دوسرا قیصر نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔

کسریٰ کے کنگن

ایک بار حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا:

كَيْفَ بِكَ اِذَا لَبِسْتَ سِوَارَيْ كِسْرٰى. (خصائص کبریٰ)

سراقہ! تیری کیا شان ہوگی۔ جب تو کسریٰ شہنشاہ ایران کے کنگن پہنے گا۔

حضور اکرم کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے یہ جملے خلافت فاروقی میں پورے ہوئے۔

marfat.com

ایران فتح ہوا تو کسریٰ کے کنگن مالِ غنیمت میں آئے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے وہ کنگن سراقہ کو پہنا کر فرمایا۔ پاکی ہے اسے جس نے کسریٰ بن ہرمز سے کنگن چھین لیے اور سراقہ بن مالک اعرابی مدلجی کو پہنا دیے۔ (بیہقی)

حدیث بالا تین پیش گوئیوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ خلافتِ فاروقی کی صداقت پر کہ سیدنا فاروق اعظم نے سراقہ کو کنگن پہنا کر ارشادِ رسول کو پورا کیا۔

۲۔ فتح ایران کہ ایران مسلمان ضرور فتح کریں گے۔

۳۔ اور فتح ایران تک حضرت سراقہ زندہ بھی رہیں گے۔

۴۔ یہ کنگن سونے کے تھے اور سونا مرد کو حرام ہے۔ مگر حضور اکرم چوں کہ مالکِ شریعت ہیں۔ اس لیے آپ کو اختیار ہے کہ کسی حرام چیز کو کسی کے لیے حلال فرما دیں۔ اور یہ بات آپ کی خصوصیات سے ہے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ سیدنا فاروقِ اعظم نے صرف حضور اکرم کے ارشاد کی تعمیل میں یہ سونے کے کنگن سراقہ کو پہنا دیے تھے۔ ورنہ وہ بھی جانتے تھے کہ سونا مرد کے لیے حرام ہے۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ صفحہ ۱۱۳)

ایک دن ازواج مطہرات نے عرض کی۔ حضور بتائیے کہ آپ کی وفات کے بعد ہم میں سب سے پہلے کون انتقال کرے گا۔ حضور نے فرمایا۔

اَطْوَلُکُنَّ یَدًا (رحمۃ اللہ علی العالمین ۴۷) جو تم میں سب سے زیادہ خیرات کرتی ہیں۔ (بیہقی)

ازواج مطہرات فرماتی ہیں کہ جب حضرت زینب کا انتقال ہوا تو ہم نے سمجھ لیا کہ حضور نے انہیں کے متعلق پیش گوئی فرمائی تھی۔ نیز حضرت زینب بہت سخی تھی۔

حضرت عمار کے متعلق پیش گوئی

حضور علیہ السلام نے حضرت عمار بن یاسر سے فرمایا تھا کہ تمہیں باغی جماعت قتل کرے گی،

marfat.com

چنانچہ حضرت عمار کو حضور اکرم کی اس پیش گوئی پر اتنا یقین تھا کہ ایک بار آپ بیمار ہو گئے۔ آپ کی بیوی آپ کی حالت کو دیکھ کر رونے لگیں۔ حضرت عمار نے فرمایا غم مت کرو میں اس بیماری میں وفات نہیں پاؤں گا، کیونکہ

فَاِنَّ حَبِیْبِیْ اَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ تَقْتُلُنِیْ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ۔ وَاِنَّ اٰخِرَ زَادِیْ مِنَ الدُّنْیَا مُذْقَۃُ لَبَنٍ۔ (کنز العمال جلد ۷)

میرے حبیب حضور علیہ السلام نے مجھے خبر دی تھی کہ مجھے باغی جماعت قتل کرے گی۔ اور اس دنیا میں آخری وقت جو چیز میں کھاؤں گا وہ دودھ ہو گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا جب باغی جماعت نے صفین کے جھگڑے میں عمار کو پکڑا تو ان کے سامنے دودھ کا پیالہ پیش کیا۔ آپ نے پیا اور پھر مسکرائے۔ کسی نے سبب مسکراہٹ پوچھا، تو عمار نے کہا۔ دیکھو حضور کی اطلاع کے مطابق مجھے دودھ پلایا جا رہا ہے۔ پھر آپ کو شہید کر دیا گیا۔ (حاکم)

عبداللہ بن بسر کی عمر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن بسر کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

یَعِیْشُ ھٰذَا الْغُلَامُ قَرْنًا فَعَاشَ مِائَۃَ سَنَۃٍ۔ (تاریخ صغیر بخاری)

اس لڑکے کی عمر ایک سو سال ہوگی؛ چنانچہ ان کی عمر سو سال کی ہوئی۔

حضرت عروہ کے متعلق پیشگوئی

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی نے عرض کی حضور مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دوں۔ اس پر حضور نے فرمایا:

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّھُمْ قَاتِلُوْکَ (بیہقی / حجۃ اللہ ص۵۰۱)

عروہ تمہاری قوم تم کو قتل کر دے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت عروہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور ان کو تبلیغ کی۔ مگر قوم اسلام نہ لائی اور فجر کی نماز پڑھتے ہوئے ایک ثقفی نے آپ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا۔

marfat.com

قاتل و مقتول جنتی

عکرمہ بن ابوجہل نے اسلام لانے سے سے پہلے ایک انصاری کو قتل کر دیا۔ جب حضور کو اطلاع ہوئی تو آپ مسکرانے لگے۔ انصار نے عرض کی، سرکار ہماری جماعت کا ایک فرد مارا گیا اور حضور مسکرا رہے ہیں۔ اس نے فرمایا میں اس لیے ہنس رہا ہوں کہ :

مَا ذَا اَضْحَكَنِيْ وَلٰكِنَّهٗ قَتَلَهٗ وَ هُوَ مَعَهٗ فِيْ دَرَجَتِهٖ حجۃ اللہ علی العالمین ۳۵۹	مجھے یہ بات ہنسا رہی ہے کہ قاتل و مقتول جنت میں ایک ہی درجہ میں ہوں گے۔

اس حدیث سے دو باتوں کی وضاحت ہوتی ہے اول :

عکرمہ نے بحالت کفر انصاری کو قتل کیا تھا انصاری شہید ہوئے، لیکن حضور نے قاتل و مقتول دونوں کو جنتی قرار دیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بھی معلوم تھا کہ عکرمہ عنقریب ایمان لے آئیں گے۔ ان دونوں کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ سبحان اللہ!

حضرت زید بن ارقم کا بیان

حضرت زید ابن ارقم کہتے ہیں ایک دن حضور اکرم نے مجھ سے فرمایا، ابوبکر کے گھر جاؤ۔ وہ تمہیں اپنے گھر میں ملیں گے۔ ان کو جنت کی بشارت دے دینا۔ پھر تم کو مقام ثنیہ پر عمر گدھے پر سوار ملیں گے۔ ان کی پیشانی چمک رہی ہوگی۔ ان کو بھی جنت کی بشارت دینا۔

ثُمَّ انْطَلِقْ حَتّٰى تَاْتِيَ عُثْمَانَ فَتَجِدُهٗ فِي السُّوْقِ يَبِيْعُ وَ يَشْتَرِيْ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ بَعْدَ بَلَاءٍ فَانْطَلَقْتُ فَوَجَدْتُهُمْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ما دطرانی رخصائص کبریٰ ۲۶ ص ۱۲۱)	پھر تم چلو گے حتیٰ کہ تم کو عثمان بازار میں خرید و فروخت کرتے ہوئے ملیں گے ان کو بھی جنت کی خوشخبری دینا بعد مصیبت اٹھانے کے زید بن ارقم کہتے ہیں جب میں ان حضرات کے پاس پہنچا تو جیسا حضور نے فرمایا تھا اسی حالت میں

marfat.com

ان سب کو پایا۔

دیکھئے اس حدیث کے ہر لفظ سے حضور اکرم کا غیب داں ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ حضور اکرم نے زید بن ارقم سے جس صحابی کی جس حالت کو بیان فرمایا۔ زید نے اسی حالت میں اس صحابی کو پایا۔ اس سے بھی اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ حضور اکرم کی مقدس نورانی آنکھوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور سرکار پر ساری دنیا ظاہر اور روشن ہے!

الغرض ان احادیث پر بہ نظر ایمان غور کیجئے اور انصاف کیجئے کہ صحابہ کرام واقعات آئندہ کس کے ساتھ حضور سے پوچھ رہے ہیں اور حضور ان کے سوالات پر یہ نہیں فرماتے۔ مجھ سے کیوں پوچھتے ہو، مجھے کیا خبر ہے۔ غیب کا علم تو صرف خدا ہی کو ہے۔ بلکہ آپ سب کو جواب دے رہے ہیں۔ جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ انبیاء کرام کے حواس عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے۔ ان کا علم و فہم وہبی ہوتا ہے وہ اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں اور کائنات ان کی نظروں کے سامنے ہوتی ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ بعض افراد انبیاء کرام کے اس منصب کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبی کو غیب کا علم نہیں ہوتا۔ حالانکہ انبیاء کے علم میں طعن کرنا علامت منافقت ہے۔ تفسیر خازن میں امام سدی نے اس روایت کو ذکر کیا ہے کہ ایک بار حضور اکرم نے فرمایا۔ میری امت اپنی صورتوں میں مجھ پر پیش کی گئی جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی۔

وَاَنَا عَلِمْتُ مَنْ يُّؤْمِنُ بِيْ وَمَنْ يَّكْفُرُ ۔ اور میں یہ جانتا ہوں کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔

جب منافقوں نے یہ سنا تو بطور استہزاء و تمسخر کہنے لگے۔ اچھا۔ اب محمد یہ بھی دعویٰ کرنے لگے کہ کون ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ حالانکہ ہم دل سے ایمان نہیں لائے اور حضور ہم کو نہیں جانتے۔ جب منافقوں کے اس قول کی اطلاع حضور اکرم کو پہنچی۔ تو آپ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔

مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِيْ ۔ اس قوم کا کیا حال جو میرے علم میں کلام

marfat.com

عِلْمِیْ فَوَاللّٰہِ لَا تَسْئَلُوْنِیْ مِنْ شَیْءٍ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَ السَّاعَةِ اِلَّا نَبَّاْتُکُمْ

کرتی ہے۔ خدا کی قسم نہیں پوچھو گے تم وہ جو تمہارے اور قیامت کے درمیان ہے، مگر میں سب کی خبر دوں گا۔ (تفسیر خازن

لہٰذا۔ منکرین کو میرا دیانت دارانہ مشورہ یہ ہے کہ انبیاء کرام اور خصوصاً حضور سید المرسلین علیہ السلام کے منصب و مقام میں کلام کرنے سے باز رہیں، کیونکہ یہ ہستی مقدس ہے جو افضل الخلائق اور امام المرسلین ہے اور جس کی محبت اور عزت ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے اور ان کی شان میں ادنیٰ بے احتیاطی سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ پھر علمِ غیب نبوی کا مسئلہ تو حضور کے اعظم معجزات و خصوصیات سے ہے ہے جلد ۱ صفحہ ۳۸۲)

فلسفی کو منکر خانہ است!
از حواس انبیاء بیگانہ است؟

میلاد النبی

اگر حضورِ اکرم شفیعِ اعظم۔ فخرِ آدم و بنی آدم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت و بعثت پر محبت و عقیدت سے غور کیا جائے جو پروردگار عالم کا سب سے بڑا فضل و اکرام ہے جس کے صدقہ میں اس کی ساری خدائی ظہور میں آئی اور اپنی اس عظیم الشان نعمت و رحمت کے طفیل میں اس نے اپنے بندوں کو بے شمار احسانات۔ اکرامات اور انعامات سے نوازا۔ تو اس نعمت سراپا برکت کے ذکر و بیان کے لیے مجلس و محفل کی معقولیت اور اس کا محمود و پسندیدہ ہونا نہایت واضح طور پر معلوم ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اگر بعض آیاتِ قرآنی پر بھی غور و خوض کیا جائے تو میلاد شریف کے لیے ہر مناسب اہتمام کا جائز بلکہ مستحب ہونا آفتاب سے بھی کہیں زیادہ روشن معلوم ہو گا۔ مثلاً:

marfat.com

أَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ — اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ — اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی کا اظہار کرو۔

فَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اس حقیقت سے ہر شخص باخبر ہے کہ خدا کا سب سے بڑا فضل اور اس کی سب سے بڑی نعمت رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ اور بعثت طیبہ ہے اور آپ کی ولادت اور بعثت پر مسرت و شادمانی کے اظہار کا نام عید میلاد النبی ہے۔ جو حقیقت میں مومنوں کی حقیقی عید ہے۔ کیونکہ دنیا و آخرت کی تمام عیدیں اسی "صبح عید" کی مرہونِ منت ہیں۔

وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ۔ — انہیں خدا کے دنوں کو یاد دلاؤ۔

وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ط — اے نبی! ہم نے آپ کا ذکر بلند فرمایا

اس میں شک نہیں کہ ہر لیل و نہار اور تمام ایام کو خدائے تعالیٰ ہی نے پیدا فرمایا ہے۔ لیکن ان میں بعض ایسے ایام بھی ہیں جو اپنی مخصوص افضلیت اور بزرگی کی وجہ سے ایام اللہ (خدا کے دن) کے مبارک لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ خدا کے ان مخصوص ایام میں سے حضور کی ولادت مبارک کا یوم بھی عظیم الشان یوم ہے جس کی یاد دلانا مسلمانوں کی عین سعادت مندی ہے اور جب کہ پروردگارِ عالم حضور کے ذکر کو بلند فرماتا ہے، تو مسلمانوں کا حضور کے ذکر کو (فضائل و مناقب اور معجزات و ولادت شریفہ وغیرہ) بیان کر کے بلند کرنا۔ یہ رضائے الٰہی کے عین مطابق ہے۔ لہٰذا میلاد رسول کی مجالس قائم کرنا اور آپ کی ولادت و بعثت پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا، ان مذکورہ بالا آیتوں پر عمل ہے

قرآن حکیم اور میلاد

قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے کہ اللہ عزوجل نے اس میں متعدد انبیاء کے حالاتِ زندگی۔ ان کی ولادت ان کی سیرت و صورت۔ ان کے کارنامے ان کے فضائل و مناقب کا ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً:

marfat.com

۱. حضرت آدم کا پیدا ہونا۔ ان کا جنت میں قیام۔ دانہ گندم کھانا۔ فرشتوں کا ان کو سجدہ کرنا فرشتوں کا ان کی پیدائش پر سوال کرنا۔ پھر ان کا زمین پر آنا۔

۲. حضرت نوح علیہ السلام کے مصائب۔ ان کی تبلیغی سرگرمیاں۔ ان کے کارنامے۔ پھر ان پر کتنے افراد ایمان لائے۔ ان کا دعا کرنا۔ طوفان کا آنا۔ کشتی بنانا وغیرہ۔

۳. حضرت سلیمان و داؤد علیہم السلام کی حکومت و سلطنت۔ ان کا جاہ و جلال۔ ہوا پر حکومت، جنوں کا تابع ہونا۔ پہاڑوں اور پرندوں کا ان کے لیے مسخر ہونا۔ لوہے کا نرم ہونا۔

۴. حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات زندگی۔ نمرود سے مقابلہ۔ آپ کا پرندوں کو زندہ کرنا۔ کعبہ بنانا۔ خواب دیکھنا۔ سیدنا اسماعیل کو خدا کی راہ میں قربان کرنا اور حضور اکرم کی بعثت کے لیے دعا کرنا۔

۵. حضرت موسیٰ کی پیدائش۔ ان کی شیر خوارگی کے حالات۔ ان کی پرورش۔ ان کا بکریاں چرانا نکاح کرنا۔ نبوت ملنا۔ فرعون سے مقابلہ، کوہ طور پر جانا۔ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونا۔ پھر واپس آنا۔

۶. حضرت عیسیٰ کی ولادت پیدائش کے بعد فوراً ہی آپ کا کلام کرنا۔ حضرت مریم کا حاملہ ہونا۔ حضرت جبرئیل سے ان کی گفتگو۔ حضرت مریم کا درد زہ میں مبتلا ہونا۔ پھر اس تکلیف میں یہ کلمات زبان پر لانا یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا۔ پھر حضرت مریم نے اس وقت کیا غذا کھائی۔

غرضیکہ ان مثالوں سے واضح ہو گیا کہ قرآن حکیم میں خود اللہ عزوجل نے انبیاء کرام کے حالات زندگی ان کے معجزات اور ان کے منصب و مقام کو بیان فرمایا ہے جس سے ثابت ہوا کہ انبیاء اکرام کی ولادت کا ذکر کرنا سنت الٰہی ہے اور ایک ایسا جائز امر ہے جس کی ممانعت پر کوئی دلیل شرعی موجود نہیں ہے!

قرآن میں میلاد النبی

اس طرح قرآن حکیم میں حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد کا ذکر موجود ہے۔ بلکہ یوں کہیے کہ سارا قرآن ہی حضور کا میلاد ہے اور قرآن کی ہر آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے۔ مثلاً:

marfat.com

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ ..... الخ	اے مسلمانو تمہارے پاس ایک عظیم الشان رسول تشریف لے آئے۔ یہ آپ کی ولادت کا ذکر ہے۔
لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا	اس میں حضور اکرم کے نسب نامہ کا بیان ہے۔ اس میں حضور کے اوصاف کا تذکرہ ہے۔ ہم نے مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا کہ ان میں اپنے رسول کو بھیج دیا۔
قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔	تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور آیا۔
هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى۔	خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا اس مضمون کی متعدد

آیات ہیں جن میں حضور کی ولادت شریفہ کا ذکر ہے۔

پھر ان آیات کو لیجیے جن میں حضور اکرم کے منصب و مقام کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ ہادی ہیں۔ یہ سراج منیر ہیں یہ نذیر ہیں۔ صاحب حکمت اور صاحب خلق عظیم ہیں۔ معلّم کائنات ہیں۔ قرآن کے شارع ہیں، مزکّی ہیں۔ داعی الی اللہ ہیں حاکم ہیں۔ مطاع ہیں۔ آمر ہیں۔ ناہی ہیں۔ رحمت ہیں نور ہیں۔ اللہ کے خلیفہ ہیں ان کا حکم ہے ان کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ ان کی بیعت خدا کی بیعت ہے۔ ان کی رضا خدا کی رضا ہے۔ یہ سید المرسلین خاتم النبیین ہیں اور رحمۃ العالمین ہیں۔

نماز میں میلاد

پھر لطف یہ ہے کہ نماز میں بھی حضور اکرم کا میلاد ہوتا ہے۔ جب امام نماز کے لیے کھڑا ہوا۔ اس کے پیچھے ایک جماعت ہے۔ قیام بھی ہو رہا ہے۔ اب امام مذکورہ بالا آیات کی تلاوت کرتا ہے۔ مثلاً وہ پڑھتا ہے:

marfat.com

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ — محمد اللہ کے رسول ہیں۔

"رسول" کے معنیٰ "بھیجے ہوئے" کے ہیں اور بھیجے ہوئے کے لیے آنا ضروری ہے۔ گویا نماز میں بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر ہو گیا۔ سبحان اللہ۔

تمام انبیاء کرام حضور کے میلاد خواں ہیں

قرآن و حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تمام انبیاء کرام نے اپنے اپنے زمانہ میں حضور اکرم کی تشریف آوری کی خوشخبری دی ہے۔ اور تمام انبیاء کرام نے اپنی امتوں کے سامنے حضور کے فضائل و مناقب اور آپ کی صفات کا ذکر فرمایا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب خانہ کعبہ تعمیر فرمائے تھے اس وقت آپ نے دعا مانگی تھی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا — الٰہی ان میں ایک عظیم الشان رسول کو مبعوث فرما۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِيْمَ وَكَانَ اٰخِرُ مَنْ بَشَّرَنِیْ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔ (ابن عساکر) — میں اپنے (ظاہری) باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور سب سے آخر میں جس نے میری آمد کی بشارت دی۔ وہ عیسیٰ ہیں۔

قرآن حکیم میں ہے، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ۔ (قرآن حکیم) — میں ایک رسول کی خوشخبری سنانے کے لیے آیا ہوں۔ جس کا نام نامی احمد ہے۔

اللہ اکبر! اللہ عزوجل نے ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت عیسیٰ کو مبعوث فرمایا اور ان کے فرائض نبوت کا ایک فرض یہ رکھا کہ وہ یہ اعلان کر دیں کہ میرے بعد خاتم النبیین تشریف لا رہے ہیں۔

یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت بڑی خصوصیت ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کی تشریف آوری کا مژدہ سنانے کے لیے ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت مسیح کلمۃ اللہ کو مبعوث فرمایا

marfat.com

اسی سے اندازہ کر لیجیے کہ اگر حضور اکرم ہمارے جیسے بشر ہی تھے یا بقول منکرین سنت حضور اکرم محض قاصد تھے اور آپ کا کام صرف قرآن کو اُمت تک پہنچانا ہی تھا۔ تو گیا عام بشر اور قاصد محض کے لیے بھی یہ اہتمام ہوتا ہے۔ کہ اس کی تشریف کا مژدہ سنانے کے لیے ایک پیغمبر کو بھیجا جائے
سچ ہے ؎

حسینوں میں حسیں ایسے کہ محبوب خدا ٹھہرے
نبیوں میں نبی ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھہرے

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی الانبیاء، امام المرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ آپ کی رسالت عام ہے اور آپ کی بعثت اوّل دنیا سے آخر عالم تک تمام مخلوق کے لیے ہے اور تمام انبیاء کرام حضور کے اُمتی ہیں۔ اسی لیے فرماتے ہیں کہ مجھے قسم ہے اس کی جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے۔ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو۔

مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اَنْ يَّتَّبِعَنِىْ
(احمد، دارمی، بیہقی)

میری پیروی کے سوا ان کو چارہ کار نہ ہوتا۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء کرام بھیجے۔ سب سے حضور پر ایمان لانے کا عہد لیا اور پھر عہد بھی ایسا پختہ اور مضبوط عہد کہ فرمایا:

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۔ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ط

کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ (انبیاء کرام) نے عرض کی۔ ہم اقرار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اب ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

marfat.com

س عہد ربانی کے بعد حضرات انبیا کرام حضور کے ذکر جمیل سے رطب اللسان رہتے ہیں اور آپ پر ایمان لانے کا اپنی امتوں سے عہد لیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ قدیم سے اُمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعائیں کرتی تھیں اور آپ کے توسل سے دشمنوں پر فتح چاہتی تھی۔ قرآن میں ہے۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ ط

(حضور کی پیدائش سے پہلے لوگ حضور کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ آیت لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیا کے نبی ہیں اور تمام انبیا اور ان کی اُمتیں حضور کی اُمت ہیں۔ اُمتیوں کو جو نسبت انبیا کرام سے ہوتی ہے۔ وہی نسبت انبیا کرام کو حضور سید المرسلین سے ہے۔ (خصائص کبریٰ ص۱ ج ۴)

سبحان اللہ۔ لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور انبیاء کو یہ حکم ہے کہ میرے آخری رسول پر ایمان لاؤ۔ ان کا چرچا کرو۔ انہیں کے گیت گاؤ۔ کیونکہ یہ اصل الاصول اور مقصود اصل ہیں اور تم سب تابع اور طفیلی ہے

مقصود ذاتِ اوست دگر جملگی طفیل

غرض کہ تمام انبیاء کرام حضور سرورِ کائنات کے میلاد خوان رہے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور آنے والے ہیں اور ہم لوگ یہ کہتے ہیں کہ سرکار تشریف لے آئے ہیں۔ ان کا دامن تھام لو۔ انہیں کے ہو رہو۔ خدا تمہارا ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ میلاد سنتِ انبیاء بھی ہے۔

حضور نے خود اپنا میلاد پڑھا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک دن دربار نبوی میں حاضر ہوئے۔ قریش کی طرف سے کوئی ناگوار بات حضور تک پہنچی جس پر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے۔ منبر پہ کھڑے ہو کر فرمایا:

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

بتاؤ! میں کون ہوں۔ سب نے عرض

marfat.com

وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ أَنَا | کی، آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(مشکوٰۃ فضائل النبی، ترمذی)

پھر آپ نے فرمایا۔ میں محمد ابن عبداللہ ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے بہترین مخلوق میں پیدا فرمایا۔ پھر اس مخلوق کے دو حصے کیے۔ مجھے بہترین مخلوق میں بنایا۔ پھر عرب کے چند قبیلے کیے۔ مجھے بہترین قبیلہ میں بنایا۔ پھر قریش کے چند خاندان بنائے۔ مجھے سب سے بہتر خاندان بنی ہاشم میں بنایا۔

فَأَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا (ترمذی) | تو میں نفس اور بیت کے لحاظ سے سب سے افضل ہوں۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ مِنْهُ (مشکوٰۃ) | اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش بنی آدم کے اس خاندان میں فرمائی جو ہر زمانہ میں بنی آدم کی جماعتوں میں افضل رہا ہے۔

لیجئے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اپنی ولادت اور اپنے اوصاف عالیہ کو منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرما رہے ہیں جس سے واضح ہوا کہ میلاد پڑھنا خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنت ہے۔

مجلس میلاد کے لیے فرش و منبر کا اہتمام

مجالس نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہتمام و انتظام کے جواز پر نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے صدیوں کا تعامل اور علمائے کرام و مشائخ عظام کے بے شمار اقوال پیش کیے جاتے ہیں، بلکہ خود رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور صحابہ کرام کی پاک زندگی میں مجالس کے اہتمام پر براہین اور شواہد موجود ہیں۔

marfat.com

عَنْ عَائِشَةَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ يُنَافِحُ وَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُؤَيِّدُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا نَافَحَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان ابن ثابت کے لیے مسجد میں منبر قائم فرماتے تھے۔ حضرت حسان منبر پر کھڑے ہو کر حضور کی طرف سے مدافعت اور مفاخرت کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بے شک اللہ تعالیٰ حضرت جبریل کے ذریعے ان کی مدد فرماتا ہے۔ جب تک وہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی جانب سے مدافعت اور مفاخرت کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۰)

اس حدیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے: مثلاً۔

۱. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک کے لیے آپ کی تعریف و توصیف بیان کرے گا اللہ عزوجل اس کی مدد فرمائے گا۔

۲. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی مجلس کے لیے منبر رکھنا۔

۳. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک کی تعظیم و توقیر کے لیے اہتمام کرنا۔

۴. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک کی مجلس میں فرش بچھانا۔

۵. اس مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف منبر پر چڑھ کر بیان کرنا۔

۶. اس مجلس میں جب تک بیان کرنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک کی یہ مجلس اللہ و رسول کو مقبول کرے گا۔

marfat.com

۷. حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر پاک کی یہ مجلس اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مقبول و محبوب ہے!

لہٰذا اس حدیث سے وہ تمام امور ثابت ہو گئے۔ جو اپنی ذات میں جائز ہیں اور محفلِ میلاد مروجہ میں باعث زینت اور سبب شوکت ہوتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ذکر مفاخرت و مدافعت کے لیے (جس میں آپ کے فضائل و مناقب اور آپ کی صداقت وحقانیت کا بیان ہوتا تھا۔ جو بلاشبہ میلاد شریف کے ہم معنی ہے) حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے مسجد میں منبر قائم فرمایا تھا۔ پھر یہ چیز بھی قابلِ غور ہے کہ مسجد جو خود پاک اور صاف ہوتی ہے؛ جس میں فرش اور منبر کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ نے منبر قائم فرمایا اور یہ کہ جناب رسول اللہ شافع یوم جزا صلی اللہ علیہ وسلم خود تو چٹائی یا فرش پر تشریف رکھیں اور حضرتِ حسان آپ کے خادم اور مرتبہ کے لحاظ سے غلام ہونے کے باوجود ان کو حضور منبر پر جگہ عنایت فرمائیں۔

کیا اس سبق آموز حقیقت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہتماماً اور انتظاماً منبر کو قائم فرمایا تھا۔

اور روایت مذکورہ جہاں صراحۃً منبر کے جواز بلکہ استحباب پر دلالت کرتی ہے وہاں فرش وغیرہ اور مجالس کی جائز زیبائش کو بھی دلالت النص اور اشارۃ النص سے ثابت کر رہی ہے۔ علاوہ اس کے جب علمائے دیوبند بھی ذکر ولادت کو سنت و مستحب کہتے ہیں۔ اور اس کو باعثِ خیر و برکت جانتے ہیں، تو اس کے ذکر کے لیے فرش و روشنی کا جائز ہونا نہایت بدیہی چیز ہے۔

پھر یہ بات بالکل واضح ہے کہ صحابہ کرام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت تھی۔ ان کی زبانیں ہمیشہ ذکرِ رسول میں مشغول رہتی تھیں۔ وہ حضور اکرم کی ایک ایک حرکت اور سکون کو ذہن میں رکھتے تھے اور اس کی تبلیغ کرتے تھے، چنانچہ سیرت محمدیہ و احادیث نبویہ کا جو ذخیرہ آج ہمارے ہاتھوں میں ہے یہ صحابہ کرام ہی کی بدولت ہمیں ملا ہے۔ صحابہ کرام ہی نے ہمیں بتایا کہ حضور کی ولادت سے قبل دنیا کیا تھی اور آپ کی ولادت کے بعد کیا ہو گئی۔ انہیں سے ہیں حضور کی سیرت و صورت آپ

marfat.com

کے افعال و اعمال کی کیفیت و نوعیت کا حال معلوم ہوا۔ جو آج ہمارا دین اور شریعت ہے۔ اگر صحابۂ کرام حضور کی سیرت کو یاد نہ رکھتے اور آپ کے ذکر سے رطب اللسان نہ رہتے۔ تو آج سیرت نبویہ کا پورا نقشہ ہمارے سامنے نہ ہوتا۔ مگر یہ تو اللہ تعالے نے حضور کو ساری کائنات کے لیے ابدی رہنما بنا کر بھیجا تھا۔ اور دین کا مرکز اور شریعت کا ماخذ حضور اکرم کی ذات اقدس کو قرار دیا تھا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (پ ۲۱ ع ۱۹)

تو اسی قادر و قدیر نے ایسے افراد پیدا کر دیے جنھوں نے سیرت نبویہ کی حفاظت کی اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک ایک گوشہ ہمارے سامنے آ گیا۔

اب آپ غور فرمایئے کہ میلاد کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت و صورت فضائل و مناقب، منصب و مقام کے بیان ہی کا دوسرا نام میلاد ہے۔ اس لحاظ سے اگر آپ دیکھیں گے تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ دنیا میں کوئی ساعت ایسی خالی نہیں رہی ہے اور نہ رہ سکتی ہے جس میں حضور اکرم کا ذکر یا دوسرے لفظوں میں آپ کا میلاد نہ پڑھا جاتا ہو۔ حضور کی ولادت سے قبل عالم ارواح میں ملائکہ میں۔ انبیاء میں آپ کی آمد کا ذکر ہوتا رہا۔ تمام انبیاءِ کرام حضور کی تشریف آوری کا مژدہ سناتے رہے۔ جب حضور تشریف لے آئے۔ تو دنیا میں آپ کی آمد کا ڈنکا بج گیا اور اب جب کہ آپ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ تب بھی آپ کا ذکر جاری ہے اور جاری رہے گا ؎

خطبات ہیں کلموں میں اقامت میں اذاں میں
ہے نام الٰہی سے ملا نام محمد!

غور کیجئے! رفعت ذکر کی کوئی مثال اس سے بالاتر پائی جاتی ہے۔ کیا کسی شہنشاہ کو اپنی مملکت میں اور کسی ہادی کو اپنے حلقۂ اثر میں یہ بات حاصل ہوئی ہے کہ کائنات کے گوشہ گوشہ

marfat.com

ہیں اور دنیا کے ہر خطہ میں اس کا چرچا ہو زمین و آسمان میں اس کا غلغلہ ہو۔ اذان و اقامت عبادت و طاعت۔ مواعظ و خطبات میں اس کا تذکرہ ہو۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ جب اللہ عزوجل نے اپنے محبوب رسول کے ذکر کو بلند کر دیا ہے تو اب آپ کا ذکر جاری ہی رہے گا۔ مخالف اس ذکر کو روکنے کی لاکھ کوشش کریں مگر وہ کسی کے روکے نہ رکا ہے اور نہ رک سکتا ہے۔

ظہور سے پہلے

حضور سید المرسلین خاتم النبیین محبوب رب العلمین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل یہ انسان، یہ دنیا توحید کے مفہوم کو فراموش کر چکی تھی۔ چاند، سورج، پتھر گوبر کی پوجا ہوتی تھی جب رسول کریم تشریف لائے تو یہ دنیا مادیت سے روحانیت کی طرف، شرک سے توحید کی طرف، مخلوق سے خالق کی طرف متوجہ ہوئی۔ آپ نے اعلان فرمایا اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ۔ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یعنی معبود ایک اللہ ہے، وہی حقیقی اطاعت عبادت کے لائق ہے یہی اصل ایمان ہے اور ایمان کے سب کاموں سے مقدم خالق کائنات کی عبادت ہے۔

رسالت : رسول کی بعثت سے قبل دنیا نے خدا کے لیے بیوی اور بیٹیا بنا رکھے تھے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا جاتا تھا۔ صفاتِ الٰہی قلب کے صفحے سے محو ہو چکی تھیں۔ لوگ خدا کی طرف بری باتوں کی نسبت کر دیتے تھے۔ حضور کریم تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا عیب سے پاک ہے۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ نہ وہ پیدا ہوا نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ بے مثل و بے نظیر ہے۔ قادر مطلق ہے۔ اللہ کے نبی خدا کے بندے اور اس کے عبد اور خلیفہ ہوتے ہیں۔ ان کی بڑی شان اور عظمت ہے۔ رسول کو خدا کے مرتبہ تک پہنچانا یا اس کو خدا کا بیٹا کہنا رسالت کی توہین ہے۔

کعبہ : بعثتِ رسول سے قبل خلیل علیہ السلام کا کعبہ بتخانہ تھا۔ یہ مقام منزل جو وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کے لیے مخصوص تھا وہاں تین سو ساٹھ بت نصب تھے اور ان کی بے دھڑک

marfat.com

پوجا کی جاتی تھی۔ حضور نبی کریم تشریف لائے۔ آپ نے بتوں کو مسمار کرایا اور اس کی جگہ ذکرِ خدا کی محفل قائم کی۔ آپ نے اعلان فرمایا۔ وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ میرے گھر کو رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کر دو۔

حج: رسالت سے قبل حج ایک میلہ تماشا، جاہلیت کی رسوم کا اکھاڑا، شعراء کی محفل، نسلی، قبائلی عصبیت خاندانی برتری، زنا، شراب، عریانی اور فحاشی کا اڈہ تھا۔ رسول نے آتے ہی فحش کاری کی تمام صفیں لپیٹ دیں اور ہمیشہ کے لیے اعلان فرمایا:۔

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ط	حج میں نہ شہوانیت کا ظہور ہو، نہ فسق و فجور کی نمائش ہو، اور نہ

لڑائی جھگڑے کی نوبت آئے۔ ان خرابیوں سے روکنے کے بعد کام کی یہ باتیں بتائیں:۔

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ط	ہاں جب تم ان ارکان سے فارغ ہو جاؤ تو جس طرح ماں باپ کو یاد کرتے ہو اب اللہ کو اس سے بھی بڑھ کر یاد کرو۔

طواف: رسالت سے قبل، عورت و مرد ننگے طواف کرتے تھے۔ ان کا نعرہ لندن کے ننگوں کا سا نعرہ۔ ہم خدا کے حضور اس طرح حاضر ہوں گے جس طرح ہماری ماؤں نے ہم کو جنا۔ رسول نے آکر تہذیب، حسنِ اخلاق، روحانیت اور تزکیہ سے برہنگی کو ختم کیا۔ حج کی روح کو دوبارہ قائم کیا۔ دنیا کو بتایا کہ یہ طواف نہیں۔ یہ تو مرکزِ توحید میں گناہوں اور جرموں کا اجتماع ہے۔

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ط	اے لوگو! عبادت کے وقت اچھی زینت کا خیال رکھو۔

غرضکہ رسالت سے پہلے حج کا نقشہ یہ تھا۔ رسالت کے بعد یہ ہے۔ وہ کفر کا حج تھا۔ یہ اسلام کا حج ہے۔ وہاں نری رسم تھی، تالیاں اور سیٹیاں تھیں، یہاں روحانیت ہے، تہذیب ہے شائستگی ہے۔ خالص خدا پرستی ہے۔

اولاد: رسالت سے قبل بہیمیت کا تسلط تھا۔ اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے قتل کر دیا جاتا تھا۔ لڑکے کی خوشی اور لڑکی ہونے پر صف ماتم بچھ جاتی تھی۔ حتیٰ کہ لڑکیوں پر یہ ظلم و ستم کیا جاتا کہ

marfat.com

باپ خود اپنے ہاتھ سے اس کو زندہ زمین میں دفن کر دیتا تھا۔ رسول آئے آپ نے اس شقاوت و بے رحمی کا دروازہ بند کر دیا۔ فرمایا:۔

لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ ط	فقر و فاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔

عورت: عورت کی مظلومیت بھی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ بیوی بحالتِ حیض گھر سے قطع تعلق کر لیا کرتے تھے اور اس کے ہاتھ کے کھانے کو ناپاک قرار دیتے تھے۔ عورتیں میراث تھیں۔ مال کی طرح عورت پر قبضہ کیا جاتا تھا۔ خاوند کے مر جانے کے بعد قریبی رشتہ کا کوئی مرد عورت پر قبضہ کر لیتا اور بغیر مہر کے خواہ اپنے ساتھ یا کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کر دیتا حتیٰ کہ باپ کے مر جانے کے بعد بھی باپ کی منکوحہ سے بیٹا نکاح کر لیتا۔ مگر جب حضور نبی کریم تشریف لائے تو آپ نے اس ظلم و ستم کو ختم کیا۔ عورتوں کو حقوقِ انسانیت سے نوازا۔ حیض کی حالت میں صرف جماع سے منع کیا۔ باپ کی منکوحہ سے نکاح کو حرام اور خلافِ تہذیب قرار دیا۔ آپ نے اعلان فرمایا:۔

لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْھًا	زبردستی عورت کا وارث بن جانا حلال نہیں۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ عورت اپنے نفس کی خود مختار ہے وہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ حتیٰ کہ بالغہ عورت پر باپ کو بھی نکاح کے معاملہ میں جب کہ وہ کفو میں کرے کوئی ولایت نہیں ہے۔

شراب، جوا: ظہورِ رسول سے قبل شراب نوشی، قمار بازی کا بازار گرم تھا۔ بدمستی میں دنیا وہ کچھ کرتی تھی کہ شرافت اپنا چہرہ پیٹ لیتی تھی۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت حمزہ انصاریوں کے ساتھ شراب پینے میں مشغول تھے۔ مغنیہ گا رہی تھی

الایا حمزۃ للشرب النواء	اے حمزہ موٹی اونٹنیوں کے لیے

یہ مصرعہ سن کر حضرت حمزہ اُٹھے اونٹنیوں کے پیٹ چاک کر کے ان کے کلیجے نکال لیے۔

شراب کے عام رواج کا یہ عالم تھا کہ عربی زبان میں اس کے ۲۵۰ نام ہیں۔ عرب کا ہر گھر شرابی تھا اور بچے اور بیویاں ساقی۔ سود خواری و مے نوشی کی اس کثرت نے عریانی و فحاشی کو عبادت میں بھی شامل کر لیا تھا۔ اور خانہ کعبہ کے طواف کے وقت ننگی مستورات یہ شعر پڑھتی تھیں۔

الیوم یبدو بعضہ او کلہ	آج بدن کا سب یا کچھ حصہ کھلے گا جو

marfat.com

فما ب. أمنه فلا احلّه	کھلا ہے اس سے لطف حاصل کرنے کی اجازت نہیں دیتی
اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ	ہاں یہ شراب، یہ جُوا ناپاک ہیں، عمل شیطان ہیں۔

• **سُود**: ظہورِ رسالت سے قبل لوٹ مار، غارت گری، رہزنی عام تھی، ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کو لُوٹتا اور غلط طریقہ سے حاصل کیے ہوئے مال کو شیرِ مادر سمجھتا تھا۔ سود کی کثرت تھی۔ سرمایہ دار سود کے ذریعہ غریبوں کا خون چوستے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کاشتکار اور غریب طبقہ دولت مندوں کا گرو تھا۔ حتیٰ کہ عورتیں تک گرو رکھ دی جاتی تھیں۔ مگر جب رسولِ کریم تشریف لائے آپ نے مال حاصل کرنے کے صحیح طریقے بتائے۔ آپ نے سب سے پہلے یہ اعلان فرمایا کہ باطل کے ذریعہ مال حاصل کرنا حرام ہے ——— وَحَرَّمَ الرِّبٰو ——— اور اس (اللہ) نے سُود حرام قرار دیا ہے۔

زنا اور فواحش: زنا، فسق و فجور عام تھا۔ فخریہ اشعار میں عورتوں کے ساتھ جو بے حیائیاں کی جاتی تھیں ان کو بیان کیا جاتا تھا۔ امرأ القیس جو عرب کا بڑا شاعر اور شہزادہ تھا۔ اپنی پھوپھی زاد بن عنیزہ کے ساتھ جو غلط کاریاں کی تھیں قصیدہ لامیہ میں اس کو بڑے فخر کے ساتھ بیان کیا ہے۔ باوجود اس کے یہ اشعار تہذیب و تمدن، اخلاق و شرافت کے خلاف تھے مگر عرب کا بچہ بچہ اس کو حفظ کیے ہوئے تھا۔ غرضکہ بدکاری کا دور دورہ تھا اور یہی ان کا سرمایۂ حیات تھا۔ حتیٰ کہ زنا اتنا عام ہوگیا تھا کہ کسی بہادر اور جری کو دیکھتے تو اپنی عورت اس کے پاس بھیج دیتے تاکہ جو بچہ اس عورت سے پیدا ہو اس میں وہی اوصاف آجائیں۔

رسُولِ اکرم تشریف لائے اور آپ نے اس عریانی اور فسق و فجور کی محافل کو سرد کردیا۔

آپ نے فرمایا: ——— لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا ——— زنا کے قریب مت جاؤ۔

الغرض۔ حضور آئے تو جہاں سے تاریکی مٹی۔ نور آیا، انسان انسان بنا، خدا سے ملا۔ ظلم و عدوان کا دور ختم ہوا اور علم و عرفان، عدل و انصاف اور خدا پرستی کا دور شروع ہُوا۔

تیرے آنے سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہوگیا پھر فضلِ ربانی

marfat.com

بے مثل رسول

حقیقت یہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگیِ پاک کا ہر دور سراپا اعجاز تھا۔ اور آپ کی سیرتِ مقدسہ کا ہر گوشہ ہدایت و موعظت کا بحرِ بیکراں تھا۔ حضور کے اخلاق کی پاکیزگی، کردار کی بلندی، معاملہ کی صفائی صداقت و دیانت کا یہ عالم تھا کہ اظہارِ نبوت سے قبل ہی اپنے تو اپنے دشمن بھی صادق اور امین کے معزز القاب سے یاد کرتے تھے ——— حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بچپن میں حضور کی ایک ایسی بات دیکھی جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتی تھی اور یہی بات میرے ایمان لانے میں مدد و معاون ہوئی۔ میں نے دیکھا حضور علیہ السلام گہوارہ میں جلوہ فرما ہیں اور چاند سے باتیں کر رہے ہیں اور جس طرف انگلی سے اشارہ فرماتے ہیں چاند اسی طرف جُھک جاتا ہے ● ابھی حضور کی عمرِ مبارک ۱۰ یا ۹ سال کی تھی کہ مکہ میں قحط پڑا۔ لوگ سخت پریشان ہوئے ابو طالب کے پاس آئے اور دُعا کے لیے استدعا کی ——— فَخَرَجَ اَبُوطَالِبٍ وَمَعَهٗ غُلَامٌ كَاَنَّهٗ شَمْسٌ ——— تو ابو طالب دُعا کے لیے نکلے ان کے ساتھ ایک مقدس بچہ تھا گویا کہ آفتاب تھا جو کالے بادلوں سے نمودار ہوا ہو ——— یہ حضور ہی تھے جنکو ساتھ لیکر ابو طالب کعبہ میں آئے اور آپ کی پشت کعبہ کی دیوار سے لگادی۔ حضور نے اپنی نورانی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت آسمان بالکل صاف تھا مگر حضور کی مقدس انگلی کا اشارہ پاتے ہی چاروں طرف سے بادل اُمنڈ آئے اور شہر و دیہات خوب سیراب ہوئے اور قریشِ مکہ کو آپ کے وجودِ پاک کی برکت سے قحط کی مصیبت سے نجات مل گئی۔ ابو طالب نے اپنے ان اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

وہ گورے چٹے جن کے چہرۂ انور کے صدقے میں پانی طلب کیا جاتا ہے وہ یتیموں کی جائے پناہ، بیواؤں اور یتیموں کے نگہبان ہیں۔ یہ وہ ہیں کہ بنی ہاشم جیسے غیور لوگ مصیبت کے وقت ان سے التجا و فریاد کرتے ہیں ● حضرت ابو طالب کہتے ہیں کہ بچپن میں حضور کی آنکھیں دکھنی آگئیں۔ میں نے بہت دوائیں کیں، فائدہ نہ ہوا۔ ایک بوڑھے شخص نے مجھے بتایا کہ مکہ کے فلاں راہب کے پاس جاؤ اور اس سے دوا تجویز کراؤ۔ وہ راہب ہفتہ میں ایک بار اپنے عبادت خانہ سے باہر آتا تھا۔ میں حضور کو کندھے پر بٹھا کر اسی راہب کے عبادت خانہ پر پہنچا۔ مگر میرے پہنچنے پر وہ اپنے عبادت خانے کا دروازہ بند کر چکا تھا۔ مجھے بہت افسوس ہوا

marfat.com

تھا کہ راہب نے دروازہ کھولا اور کہنے لگا۔" ابو طالب تم نے کس بچہ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا رکھا ہے؟ میں نے جب اپنے عبادت خانہ کا دروازہ بند کیا تو میرا کمرہ نور سے روشن و منور ہو گیا ۔ جلد بتاؤ کیا حاجت ہے؟ ۔ میں نے کہا یہ میرا بھتیجا ہے' اس کی آنکھیں دکھنی آگئی ہیں، کوئی دوا تجویز فرما دیجئے ۔ راہب نے حضور کو نظر بھر کر دیکھا اور پھر کہا :-

"ابو طالب تم ایسے بچے کو میرے پاس لائے ہو جسے خدا نے طبیبِ کائنات بنایا ہے۔ ان کی دوا میرے پاس نہیں ہے ان کی دوا تو انہیں کے پاس ہے!" ۔ میں نے حیرانی سے پوچھا، وُہ دوا کیا ہے؟ ۔ راہب نے کہا ان کا لعاب مبارک ان کی آنکھوں میں ڈال دو' ان کی آنکھیں اچھی ہو جائیں گی۔ چنانچہ اسکی ہدایت پر میں نے حضور کا لعاب مبارک حضور کی آنکھوں میں ڈال دیا، آشوبِ چشم جاتا رہا۔

● تقریباً بارہ برس کی عمر شریف میں آپنے اپنی زندگی اقدس کا سب سے پہلا سفر ابو طالب کے ہمراہ کیا بصرہ میں پہنچکر ابو طالب بحیرا نامی راہب کی خانقاہ میں اُترے۔ اس راہب نے جب حضور کو دیکھا تو کہا، یہ تو سید المرسلین ہیں۔ لوگوں نے پوچھا تو نے یہ بات کیونکر جانی؟ راہب نے جواب دیا، "جب تم پہاڑ سے اُترے تو میں نے دیکھا، حضور پر ایک ابر کا ٹکڑا برابر سایہ فگن ہے اور آپ کے لیے جس قدر درخت و پتھر تھے سب سجدہ کے لیے جھک گئے تھے"● قریشِ مکہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی، مختلف قبائل نے عمارت کے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لیے تا کہ کوئی اس شرف سے محروم نہ رہے لیکن جب حجرِ اسود کو کعبہ میں نصب کرنے کا مرحلہ آیا تو سخت جھگڑا ہُوا۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ حجرِ اسود کو کعبہ میں نصب کرنے کی سعادت اسی کو حاصل ہو۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ تلواریں کھنچ گئیں آخر ایک بوڑھے قریشی نے یہ رائے دی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے آئے وہی ثالث قرار دیا جائے۔ سب نے یہ رائے تسلیم کر لی دوسرے دن تمام قبائل کے معزز آدمی موقع پر پہنچے، لیکن صبح کو سب سے پہلے لوگوں کی نظریں جس پر پڑیں وہ جمال جہاں تاب چہرہ محمدی تھا ۔ رحمتِ عالم کو دیکھکر سب نے بلا تکلف آپکو ثالث تسلیم کر لیا۔ حضور نے ایک چادر بچھا کر حجرِ اسود اس میں رکھا اور قبائل کے منتخب سرداروں سے فرمایا، چادر کے چاروں کونے تھام لیں اور اوپر کو اٹھائیں' جب چادر موقع پر آگئی تو آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اُٹھا کر کعبہ میں نصب کر دیا اور اس طرح ایک سخت لڑائی آپکے جودتِ ذہن اور حسنِ تدبّر سے رک گئی● عبداللہ بن ابی الحمساء کہتے ہیں کہ بعثت سے قبل میں نے حضور سے خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کیا۔ کچھ امور طے ہو چکے تھے۔ کچھ باقی تھے میں نے عرض کی۔ آپ ٹھہریئے، میں ابھی آتا ہُوں' اتفاق سے تین دن گزر گئے اور مجھے اپنا وعدہ یاد نہ آیا۔

marfat.com

تیسرے دن جب وعدہ گاہ پر پہنچا تو دیکھا کہ حضور اسی جگہ میرے انتظار میں جلوہ فرما ہیں۔ مجھے دیکھکر آپکی پیشانی اقدس پر بل تک نہ آئے۔ صرف اس قدر فرمایا کہ: میں اس مقام پر تمہارے انتظار میں تین دن سے موجود ہوں۔ (ابوداؤد)

اَلنَّبِیُّ الاُمِّیُّ

یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نبی اُمّیؐ تھے۔ کتاب مجید نے بھی آپ کو اسی لقب سے یاد کیا ہے اور آپ کا یہی لقب انبیاء کرام و اُمم سابقہ کی زبان پر جاری ہوا ہے۔ اُمّی اُم کی طرف منسوب ہے۔ اس لحاظ سے کہ حضور اکرم نے ولادت کے بعد کسی سے علم و فنون کا اکتساب نہیں کیا آپ کو امّیؐ کہتے ہیں۔ ملک عرب کی یہی حالت تھی کہ وہ لکھنے پڑھنے سے عاری ہوتے تھے وہ اپنی تمام عمر اسی حالت میں گزار دیا کرتے تھے۔ جو ایک ایسے بچے کی ہوتی ہے جو نہ مکتب گیا۔ نہ درس لیا۔ نہ قلم ہاتھ میں پکڑا اور نہ سبق زبان پر جاری ہوا۔ چنانچہ یہود نے اسی لئے اہل عرب کا نام امیون رکھا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۔	یہود کہتے ہیں ان امیون کے ساتھ ہم کیسا برتاؤ کریں۔ ہم سے کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔

چنانچہ یہ نام عرب کے لئے معرفہ بن گیا اور قرآن حکیم نے اسی لفظ کے ساتھ اہل عرب کو خطاب کیا۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا ۔ پ ۲۸ ع ۱	خدا وہ ہے جس نے امیوں میں شاندار رسول مبعوث فرمایا۔

قرآن حکیم نے ناخواندہ اور ان پڑھ اشخاص کے لئے لفظ امی کو استعمال کیا ہے۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ (پ ۱ ع ۹)	یہود میں ایسے ناخواندہ بھی ہیں جو کتاب کا کچھ علم نہیں رکھتے۔

marfat.com

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ لفظ اُمّی کے معنیٰ اَن پڑھ اور ناخواندہ کے ہیں۔ قرآن نے حضور اکرم کے متعلق اعلان کیا کہ آپ اُمّی ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ نہ کسی کے شاگرد ہیں اور نہ آپ کا کوئی اُستاد ہے۔ آپ کو جو علم و فضل حاصل ہے وہبی ہے اسی لئے اُمّی ہونا حضور کا ایک جلیل القدر معجزہ قرار پایا اور قرآن نے لاکھوں مخالفوں کی بھیڑ میں آپ کے وصف اُمّیت کو بطور تحدی پیش کیا۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۔	اے رسول قرآن سے پہلے تو تم نہ کسی کتاب کو پڑھا کرتے تھے اور نہ تمہارے دست راست نے کوئی خط کھینچا تھا۔ تب تو یہ بطلان والے شک بھی کرتے۔

آیت بالا میں اس امر کا اظہار ہے کہ تم رسول پر نازل شدہ کتاب کو جھٹلاتے ہو اور کہتے ہو یہ کتاب من جانب اللہ نہیں ہے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ رسول اُمّی ہیں، نہ کسی مکتب میں داخل ہوئے نہ کہیں تعلیم حاصل کی نہ کوئی کتاب پڑھی نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا پھر تم کتاب اللہ کے کیوں منکر ہوتے ہو؟ تمہیں قرآن کے منجانب اللہ ہونے میں شبہ اس وقت ہو سکتا تھا۔ جب کہ یہ رسول کسی سے تعلیم حاصل کرتے کسی یونیورسٹی کی سند حاصل کرتے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو تم کہہ سکتے تھے کہ یہ کتاب انہوں نے خود مرتب کر لی ہے۔ بغرضیکہ تاریخ شاہد ہے اور قرآن ناطق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے اکتساب علم نہیں کیا اور سوائے ربّانی انوار و برکات کے آپ کے لوحِ قلب پر کسی کی تحریر و تقریر کا ایک حرف بھی ثبت نہیں ہوا اور قرآن نے حضور کے اس وصفِ اُمیّت کا بار بار اظہار کیا

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ الْاُمِّيَّ ط	مومن وہ ہیں جو رسول امی کا اتباع کرتے ہیں معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

وہ مقدس ہستی ہیں۔ جن کی تعلیم و تربیت حظیرۂ قدس میں ہوئی جن کو شاگردی کا شرف حاصل ہے۔

marfat.com

تو صرف رب العالمین سے ہے، یہی وجہ تھی کہ نبی امی کے دربار میں جہان کے فصحا بلغا علما اور فلاسفروں کی جماعتیں حاضر ہوتیں اور عرض کرتیں کہ سرکار ہمارا علم اور آپ کا عرفان قطرہ و قلزم کی مثال بھی نہیں رکھتا اور فصحاء عدنان اور بلغائے قحطان کا تو یہ حال تھا کہ ؎

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

سبحان اللہ! وہ شخص کریم جس نے کسی سے تعلیم نہیں حاصل کی جو ایک اَن پڑھ اور جاہل قوم میں مبعوث ہوئے۔ جن کے لیے تعلیم و تعلّم کے تمام و بنیادی اسباب مفقود تھے وہ ساری کائنات کے استاد اور دونوں عالم کے دقیقہ داں ہیں اور دماغ کو روشن ضمیر کو ہموار قلب کو تجلّی۔ روح کو منوّر کر دینے والی تعلیم سے نواز رہے ہیں۔ تہذیب اخلاق تدبیر منزل اقتصادیات و عمرانیات کے سبق پڑھا رہے ہیں۔

امی دقیقہ دانِ عالم ۔۔۔ بے سایہ سائبان عالم

آپ شاگردِ ربّ اور استاد عالم ہیں اور آپ کا منصب یہ ہے کہ آپ اسی خداداد علم و معرفت کے ذریعہ امت کا تزکیہ کریں۔ کتاب الٰہی کو پڑھ کر سنائیں اور اس کے اصولوں کی تشریح و تفصیل فرمائیں۔

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (پ۱ ع ۹) یہ نبی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں

یعنی قرآن کی تعلیم بھی ان کے سپرد ہے اور قرآن کے اصولوں اور بنیادی مسائل کی تشریح بھی انہیں کے ذمّہ ہے۔ یہ رسول صرف قاری ہی نہیں ہیں بلکہ مفسر معلّم اور اپنی امّت کے مزکّی اور حاکم بھی ہیں، اور انہوں نے قرآنی اصولوں کی جو تشریح فرمائی ہے۔ وہ غیر متبدّل ہے۔ ابدی ہے اور ہر زمانہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہے کیونکہ یہ امی ہیں ان کا علم و فضل وہبی ہے لہٰذا انہوں نے اپنے عمل و کردار اور ارشادات سے دین کی جو تعبیر پیش کی ہے۔ وہ بھی منجانب اللہ ہے اور قرآن کی طرح دین کا جز اور اسلام کا حصّہ ہے۔ ع

پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

marfat.com

رُوحِ ایمان

حضور کا علمِ وسیع

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سُورج ڈھلے جلوہ فرما ہوئے اور ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر قیام فرمایا اور قیامت کے ذکر کے دوران فرمایا۔

قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّسْئَلَ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ مَّا دُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا فَاَکْثَرَ النَّاسُ فِی الْبُکَآءِ وَاَکْثَرَ اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ حُذَافَةَ السَّھْمِیُّ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ قَالَ اَبُوْکَ حُذَافَةُ ثُمَّ اَکْثَرَ اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ فَبَرَکَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ فَقَالَ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا فَسَکَتَ ثُمَّ قَالَ عُرِضَتْ عَلَیَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ اٰنِفًا فِیْ عُرْضِ ھٰذَا الْحَائِطِ فَلَمْ اَرَ کَالْخَیْرِ وَالشَّرِّ۔

جس کو جو پُوچھنا ہو پُوچھ لے جبتک میں اس جگہ قیام فرما ہُوں۔ تم جو بات پُوچھو گے بتاؤں گا۔ یہ سُن کر صحابہ رونے لگے تو عبداللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہُوئے۔ عرض کی میرا باپ کون ہے؟

آپ نے فرمایا حذافہ!
پھر آپ بار بار یہی فرمانے لگے۔
پُوچھو، پُوچھو!
بالآخر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ دو زانو ہو کر بیٹھے اور عرض کی۔ ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسُول برحق ہونے پر راضی ہوئے (بخاری)

اس پر حضور خاموش ہوئے۔ پھر فرمایا۔ ابھی جنت و دوزخ میرے سامنے اس دیوار کے عرض میں پیش کی گئی۔ تو میں نے جنت جیسی عمدہ اور دوزخ جیسی بُری چیز نہیں دیکھی (بخاری)

marfat.com

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تھا کہ منافقین بطور امتحان آپ سے سوالات کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر آپ منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور اعلان کیا۔ مجھ سے جو پوچھو جواب دُوں گا حضرت عبد اللہ بن حذافہ کو لوگ کسی اور کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنے والد کے متعلق سوال کیا کہ کون تھا۔ آپ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ رونے لگے کہ کہیں عذاب نہ نازل ہو جائے۔ منافقین اللہ کے نبی کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ حضور بار بار فرما رہے ہیں کہ پُوچھو پُوچھو تو مذکورہ بالا کلمات عرض کئے۔ تب جاکر حضور کو سکون ہوا۔

اس حدیث سے بلا کسی کھینچ تان کے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کے متعلق کلام کرنا اور یہ خیال کرنا کہ فلاں بات کا علم حضور کو نہیں ہے علامتِ منافقت ہے۔ حضور علیہ السلام نے سلونی عن شیئ فرمایا۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس چیز کے متعلق سوال کرنا ہے کرلو میں جواب دوں گا جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ہر چیز کے عالم ہیں۔ ورنہ اس عموم کے ساتھ اعلان نہ فرماتے۔

- حضرت علامہ بدر محمود عینی شارح بخاری نے روح پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کا مرتبہ و مقام بہت بلند ہے :-

هُوَ حَبِيْبُ اللهِ وَسَيِّدُ خَلْقِهٖ اَنْ تَكُوْنَ غَيْرَ عَالِمٍ بِالرُّوْحِ وَكَيْفَ وَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَيْهِ بِقَوْلِهٖ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (عینی جلد ۱ صـ۱۲۶)

وہ حبیب اللہ ہیں، مخلوق الٰہی کے سردار ہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ روح کے عالم نہ ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان فرمایا (اور قرآن حکیم میں آپ کے متعلق فرمایا) ہم نے آپ کو سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر تو اللہ کا فضل عظیم ہے۔

دیکھئے علامہ عینی نے آیہ مبارکہ علمك مالم تكن تعلم میں ما کو عموم پر رکھا اور وہاں سے یہ استدلال فرمایا کہ اس کے عموم میں روح بھی داخل ہے۔ پھر کیسے یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم نہ دیا ہو۔ اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں آیت یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو روح کا علم نہیں دیا یا حضور علیہ السلام روح کی حقیقت نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں وقد قال اکثر العلماء لیس فی الآیۃ دلیل علی ان الروح لا یعلم ولا علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یعلمھا (عینی جلد اوّل ص۱۲۶)

دودھ کا پیالہ اور اصحاب صفہ

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ بھوک کے باعث کبھی ایسا ہوتا کہ میں جگر تھام کر زمین پر گر جاتا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا ایک دن میں سرِ راہ آبیٹھا۔ حضرت ابوبکر میرے قریب سے گزرے اور میں نے ان سے قرآن کی چند آیتیں دریافت کیں۔ میرا مقصد یہ تھا کہ شاید وہ مجھے کچھ کھلا دیں گے۔ مگر وہ یوں ہی تشریف لے گئے۔ پھر فاروقِ اعظم آئے۔ ان سے میں نے ایک آیت کا مطلب پوچھا۔ ان سے بھی غرض وہی تھی۔ مگر وہ چلے گئے۔ اتنے میں حضور علیہ السلام کا گذر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھا اور دیکھ کر تبسم فرمایا۔ یعنی میرے دل کی بات سمجھ گئے اور میرے چہرے کو تاڑ گئے۔ آپ نے فرمایا ابوہریرہ میرے ساتھ چلو۔ میں پیچھے پیچھے ہو لیا۔ حضور دولت کدہ پر تشریف لائے اور وہاں ایک دودھ کا پیالہ بھرا ہوا پایا۔ گھر والوں نے حضور کو اس شخص کا نام بتلایا جس نے دودھ کا ہدیہ کیا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ ابوہریرہ جاؤ اہل صفہ کو بلاؤ (اہل صفہ وہ لوگ ہوتے تھے۔ جن کا کوئی گھر بار نہ تھا جن کو کسی کا سہارا نہ تھا یہ اسلام کے مہمان کہلاتے تھے) نبی علیہ السلام کی عادت یہ تھی کہ جب صدقہ آتا تو سب اہلِ صفہ کو عطا فرما دیتے اور اگر ہدیہ آتا تو ان کو اپنے ساتھ شامل فرما لیتے۔ ابوہریرہ کہتے ہیں۔ میں نے سمجھا کہ اہلِ صفہ میں جو ستر اصحاب ہیں ایک پیالہ دودھ کی کیا حقیقت ہوگی۔ مجھے مل جاتا تو مجھ میں کچھ سکت آجاتی۔ اب دیکھیے اس ایک پیالہ دودھ سے مجھے کچھ ملتا بھی ہے یا نہیں یہ خیالات تھے اور اطاعتِ رسول کے سوا چارہ نہ تھا۔ میں نے سب کو بلایا اور اہلِ صفہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے دودھ کا پیالہ مجھے دیا اور فرمایا ان سب کو پلاؤ۔ میں نے پلانا شروع کیا۔ یکے بعد دیگرے سب سیر ہو گئے اور دودھ کا پیالہ اسی طرح دودھ

marfat.com

سے بھرا رہا۔ پھر میں نے یہ پیالہ خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا۔ اب تو میں رہ گیا ہوں یا تو رہ گیا ہے۔ میں نے عرض کی سرکار سچ ہے۔ فرمایا اب تم پی لو۔ میں بیٹھ گیا اور دودھ پینے لگا، میرا پیٹ بھر گیا۔ مگر پیالہ اسی طرح دودھ سے بھرا ہوا تھا۔ فرمایا اور پی لو میں نے پھر پیا حضور یہ ہی فرماتے رہے کہ پیو پیو۔ آخر میں نے عرض کی وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا اَجِدُ لَہٗ (بخاری) مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے۔ اب تو پیٹ میں بالکل گنجائش نہیں ہے۔ پھر آپ نے اللہ کا شکر کیا۔ بسم اللہ پڑھی اور بقیہ دودھ نوش فرمالیا۔

یہ حدیث تو ایک ہے لیکن علامات و آیاتِ نبوت کی جامع ہے۔ دودھ کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ اخلاقِ محمدی دیکھیے کہ کاشانۂ نبوت میں ایک پیالہ دودھ آتا ہے۔ کتنا بڑا، ابوہریرہ کہتے ہیں کہ صرف ایک آدمی کے پی لینے کا۔ مگر نبی علیہ السلام اتنی سی خوراک پر ان سب کو بلالیتے ہیں جو اسلام کیلئے گھر بار کو تج کر، جو اہل و عیال کو چھوڑ کر مال و منال سے منہ موڑ کر اور دربارِ نبوت میں پہنچ گئے تھے۔

ہر ایک شخص نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ ابوہریرہ نے تو اتنا پیا کہ قسم کھانا پڑی کہ اب گنجائش نہیں ہے۔ مگر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا اعجاز دیکھیے کہ آپ نے ایک پیالہ دودھ کو دودھ کا سمندر بنا دیا اور سترِ اصحابِ صفہ اس ایک پیالہ دودھ سے سیر ہو گئے اور پیالہ بھرا کا بھرا رہ گیا۔
کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اس پیالہ کو کوئی بڑی سے بڑی تعداد ختم کر سکتی تھی ہرگز نہیں لاکھ ہوتے تو کیا اور کروڑ ہوتے تو کیا سب کے لئے کافی تھا اس پیالہ کو ختم کر دینے کی طاقت بھی اسی میں تھی۔

جس کی برکت سے اس پیالہ میں دودھ کی نہریں جاری ہو گئیں تھیں۔

حنینِ جذع

سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے جو معجزات عطا فرمائے وہ کسی نبی کو نہیں ملے۔ کسی نے پوچھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ احیاءِ اموات کے مقابل حضور کو کیا عطا ہوا۔ تو آپ نے فرمایا:-

حنین الجذع فھذا اکبر من ذالک (کتاب مناقب الشافعی لابن ابی حاتم)	حنین جذع کا معجزہ جو احیائے موات سے اکبر ہے۔

حنین لغت میں مشتاق کی اس آواز کو کہتے ہیں جو فراقِ محبوب میں اس کے منہ سے نکلتی

marfat.com

ہے۔ جذع کھجور کا کٹا ہوا خشک تنا تھا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی بار جمعہ کے دن منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور وہ کھجور کا تنا حضور کے تکیہ لگانے کے شرف سے محروم ہو گیا تو اس سے رونے کی آواز آنے لگی۔

صاحت النخلة صياح الصبي	وہ کھجور کا تنا بچوں کی طرح رونے لگا (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں:۔

سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۷۵)	کھجور کے اس تنے سے حاملہ اونٹنی کی آواز کی طرح آواز ہم نے سنی۔

حاضرین مجلس حیران ہوئے۔ کھجور کی ایک خشک لکڑی سے رونے کی آواز آ رہی ہے۔ مگر یہ بات کسے معلوم تھی کہ اس خشک لکڑی کو کس حسن والے کی جدائی رلا رہی ہے۔

اور بخاری شریف میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام

كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ۔ (بخاری)	جمعہ کے دن کھجور کے ایک تنے سے تکیہ لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر جب آپ کے لیے منبر بن گیا تو اس سے رونے کی آواز آنے لگی جیسے گابھن اونٹنی کی آواز ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ حضور علیہ السلام منبر سے اترے اور اس پر اپنا ہاتھ رکھا۔ تب جا کر وہ خاموش ہوا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ، معجزۂ عیسیٰ سے متعدد وجوہ سے اکبر و اعظم ہے۔ چوب خشک جس میں انسانی جسم کی طرح نہ عادتاً کبھی حیات تھی اور نہ آ سکتی ہے۔ زندہ ہونا اور حزن و ملال جیسی صفات انسانیہ کا اس میں پیدا ہو جانا بہت ہی عجیب و غریب ہے

جو بات لب حضرت عیسیٰ نے دکھلائی
وہ کام یہاں جنبشِ داماں سے نکالا

marfat.com

ہدیۂ عقیدت بحضور

خاتم الانبیاء

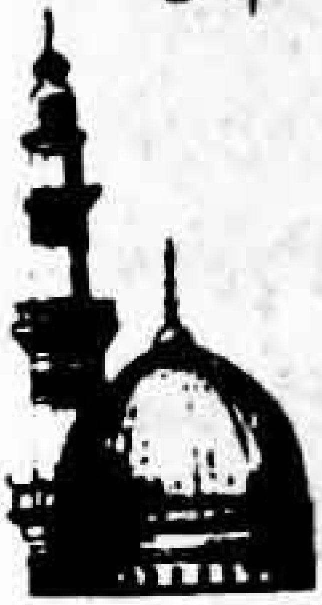

آفتاب ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم کا طلوع

رحمۃ للعلمین

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مصطفیٰ

مثل فارس نجد میں ہوں زلزلے

ذکر آیاتِ ولادت کیجئے

marfat.com

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
حیران ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

عبد میلادالنبیؐ کی نسبت اس محسنِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ جس کے وجودِ اطہر و مقدس پر رب العلمین جل مجدہ نے نبوت و رسالت کو ختم کر دیا۔ جو ہدایت کا چراغ، رہنمائی کا نور اور نجات کا آخری ذریعہ و وسیلہ ہے جس کی بعثت اللہ تعالیٰ کا کائناتِ انسانی پر عظیم و جلیل احسان ہے۔ جس کا اسوہ حسنہ احکام الٰہیہ کی عملی تفسیر ہے جس کے فیصلہ پر سرِ تسلیم خم کر دینا ہی ایمان ہے۔ جس کی ذاتِ اقدس انسانیت کے لئے روشنی کا مینار ہے۔ جس کی آمد سے ہر طرف تجلیاں بکھر گئیں۔ جس کی آواز خدا کی آواز تھی جس کا وجودِ اطہر شبنم صبح کی طرح پاک و شفاف تھا۔ جس نے اخلاق کا اعلیٰ ترین معیار قائم کیا۔

جس کی سیرت عالم انسانیت کے لئے بہترین اسوہ ہے۔ جس نے انسانیت پر ایسا احسان فرمایا۔ جس کی نظیر ناممکن ہے۔ جس کی زندگی کا ہر گوشہ اور کردار کا ہر پہلو مشعلِ تاباں ہے۔

جس کی اطاعت و اتباع دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضامن ہے۔ جس کی تعلیمات آج کی سسکتی اور کراہتی ہوئی انسانیت کے دکھوں کا مداوا ہے۔ جس نے انسانیت کو ظلمت سے نکال کر روشنی عطا کی۔ جس کی سیرتِ مقدسہ کے تابندہ نقوش انسانیت کا بہترین اثاثہ ہیں۔ جس کی حیاتِ طیبہ انسانیت کی رہنمائی کے لئے ابدی طور پر کافی ہے۔

جس کے وجودِ معصوم کے بعد کسی آسمانی ہدایت کی احتیاج نہیں رہی۔ جس کا کلام کلامِ خدا کی تشریح و تفسیر ہے۔ جس کا نطق وحی الٰہی ہے۔

جس نے صدیوں پہلے سماجی انصاف کی عملی مثال قائم کی۔ جس کی آمد سے آتشِ پارس بجھ گئی۔ بتکدے ویران ہو گئے۔ کفر و شرک کے بادل چھٹ گئے۔ کفر کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی دنیا پر وہ آفتاب ہدایت بن کر طلوع ہوئے۔ جس کی ولادت باسعادت تاریخِ عالم میں انقلابِ عظیم تھی۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور ذات

marfat.com

ایسی نہیں۔ جس کی ولادت پر تمام انسانیت خوشی منا سکے۔ ؎

سوائے ابلیس کے سبھی تو جہان میں خوشیاں منا رہے ہیں

نبیِ رحمت تمام جہانوں کے لئے رحمتِ مجسم بن کر آئے۔ آپ نے اخوتِ مساوات اور معاشی انصاف کا افراط و تفریط سے پاک پیغام دیا۔ وہ ایک ملکوتی نغمہ تھا۔ جس نے ایک جاہل اور خانہ بدوش قوم کو دنیا کا رہبر بنا دیا ——— جس کی ذاتِ لازوال اور زندہ جاوید معجزہ ہے۔ اور جو لوحِ انسانی کا سب سے بڑا محسن اور نجات دہندہ ہے۔ دنیا کا کوئی گوشہ اس کی رحمت سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ جس کی دعوت اور شخصیت سے بڑی کوئی صداقت ظہور میں نہیں آئی۔ عظمت و رفعت کا ہر مقام اس کے مقدس متقدموں کی جولانگاہ بنا رہا۔ جس کی ذاتِ اقدس مجموعہ کمال اور دولتِ بے زوال ہے۔ وہ کیسی صبحِ سعادت افروز تھی۔ جو معمورۂ عالم کے لئے پیغامِ بشارت بنی۔ وہ منظر کیسا روح پرور اور انقلاب انگیز تھا۔ جب آفتابِ رسالت مہتابِ نبوت نے صحنِ عالم میں قدم رنجہ فرمایا۔ ؎

ندا آئی دریچے کھول دو ایوانِ قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شانِ قدرت کے

جس نے ایک مختصر مدت میں کرۂ ارض کی قسمت بدل ڈالی۔ فسق و فجور میں مبتلا قوم آپ کے طفیل تقویٰ و پاکبازی کا نمونہ بن گئی۔ قتل و غارت گری کے خوگر آپ کی نظرِ عنایت سے امن و سلامتی کے شیدائی بن گئے۔ حضور نے انسانوں کا ایک ایسا گروہ تیار فرمایا۔ جس کی بنیاد اعلیٰ اخلاقی اقدار پر تھی۔

عید میلادُ النبی وہ ساعتِ ہمایوں جس کے آتے ہی ادیانِ باطلہ کی نبضیں چھوٹ گئیں۔ آتش کدۂ کفر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ حق کی شمعیں فروزاں ہو گئیں۔ ذاتی اضطراب و حرمان نصیبی کی گھڑیاں ختم ہو گئیں۔ کفر و شرک کے عَلَم ہمیشہ کیلئے سرنگوں ہو گئے حضورؐ نے دورِ جاہلیت کو پیروں تلے روند دیا۔ ستائیس غزوات میں شرکت کر کے

marfat.com

دینِ الٰہی کو مستحکم کر دیا۔ بین الاقوامی قانون کے بنیادی خدوخال آپ نے چودہ سو سال پہلے بتا دیئے۔

میلادِ رسول کی مقدس محفلوں میں ملتِ اسلامیہ کے دل نورِ ایمان سے معمور اور آنکھیں محبتِ رسول سے نم ہو جاتی ہیں۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد اور آپ کا تصوّر۔ روح کی غذا اور عبادت کی جان ہے ـــــ محسنِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ جمیل کی محفلیں قائم کیجئے۔ صبح و شام انہیں کا چرچا کیجئے۔ بصد ادب احترام ان کی ذاتِ اقدس پہ درود و سلام بھیجئے۔ ؎

وہی ہیں جن کی بدولت بنے ہیں ارض و سماء
انہی کے جلوؤں کا عکس جمیل نورِ حیات!
انہیں کی ذات کا پرتو ہے کائنات کا حسن
ظہورِ سرورِ کونین و مکاں ظہورِ حیات!

آج کے دن ہمیں عہد کرنا چاہئے کہ ہم خلوص و قلب کے ساتھ اپنے مقدس رسول کی سیرت اور اسوہ کو اپنائیں گے اور حدودِ شریعت سے تجاوز نہ کریں گے۔ اس روزِ سعید کی حرمت و تقدس کا تقاضا یہ بھی ہے کہ وابستگانِ اقتدار بھی اس خطہ پاک میں اللہ تعالیٰ کے قانون کو عملی طور پہ نافذ کر کے اللہ و رسول کی خوشنودی حاصل کریں سیاسی کھلاڑیوں پہ بھی لازم ہے۔ وہ اسوہ رسول کی پیروی کریں اور ہم سب کا یہ اہم فرض ہے کہ منافقت چھوڑ کر انفرادی سطح پر اپنی زندگیاں اسلام کے مطابق ڈھال کر حکومت اور سیاست دانوں کو اسلامی نظام عملی طور پہ نافذ کرنے پر مجبور کر دیں اگر ایسا نہ ہوا تو پھر اس ملک کا جو اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا ہے۔ مستقبل انتہائی مخدوش ہے۔ ؎

ٹھوکریں کھاتے پھروگے ان کے در پہ پڑے رہو

یاد رکھیئے۔ پاکستان اسلام کے نام پہ اور شریعت اسلامیہ کے نفاذ و ترویج کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔ لیکن یہ بات قابلِ افسوس ہے کہ برصغیر کے لاکھوں نہیں کروڑوں

marfat.com

مسلمانوں نے جس مقصد کے لئے بیش بہا قربانیاں کیں۔ وہ ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے۔ خالق حقیقی سے حصول پاکستان کے وقت ہم نے جو وعدہ کیا تھا۔ اسے فراموش کر کے باطل کی نشو ونما اور پرداخت کا جرم انجام دیا۔ معاشرہ کو پاکیزہ بنانے کی بجائے اسے غلاظتوں سے بھر دیا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں (الاماشاء اللہ) مکر و فریب۔ ظلم نا انصافی اور ریا کی تصویر پیش کرنے لگے۔ رشوت اور جبر و تشدد کے عفریت شرافتوں کے کے چراغ گل کر رہے ہیں ـــــــ یہ صورت حال انتہائی تشویشناک ہے۔ حق یہ ہے کہ اسلام اور اسلامی نظام کا قیام پاکستان کی بقاء کا ضامن ہے عیدمیلادالنبی کی تقریب سعید پر ہمیں خلوص قلب کے ساتھ اللہ اور اسکے رسول سے وفاداری کا عہد کر کے اس خطۂ پاک میں اسلامی نظام کے عملی قیام کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

منصبِ رسُول

کلمہ طیبہ کے دو ہی جز ہیں، توحید اور رسالت، ظاہر ہے خداوند قدوس جل مجدہ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہی ہے کہ خدا کی تمام صفات پر ایمان لایا جاتے اور رسالتِ مآب کو ماننے کا مطلب بھی یہ ہی ہے کہ رسالت کے خصائص و لوازم کو بھی تسلیم کیا جاتے۔

اگر کوئی شخص زبان سے خدا کی توحید اور انبیاء کرام کی رسالت کا تو اقرار کرے مگر توحید کے لوازم اور رسالت کے خصائص کو تسلیم نہ کرے۔ تو ایسا شخص مسلمان نہیں ہے۔

بدقسمتی سے فی زمانہ کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو رسالت پر ایمان لانے کا دعویٰ تو کرتے

marfat.com

ہیں، مگر رسول کے منصب و مقام اور اس کی آئینی و تشریعی حیثیت کا اعتراف و اقرار نہیں کرتے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عام انسان کی حیثیت سے دیکھتے ہیں اور رسول کے مرتبہ و مقام اور منصب کے متعلق قرآنی تصریحات و توضیحات کا بھی خیال نہیں رکھتے اور کفارِ مکہ کی طرح مَا نَرٰاكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا (ھود ۳) ہم تو تم کو اپنے جیسا ہی بشر دیکھتے ہیں کا نعرہ باطل لگاتے ہیں اور جو ذرا مہذب ہیں وہ آیہ مبارکہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ـــ کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ جیسے نبی و غیر نبی میں صرف وحی کا فرق ہے، باقی تمام اوصاف میں وہ عام انسانوں کے برابر ہے، حق یہ ہے کہ دونوں نظریے نہ صرف یہ کہ باطل محض ہیں، بلکہ تمام گمراہیوں کی جڑ بھی ہیں۔

کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ نبی و غیر نبی میں وحی کے امرِ فارق ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ نبی القائے ربانی سے متصف ہونے کے علاوہ بقیہ تمام اوصاف و کمالات میں عام انسانوں کے برابر ہوتا ہے یا اس کی حیثیت صرف ایک ایلچی اور قاصد کی ہے؟ بلکہ وحی کے امرِ فارق ہونے کا مفہوم و مطلب ہی یہ ہے کہ رسول اخلاقی، روحانی، دماغی قلبی علمی عملی حیثیت سے عبدہ ہو کر عام انسانوں سے بہت بلند تر اور علانیہ ممتاز ہوتا ہے، وہ آمر، ناہی، مزکی، حاکم نور، ہادی شارع اور داعی الی اللہ ہوتا ہے اس کی ذات کو اللہ تعالیٰ کائنات کے لیے روشنی کا مینار بناتا ہے اور اس کا قول و عمل سیرت و کردار دین اور شریعت قرار پاتے ہیں ـــــ وحی والے اور بے وحی والے انسانوں میں خود وحی اور عدم وحی کے سینکڑوں لوازم و خصائص اور اوصاف کا فرق پیدا ہوتا ہے۔

● جب صحابہ کرام بھی حضور کے اتباع میں کئی کئی دن مسلسل روزہ رکھنے لگے تو آپ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا ایکم مثلی تم میں کون میرے مثل ہے يُطْعِمُنِي وَيَسْقِيْنِي (بخاری) میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں، میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

تو کیا عام انسانوں کو بھی یہ روحانی غذا اور روحانی سیرابی میسر آتی ہے؟ اور کیا وحی کے

marfat.com

علاوہ دوسری حیثیتوں سے بھی مثلیت کی ایسی نفی نہیں ہے؟

نیند کی حالت میں نبی کے قلب اطہر اور اس کے احساسات کا غافل نہ ہونا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے آپ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں، لیکن دل نہیں سوتا۔ کیا یہ ہی کیفیت عام انسانوں کی ہے؟

لوگوں کو نماز کی صفوں کو درست رکھنے کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں، بخدا تمہارے رکوع و سجود اور خشوع مجھ پر پوشیدہ نہیں ہیں کیا عام انسانوں کی قوتِ بصارت کا یہ ہی عالم ہے؟

قرآن مجید میں فرمایا: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۔ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اے نبی کی بیویو تم ایسی نہیں ہو جیسی ہر عورت۔ تو اگر حضور کی ازواج مطہرات عام عورتوں کی طرح نہیں، تو خود رسول تو بدرجہا اس کا سزاوار ہے وہ کاحد من الرجال نہ ہو اور اپنے خصائص و کمالات میں عام انسانوں سے بدرجہا بلند تر اور ممتاز ہو۔

الغرض بنی و غیر نبی میں وحی کا فرق ہی نبی اور عام انسانوں میں سینکڑوں بلکہ بے حد و حساب فرق پیدا کر دیتا ہے اور رسالت پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ رسول کے خصائص و لوازم اور اس کے دینی و شرعی مرتبہ کو تسلیم کیا جائے اور اس پر ایمان لایا جائے۔

دنیا کے مذاہب میں وہ کاملیت اور ابدیت نہیں ہے جو اسلام میں ہے، دوسرے مذاہب دین و دنیا کے کسی ایک شعبہ پر زور دیتے ہیں اور دوسرے شعبہ کو تشنۂ تکمیل چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ انہیں اپنے دینی و دنیاوی مسائل کی تکمیل کیلئے مذہب سے باہر کسی تعلیم کو اپنانے اور اس سے ہدایت لینے کی ضرورت پڑتی ہے لیکن دین اسلام ایک کامل و مکمل دین ہے زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی فرماتا ہے۔

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہے کہ آپ نے تھوڑے عرصہ میں وہ تمام ہدایات دے دیں جن کی ضرورت ایک انسان کو اس کے دینی یا دنیاوی معاملات میں پیش آسکتی ہے۔ آپ نے ہمیں جس راہ پر چھوڑا ہے اس کی رات بھی دن کے مانند ہے۔ حضور اکرم نے اصلاح انسانی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا

marfat.com

جس کی تکمیل اپنے ارشاد اور عمل سے نہ کر دی ہو اور یہ اس لیے کہ تمام انبیا میں خاتم نبوت اور آخری معلم کی حیثیت آپ کو ہی حاصل ہوئی۔ اگر انسان کے عملی اخلاقی و دنیاوی ضرورتوں کا کوئی گوشہ آپ کے فیض سے محروم رہ کر تکمیل کا محتاج ہوتا تو آپ کے بعد کسی آنے والے کی حاجت باقی رہ جاتی، حالانکہ آپ نے فرمایا، میرے بعد کوئی نبی نہیں، میں قصرِ نبوت کی آخری اینٹ ہوں انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ اسلام میں یہ کاملیت اس لیے ہے کہ اس میں حضور اکرم کے سوا کچھ نہیں ہے۔ عقائد ہوں یا عبادات، انسانوں کے ساتھ معاملہ ہو یا خدا کے ساتھ ان سب کا ماخذ ذاتِ نبوی ہے اللہ عزوجل نے دین کا ابدی مرکز اور شریعت کا آخری ماخذ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات کو قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے قرآن نازل کیا۔ لیکن قرآن سے پہلے اس ہستی مقدس کو مبعوث فرمایا۔ جس کا نام نامی اسم گرامی محمد رسول اللہ ہے۔ حضور ہی کا سینہ قرآن پاک کا متحمل ہوا۔

جو اگر پہاڑوں پر نازل ہوتا تو خشیت الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ آپ صرف پیامبر نہ تھے، بلکہ قرآن مجسم تھے، قرآن دیا تو اس پر چل کے بھی دکھایا۔ آپ حق و باطل کا معیار مطلق تھے۔ جسے سند قبولیت عطا فرمائی۔ وہ نیکی ہے۔ جسے رد فرما دیا۔ وہ بدی ٹھہری۔ جو کہا وہ قانون بنا۔ جو کیا وہ معیار ہوا۔

حضور قرآن مجسم، قرآن ناطق۔ دین و شریعت کا محور و مرکز اور قرآن کے معلم ہوئے اس لئے تمام معاملات میں خواہ اس کا تعلق کسی بھی شعبہ سے ہو سب کا مرکز سب کا مقصود۔ حضور ہی کی ذاتِ ستودہ صفات ہے۔ قرآن کو سمجھانا، قرآن کے الفاظ کی تفسیر کرنا۔ قرآن کے احکام کی وضاحت فرمانا۔ یہ تمام فرائض نبوت ہیں۔ اسی لئے رب العلمین جل مجدہٗ نے اعلان فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (احزاب) تمہارے لئے تمہارے نبی کی سیرت بہترین لائحہ عمل ہے۔ وہ آئے یعنی حضور آئے۔ تمام تر زیبائیوں اور رعنائیوں کے ساتھ آئے۔ نیابت بھی ان پر ختم ہوئی اور معرفت بھی ان پر ختم ہوئی اور نبوت بھی۔ کیونکہ آپ نے نیابت معرفت اور علم و حکمت اور رسالت کا حق ادا کر دیا۔

marfat.com

عیدِ میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سیدی یا رسول اللہ

نفس گم کردہ می آید

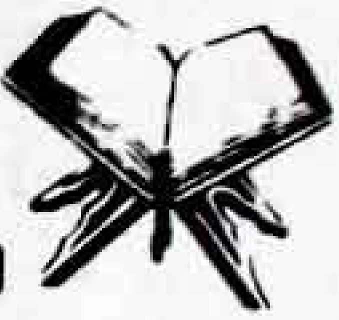

جُنید و بایزید اینجا

عیدِ میلادالنبی

۱۲ ربیع الاوّل

اللہ رب العزت جل مجدہٗ کا سب سے بڑا فضل اور سب سے بڑی نعمت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ اور بعثتِ طیبہ ہے اور آپ کی تشریف آوری پر مسرّت و شادمانی کے اظہار آپ کے حالات و کمالات فضائل و معجزات بیان کرنے کا نام عیدِ میلاد النبی ہے جو مسلمانوں کی حقیقی عید ہے اور دنیا و آخرت کی تمام عیدیں اسی صبحِ امید کی مرہونِ منت ہیں۔ حضرت شیخ عبد الحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ماثبت بالسنہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

شبِ میلاد لیلۃ القدر سے افضل

شبِ میلادِ مبارک لیلۃ القدر سے بلاشبہ افضل ہے اس لئے کہ میلاد کی رات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونے کی رات ہے اور شبِ قدر حضور کو عطا کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جس رات کو ذات مقدسہ سے شرف ملا وہ اس رات سے مزید افضل قرار پائے گی جو حضور کو دینے جانے کی وجہ سے شرف والی ہے نیز لیلۃ القدر نزولِ ملائکہ کی وجہ سے شرف

marfat.com

ہوئی اور لیلۃ المیلاد بنفسِ نفیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور مبارک سے شرف یاب ہوئی اور اس لئے بھی کہ لیلۃ القدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر فضل و احسان ہے اور لیلۃ المیلاد میں تمام موجوداتِ عالم پر اللہ تعالٰے نے فضل و احسان فرمایا کیونکہ حضور رحمۃ للعالمین ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالٰی کی نعمتیں تمام خلائق اہلِ سمٰوات والارضین پر عام ہوگئیں"۔ انتہی (ماثبت بالسنہ ص۸۲)

نیز امام قسطلانی نے بھی مواہب اللدنیہ جلد اول ص۲۶-۲۷ پر لیلۃ القدر پر شبِ میلاد کے افضل ہونے پر یہی دلائل قائم فرمائے اور اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔

○ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی پیدائش کے وقت ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے آکر ابولہب کو خبر دی کہ تیرے بھائی عبداللہ کے گھر فرزند (محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) پیدا ہوئے ہیں۔ ابولہب سن کر اتنا خوش ہوا کہ انگلی کا اشارہ کر کے کہنے لگا "ثویبہ! جا۔ آج سے تو آزاد ہے"۔

سب مسلمان جانتے ہیں کہ ابولہب کافر تھا، قرآن پاک میں پوری سورۃ تَبَّتْ يَدَا اَبِیْ لَهَبٍ اس کی مذمت میں موجود ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کرنے کا جو فائدہ اس کو ہوا وہ سنیئے:۔

فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ لَهَبٍ فَرَاٰهُ بَعْضُ اَهْلِهٖ بِشَرِّ حَسِیْبَةٍ قَالَ لَهٗ مَاذَا لَقِیْتَ؟ قَالَ اَبُوْ لَهَبٍ لَمْ اَلْقَ بَعْدَ كُمْ خَیْرًا اِلَّا اَنِّیْ سُقِیْتُ فِیْ هٰذِهٖ بِعِتَاقَتِیْ ثُوَیْبَةَ (بخاری شریف)

کہ جب ابولہب مرا تو اس کے گھر والوں نے اس کو خواب میں بہت برے حال میں دیکھا۔ پوچھا۔ کیا گزری؟ ابولہب نے کہا تم سے علیحدہ ہو کر مجھے خیر نصیب نہیں ہوئی، ہاں مجھے اس (کلمے کی) انگلی سے پانی ملتا ہے (جس سے میرے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے (کیونکہ میں نے اس انگلی کے اشارے سے) ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

بخاری شریف میں ہے:۔

قال عروۃ ثویبۃ مولاۃ لابی لھب کان ابو لھب اعتقھا فارضعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما مات ابولھب اُرِیَہٗ بعض اھلہ بشر حیبۃ قال لہٗ ماذا لقیت قال

حضرت عروہ فرماتے ہیں ثویبہ ابولہب کی باندی تھی جسے اس نے (حضور کی پیدائش کی خوشی میں) آزاد کر دیا تھا، اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ بھی پلایا۔ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض اہل (حضرتِ عباس) نے اُسے بہت بری حالت میں خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا

marfat.com

ابولهب لم الق بعدکم غیر فی سقیت فی هذهٖ لعتاقتی ثوبیة انتہی (بخاری شریف جلد ۲ ص ۲۳)

مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا ابولہب نے کہا تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں اس لئے کہ میں نے (حضور کی پیدائش کی خوشی میں) ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:۔

ذکر السهیلی ان العباس قال لما مات ابولهب رایته فی منامی بعد حول فی شر حال فقال ما لقیت بعدکم راحة الا ان العذاب یخفف عنی فی کل یوم اثنین قال و ذالك ان النبی صلی الله علیه وسلم وُلِدَ یوم الاثنین وکانت ثویبة بشرت ابالهب بمولدہٖ فاعتقها

(فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۱۸)

سہیلی نے ذکر کیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب جب مر گیا تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت برے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہارے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے حضرت عباس نے فرمایا یہ اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے اور ثویبہ نے ابولہب کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا۔"

یہ حدیث عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری طبع جدید جلد ۲۰ ص ۹۵ پر علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی ارقام فرمائی۔

غور فرمائیے! ابولہب کافر تھا، ہم مومن، وہ دشمن خدا، ہم غلام، اس نے بھتیجے کے پیدا ہونے کی خوشی کی تھی نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی خوشی کرتے ہیں جب دشمن اور کافر کو خوشی کرنے کا اتنا فائدہ پہنچ رہا ہے تو غلاموں کو کتنا فائدہ پہنچے گا۔

دوستاں را کجا کنی محروم   کہ با دشمناں نظر داری

○ شیخ المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

دریں جا سند است مر اہلِ موالید را کہ در شبِ میلادِ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم سرور کنند و بذلِ اموال نمایند یعنی ابولہب کہ کافر بود چوں بسرورِ میلادِ آنحضرت و بذلِ شیرِ جاریۂ

اس واقعہ میں میلاد شریف کرنے والوں کیلئے روشن دلیل ہے جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شبِ ولادت میں خوشیاں مناتے اور مال خرچ کرتے ہیں یعنی ابولہب کافر تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی اور لونڈی کے

marfat.com

وے بجہتِ آنحضرت جزا دادہ شد تا حال مسلماں کہ مملو است بمحبت و سرور و بذل مال در وے چہ باشد ولیکن باید کہ از بدعت ہا کہ عوام احداث کردہ اند از تغنی و آلات محرمہ منکرات خالی باشد۔

دودھ پلانے کی وجہ سے انعام دیا گیا تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں محبت سے بھرپور ہو کر مال خرچ کرتا ہے اور میلاد شریف کرتا ہے لیکن چاہیے کہ محفل میلاد شریف عوام کی بدعتوں یعنی گانے اور حرام باجوں سے خالی ہو۔

عیدِ میلاد کی خوشی منانا

بعض لوگ میلاد شریف کی محفل منعقد کرنے اور ربیع الاول میں خیرات و صدقات و اظہار فرحت و سرور کو بدعت سمجھتے ہیں ان کا یہ خیال قطعاً غلط ہے امام قسطلانی شارح بخاری مواہب اللدنیہ میں ارقام فرماتے ہیں:

ولازال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده صلى الله عليه وسلم ويعملون الولائم ويتصدقون فى لياليه بانواع الصدقات ويظهرون السرور ويزيدون فى المبرات ويعتنون بقراءة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم ومما جرب من خواصه انه امان فى ذالك العام وبشرىٰ عاجلة بنيل البغية والمرام فرحم الله امرأ اتخذ ليالى شهر مولده المبارك اعياداً ليكون اشد علة على من فى قلبه مرض وعناد ولقد اطنب ابن الحاج فى المدخل فى الانكار على ما احدثه الناس من البدع والاهواء والغناء بالآلات المحرمة عند عمل المولد الشريف فالله تعالى يثيبه على قصده الجميل۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے مہینے میں اہلِ اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے رہے اور دعوتِ طعام کرتے رہے ہیں اور ان راتوں میں انواع و اقسام کی خیرات کرتے رہے اور سرور ظاہر کرتے چلے آئے ہیں اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد کریم کی قرأت کا اہتمام خاص کرتے رہے ہیں جس کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ظاہر ہوتا رہا ہے اور اس کے خواص سے یہ امر مجرب ہے کہ انعقادِ محفل میلاد اس سال میں موجب امن و امان ہوتا ہے اور ہر مقصود و مراد پانے کے لئے جلدی آنے والی خوشخبری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے جس نے ماہِ میلاد مبارک کی ہر رات کو عید بنایا تاکہ یہ عید میلاد سخت ترین علت و مصیبت ہو جائے، اس شخص

marfat.com

ویسلک بنا سبیل السنۃ فانہ حسبنا ونعم الوکیل (مواہب لدنیہ جلد اول صفحہ ۷۸ مطبوعہ مصر) پر جس کے دل میں مرض وعناد ہے اور علامہ ابن الحاج نے مدخل میں طویل کلام کیا ہے۔ ان چیزوں پر انکار کرنے میں جو لوگوں نے بدعتیں اور نفسانی خواہشیں پیدا کر دی ہیں اور آلاتِ محرمہ کے ساتھ عملِ مولود شریف میں غنا کو شامل کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے قصدِ جمیل پر ثواب دے اور ہمیں سنت کی راہ پر چلائے۔ بیشک وہ ہمیں کافی ہے اور بہت ہی اچھا وکیل ہے"۔

علامہ قسطلانی کی اس عبارت سے حسبِ ذیل امور ثابت ہوئے:۔

(۱) ماہِ میلاد (ربیع الاول شریف) میں انعقادِ محفلِ میلاد اہلِ اسلام کا طریقہ رہا ہے۔

(۲) کھانے پکانے کا اہتمام۔ انواع واقسام کے خیرات وصدقات ماہِ میلاد کی راتوں میں اہلِ اسلام ہمیشہ کرتے رہے ہیں۔

(۳) ماہ ربیع الاول میں خوشی ومسرت وسرور کا اظہار شعارِ مسلمین ہے۔

(۴) ماہِ میلاد کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنا مسلمانوں کا پسندیدہ طریقہ چلا آیا ہے۔

(۵) ماہِ ربیع الاول میں میلاد شریف پڑھنا اور قرأتِ میلادِ پاک کا اہتمامِ خاص کرنا مسلمانوں کا محبوب طرزِ عمل رہا ہے

(۶) میلاد کی برکتوں سے میلاد کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عمیم ہمیشہ سے ظاہر ہوتا چلا آیا ہے۔

(۷) محفلِ میلاد کے خواص سے یہ مجرب خاص ہے کہ جس سال میں محافلِ میلاد منعقد کی جائیں وہ تمام سال امن وامان سے گزرتا ہے۔

(۸) انعقادِ محافلِ میلاد مقصود ومطلب پانے کے لئے بُشریٰ عاجلہ (جلد آنے والی خوشخبری) ہے۔

(۹) میلادِ مبارک کی راتوں کو عید منانے والے مسلمان اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے اہل ہیں۔

ربیع الاول فرحت وسرور کا مہینہ ہے تمام عالمِ اسلام اس ماہِ مبارک میں میلاد کی خوشیاں مناتا ہے اور عید سے زیادہ فرح وسرور کے لطف اٹھاتا ہے۔ حضور کی تشریف آوری کی خوشی کے سامنے مسلمان ہر ایک غم کو بھول جاتا ہے۔
حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہورِ پرنور دوعالم کی عظیم ترین نعمت ہے نعمتِ الٰہی کا ذکر اور اس پر شکر اور اس کی یادگار قائم کرنا خوشی منانا شریعت میں ثابت ہے۔

○ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ شریف تشریف لائے تو وہاں کے یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو ان سے فرمایا کہ تم عاشورہ کا روزہ کیوں رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ دن نہایت مقدس ومبارک ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات بخشی اور ہم تعظیماً اس دن روزہ رکھتے ہیں تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔

نَحْنُ اَحَقُّ بِمُوْسٰی مِنْکُمْ فَصَامَہٗ وَاَمَرَ کہ ہم موسیٰ کی فتح کا دن منانے میں تم سے زیادہ حق دار ہیں

marfat.com

بِصِيَامِهٖ (بخاری، مسلم، ابوداؤد) پس حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا

غور کیجئے جس دن بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی بنی اسرائیل اس دن کی تعظیم کریں اور اسکو منائیں اور حضور بھی اس کی عملی طور پر تائید و توثیق فرمائیں تو جس دن رہبرِ عالم حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اس کی یاد منانا کیونکر بدعت ہو سکتا ہے؟

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر روح البیان آیت کریمہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے تحت فرماتے ہیں :۔

وَمِنْ تَعْظِيْمِهٖ عَمَلُ الْمَوْلِدِ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مُنْكَرٌ قَالَ الْاِمَامُ السُّيُوْطِيْ يُسْتَحَبُّ لَنَا اِظْهَارُ الشُّكْرِ لِمَوْلِدِهٖ (روح البیان)

کہ میلاد شریف کرنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تعظیم ہے جب کہ وہ منکرات سے خالی ہو۔ سیوطی ملتے ہیں کہ ہمارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔

○ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں میلاد کے بارے میں فرماتے ہیں :۔

نفسِ قرآن خواندن بصورتِ حسن و در قصائد و منقبت خواندن چہ مضائقہ است۔

کہ اچھی آواز کے ساتھ قرآن قصیدے، نعت شریف اور فضائل بیان کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔

○ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

اَخْبَرَنِیْ سَیِّدِی الْوَالِدُ قَالَ كُنْتُ اَصْنَعُ فِیْ اَیَّامِ الْمَوْلِدِ طَعَامًا صِلَةً بِالنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَفْتَحْ لِیْ سَنَةً مِّنَ السِّنِیْنَ شَیْئٌ اَصْنَعُ طَعَامًا فَلَمْ اَجِدْ اِلَّا حِمَّصًا مَقْلِیًّا فَقَسَّمْتُهٗ بَیْنَ النَّاسِ فَرَاَیْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ یَدَیْهِ هٰذِهِ الْحِمَّصُ مُتَبَهِّجًا بَشَّاشًا (در الثمین فی المبشرات النبی الامین)

کہ میرے والد ماجد نے مجھ کو بتایا کہ میں میلاد شریف کے دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں کھانا پکوایا کرتا تھا۔ ایک سال سوائے بھنے ہوئے چنوں کے کچھ میسر نہ آیا تو وہی لوگوں میں تقسیم کر دیئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ بھنے ہوئے چنے آپ کے روبرو پڑے ہیں اور آپ بہت ہی مسرور و خوش ہیں۔

○ راس المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی فرماتے ہیں :۔

" کہ فقیر کے مکان پر سال میں دو مجلسیں ایک ذکر وفات شریف، دوسری ذکر شہادت حسنین ہوتی ہیں۔ سینکڑوں آدمی جمع ہوتے ہیں۔ درود شریف و قرآن پڑھا جاتا ہے وعظ ہوتا ہے پھر سلام پڑھا جاتا ہے۔ بعد ازاں کھانے پر ختم شریف پڑھ کر حاضرین کو کھلایا جاتا ہے۔ اگر یہ سب باتیں فقیر کے نزدیک ناجائز ہوتیں تو فقیر کبھی نہ کرتا " (فتاوی عزیزیہ جلد اول)

marfat.com

○ اور حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں :-

"اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفلِ مولد میں شریک ہوتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔"

(فیصلہ ہفت مسئلہ مطبوعہ قیومی پریس کانپور ص)

یہی حاجی امداد اللہ صاحب شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں :-

"اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے" (شمائم امدادیہ ص)

محفلِ میلادِ مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے متعلق حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں :-

"ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت جواز کی موجود ہے، پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباعِ حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیئے اگر احتمال تشریف آوری کیا جاوے مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالمِ امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذاتِ بابرکات کا بعید نہیں۔" انتہیٰ (شمائم امدادیہ ص۹۳)

نیز فرماتے ہیں: "اگر کسی امر میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے۔ ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے جیسے قیام مولود شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے۔ جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر اس سردارِ عالم و عالمیان روحی فداہ کے اسمِ گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا ؟" (فیصلہ ہفت مسئلہ و امداد المشتاق)

○ مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاد شاہ عبد الغنی صاحب دہلوی فرماتے ہیں :-

وحق آنست کہ نفسِ ذکرِ ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و سرور فاتحہ نمودن یعنی ایصالِ ثواب بر روحِ پُرفتوح سید الثقلین از کمالِ سعادتِ انسان است (شفاء السائل)

اور یہ حق ہے کہ حضور کی ولادت کے ذکر کرنے میں اور فاتحہ پڑھ کر آپ کی روحِ پرفتوح کو ثواب پہنچانے میں اور میلاد شریف کی خوشی کرنے میں ہی انسان کی کامل سعادت ہے۔

○ علامہ شیخ حقی اسمٰعیل بروسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں :-

وَقَالَ الْاِمَامُ السُّیُوْطِیُّ قُدِّسَ سِرُّہٗ یُسْتَحَبُّ لَنَا اِظْهَارُ الشُّكْرِ لِمَوْلِدِہٖ عَلَیْهِ السَّلَام انتہیٰ (روح البیان جلد ۹ ص)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت پر شکر کرنا ہمارے لئے مستحب ہے۔ انتہیٰ (روح البیان جلد ۹ ص)

○ علامہ علی بن برہان الدین حلبی سیرۃ حلبیہ میں فرماتے ہیں۔

marfat.com

وَقَدْ استخرج له الحافظ ابن حجر اصلا من السنة بے شک عملِ مولد کے لئے ابن حجر نے سنت سے اصل نکالی
وكذا الحافظ السيوطي وردّا على الفاكهاني المالكي ہے اور اسی طرح حافظِ سیوطی نے بھی ان دونوں نے فاکہانی
في قوله ان عمل المولد بدعة مذمومة . انتہی مالکی پر اسکے اس قول میں سخت رد فرمایا ہے کہ (معاذ اللہ) عملِ
(سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۸۰) مولد بدعت مذمومہ ہے ۔ (سیرۃ حلبیہ)

○ اور ماثبت بالسنۃ میں ہے ۔

ولازال اهل الاسلام يحتفلون بشهر اور اہلِ اسلام ہمیشہ محفلیں منعقد کرتے رہے حضور صلی اللہ
مولده صلى الله عليه وسلم (ماثبت بالسنۃ ص۹۹) علیہ وسلم کے میلادِ مبارک کے زمانے میں ۔

غرضیکہ حضور کی ولادت باسعادت کی تقریب کو دھوم دھام شان و شوکت سے منانا جائز ہے اور عیدِ میلاد النبی
کی تقریب تبلیغِ اسلام کا بہترین ذریعہ ہے ۔

marfat.com

دستورِ اسلامی کا ماخذ و مرکز

اسلام دینِ کامل ہے۔ ایک عالمگیر صداقت ہے جس کی طرف بنی نوع انسان کو دعوت دی گئی ہے۔ قرآن دستورِ اسلامی کا مرکز و ماخذ ہے اور پوری نوعِ انسانی قرآن کی مخاطب ہے۔

- يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ هَٰذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ — لوگو تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آ چکا اور روشن کتاب یہ (قرآن) انسانوں کے لیے ایک پیغام ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ ان کو ڈرایا جائے۔ (یعنی خبردار کیا جائے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور تبلیغ کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن نے کہا:۔

- إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔ — ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔
- إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ۔ — ہم نے آپ پر کتاب اُتاری ہے تاکہ آپ انسانوں کے درمیان وہ حکم فرمائیں جو اللہ نے آپ کو بتا دیا ہے۔
- وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ۔ — اور ہم نے آپ پر ذکر اُتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو وہ سب کچھ بیان فرمائیں جو ان کے لیے اُتارا گیا ہے

قرآن کی اس آخری اور عالمگیر دعوت کا تقاضا یہ تھا کہ انسان کو زندگی کے بنیادی اصول سمجھا دیے جائیں اور ہدایت کے لیے مرکز و ماخذ مقرر کر دیے جائیں تاکہ زندگی کے ہر موڑ پر آسانی کے ساتھ رہنمائی حاصل ہو سکے

marfat.com

- وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ | وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے (لیکن وہی کہتے ہیں) جو وحی نازل ہوتی ہے ـــــ رسول کی اطاعت دراصل خدا ہی کی اطاعت ہے۔

- مَنْ أَطَاعَ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ۔ | جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت صرف احکامِ قرآنی تک ہی محدود نہیں ہے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واحکام وافعال وحی الٰہی ہیں اور قرآن کی طرح واجب العمل ہیں۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ | ہم نے تم پر کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور یہ مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے

- دوسرا مرکز و ماخذ خود حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ آپ کی سیرت و صورت اقوال واعمال، افعال واحکام یہ سب وحی الٰہی ہیں اور قرآن کی طرح ہی واجب العمل ہیں۔

- وَاحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ۔ | اور فیصلہ کرو مطابق قرآن کے اور ان کی (فریقین کی) مرضی کا اتباع نہ کرو

- يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا أَعْمَالَكُمْ۔ | اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور (اس کے) رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

- يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ۔ | اے ایمان والو جو حکم، اللہ اور رسول دے اسے قبول کرو تاکہ تمہیں حیات حاصل ہو۔

اطاعتِ رسول کی طرف توجہ دلاتے ہوئے قرآن حکیم میں صرف ثانوی حیثیت ہی میں اس کا ذکر

marfat.com

نہیں کیا گیا، بلکہ بالاستقلال اس کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:۔

• مَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا	رسول جو کچھ تمہیں (حکم) دیں اس کو (اختیار کرو) اور جس بات سے

منع فرمائیں اسے نہ کرو۔

مزید تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد ہوا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝	تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں حاکم نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اسے خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہونگے۔

ایمان ہے قالِ مصطفائی
قرآن ہے حالِ مصطفائی

مالکِ شریعت کتاب مجید کی مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب مقام یہ قرار پایا ہے کہ آپ مستقل طور پر شارع ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو آمر و ناہی بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور آپ کو یہ اختیار ہے کہ آپ جسے چاہیں واجب قرار دے دیں اور جسے چاہیں ناجائز قرار دے دیں۔ حضور کے اس منصب خاص کے ثبوت میں متعدد آیات و احادیث پیش کی جا سکتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے۔

۱۔ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ط	وہ جو اتباع کریں گے رسولِ اُمّی کا جسے لکھا ہوا پائیں گے توریت و انجیل میں، وہ رسول انہیں بھلائی کا حکم دے گا، بُرائی سے منع کرے گا، ستھری چیزیں حلال کرے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام فرمائے گا۔ (پ ۹ ع ۹)

اس آیت میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند اوصاف کا ذکر ہے۔ یہ وہ اوصاف ہیں۔

marfat.com

جو توریت وانجیل میں بھی مذکور ہیں۔

(ا) آپ اُمّی ہیں۔ یعنی خداوند قدوس کے سوا آپ نے کسی سے تعلیم نہیں پائی۔ آپ کا فکر و فہم، علم و فضل وہبی ہے۔ (ب) آپ اچھی عادتوں کا حکم دیتے ہیں۔

(ج) بُرائی سے روکتے ہیں۔ (د) طیّبات کو حلال فرماتے ہیں۔ اور

(ہ) خبائث کو حرام قرار دیتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کیطرف بھی تحریم خبائث اور تحلیل طیبات کی نسبت فرمائی ہے

لیکن چند اشیا کی حلّت و حرمت کے سوا باقی خبیث و طیب اشیا کی تفصیل قرآن میں نہیں ملتی۔ اب کیسے معلوم ہو کہ یہ اشیا خبیث ہیں اور یہ طیب ہیں۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کو مقرر فرمایا۔ اور توریت و انجیل، اور قرآن میں اپنے محبُوب کے اسی منصب خاص کا ذکر فرمادیا کہ خبیث و طیب کی تعیین اور اشیا کی حلت و حرمت کی تشریح کا کام ہمارے رسُول کے سپرد ہے۔ یہ جس چیز کی حلت و حرمت کا حکم دیں، اچوں و چرا تسلیم کرنا چاہیے۔ اسی لیے قرآن نے ان لوگوں سے جہاد کا حکم دیا ہے۔ جو رسول کریم کے حلال اور حرام کیے ہُوئے کو تسلیم نہیں کرتے اور آپ اس منصب خاص کے منکر ہیں۔

۲۔ قَاتِلُوا الَّذِینَ لَا یُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔	لڑو ان لوگوں سے جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسے حرام کر دیا اللہ نے اور

اس کے رسول نے ———— دیکھیے اس آیت میں کتنی وضاحت سے اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے۔ کہ اللہ کے اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے میں کچھ فرق نہیں ہے۔ جو رسول کے حرام کیے ہُوئے کو نہیں مانتے۔ ان سے جہاد فرض ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ قرآن میں جا بجا اللہ و رسول کا نام ہے۔ اور احکام کی نسبت بھی اللہ اور رسول کی طرف کی گئی ہے۔ آخر خدا اور رسول دونوں کی طرف حکم یا فعل کی نسبت کیوں کی جاتی ہے؟ صرف خدا کی طرف ہی کیوں نہیں کر دی جاتی۔ قرآن میں حکم، رضا، اطاعت، حرمت، حلت اتباع کے الفاظ کثیر مقامات پر آئے ہیں۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ خالق اکبر نے ان مواقع پر اپنے محبوب رسول

marfat.com

کو جُدا نہیں کیا۔ آخر اس میں کوئی حکمت ضرور ہے۔ کیونکہ اللہ حکیم مطلق ہے۔ اس کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ قرآن میں جا بجا خدا اور رسول کی طرف نسبت کرنے میں حکمت یہی ہے کہ دنیا والوں پر ظاہر ہو جائے کہ رسول پر ایمان لانا، اس کے افعال و کردار و گفتار اور اس کے امر و نہی کو تسلیم کرنا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح اللہ رب العزت کے امر و نہی کو مذکورہ بالا آیت میں بھی حتّٰی مرکا فاعل اللہ ورسول دونوں کو بنایا گیا ہے اور واؤ عطف مغایرت کے اظہار کے لیے بھی موجود ہے۔ گویا منشائے ایزدی یہ ہے کہ رسول کے امر و نہی بھی وہی حیثیت رکھتے ہیں جو اللہ رب العزت جل مجدہٗ کے امر و نہی کی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کے اولین مخاطب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ ہر مسئلہ کو دربارِ رسالت میں پیش کر دیا کرتے تھے اور ہر چیز کی تفصیل و تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے حاصل کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ جب ان کے سوالات کی کثرت ہوئی صحابہ کا اس طرح کثرت سے سوال کرنا طبع نبوی پر گراں گزرا تو رب العالمین نے اعلان فرمایا:۔

۳۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا۔	اے ایمان والو میرے محبوب سے زیادہ سوال
۴۔ عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ	نہ کرو اگر انھوں نے ظاہر کر دیا تو تمہیں برا لگے گا۔

آیت بالا میں صحابہ کو کثرتِ سوال سے منع فرمایا ہے اور انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ رسول کریم بہ نفسِ نفیس تم میں موجود ہیں وہ اپنے منصبِ نبوت و رسالت کو خوب جانتے ہیں۔ وہ شارع ہیں اور شارع ہونے کی حیثیت سے ان کا فرض ہے کہ دین کے معاملہ میں ہر ضروری بات سے تمہیں آگاہ کر دیں۔ تمہیں بار بار سوال کرنے اور ہر چیز کا حکم معلوم کرنے سے باز رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر تمہارے سوال پر انھوں نے کسی چیز کو ظاہر کر دیا تو:۔

اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ	تمہیں برا لگے گا۔

یعنی انھوں نے اگر کسی چیز کی حرمت و حلت یا امر و نہی کا حکم دے دیا تو اگرچہ وہ چیز پہلے دین نہ تھی تو اب ان کے فرما دینے سے دین بن جائے گی اور تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ اس لیے کثرتِ سوال سے باز رہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔ کہ

۵۔ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ	کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں
اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا	پہنچتا کہ جب اللہ ورسول کسی بات کا

marfat.com

اَنْ یَّکُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا ؕ

(پ ۲۲ - ع - ۲)

انہیں حکم دیں تو انھیں اپنی جانوں کا اختیار رہے اور جو اللہ اور رسول کے حکم کو نہ مانے وہ کھلی گمراہی میں بھٹکا ہوا ہے۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ قبل طلوع اسلام حضور علیہ السلام نے زید بن حارثہ کو خرید کر آزاد فرمایا تھا اور اپنا متبنیٰ بنایا تھا۔ حضرت زینب بنت جحش جو حضور کی پھوپھی اُمیہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ حضور نے انھیں حضرت زید کے لیے نکاح کا پیغام دیا۔ اول تو وہ راضی ہو گئیں۔ لیکن جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ حضور اپنے ساتھ نہیں بلکہ زید کے ساتھ میرا نکاح فرمانا چاہتے ہیں تو انکار کر دیا۔ اور عرض کی میں ان کے ساتھ نکاح کرنا پسند نہیں کرتی۔ ان کے بھائی عبداللہ بن جحش نے بھی اسی بنا پر انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ جسے سُن کر دونوں بھائی تائب ہوئے اور نکاح ہو گیا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ کسی عورت پر اللہ عزوجل کی طرف سے فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر خواہی نخواہی راضی ہو جائے۔ لیکن حضور نبی کریم کے پیام دیے ہوئے کو نہ ماننے پر اللہ تعالیٰ نے بعینہٖ وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرض الٰہی کے ترک پر فرمائے جاتے اور رسول کے نام پاک کے ساتھ اپنا نام اقدس بھی شامل فرمایا۔ جس سے یہ ظاہر ہوا کہ جو بات خدا کی طرف سے فرض نہ ہو تو اب رسول کے فرمانے سے فرض ہو گئی۔ مسلمانوں کو اس کے نہ ماننے کا کوئی اختیار نہ رہا۔ جو نہ مانے گا، گمراہ ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ رسول کے حکم دینے سے کام فرض ہو جاتا ہے۔ اگرچہ فی نفسہٖ خدا کا فرض نہ ہو۔ ایک مباح اور جائز امر ہو۔ ہاں ائمہ کرام خدا و رسول کے فرض میں فرق کرتے ہیں۔ یعنی خدا کا فرض کیا ہوا رسول کے فرض کیے ہوئے سے اقویٰ ہے۔

حضرت امام اعظم کا ادب

امام عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ باب الوضو میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب دیگر ائمہ سے زائد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے وضو میں نیت کو فرض نہ کیا اور وتر کو واجب رکھا۔ کیونکہ وضو میں نیت اور وتر کا وجوب قرآن میں نہیں ہے۔ بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ حضرت امام نے حضور کے فرض کیے ہوئے کو واجب اس لیے فرمایا تاکہ خدا کے اور رسول کے فرض کیے ہوئے میں فرق ہو جائے۔

marfat.com

آگے چل کر فرماتے ہیں ______ کیونکہ اللہ عزوجل نے حضور کو یہ منصب دیا

٦- وَكَانَ الْحَقُّ تَعَالٰى جَعَلَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّشْرَعَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِهٖ مَا يَشَآءُ

تھا کہ شریعت میں جو چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں۔

ان روایات سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ رسول کو بھی حرام و حلال کا اختیار ہے اور رسول کا حرام کیا ہوا خدا ہی کا حرام کیا ہوا ہے۔ مگر افسوس منکرانِ عظمتِ رسول قرآن کی صاف و صریح آیات کو بھی نہیں تسلیم کرتے۔ تاہم اہلِ ایمان کے ایمان کی تازگی کے لیے چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

حضور نے مدینہ کو حرم بنایا

صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا اے اللہ ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا

وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ الْمَدِیْنَةَ مَا بَیْنَ مَاْزِمَیْهَا اَنْ لَّا یُهْرَاقَ فِیْهَا دَمٌ وَلَا یُحْمَلُ سِلَاحٌ لِقِتَالٍ وَلَا یُخْبَطُ فِیْهَا شَجَرَةٌ اِلَّا لِعَلْفٍ۔ (مسلم شریف)

میں نے مدینہ کے دونوں کناروں میں جو کچھ ہے اس کو حرم بنا کر حرام کر دیا ہے۔ اب اس میں کوئی خون نہ گرایا جائے۔ لڑائی کے لیے ہتھیار نہ باندھے جائیں۔ اور کسی پیڑ کے پتے سوائے چارے کے نہ جھاڑے جائیں۔

واضح ہو کہ مکہ مکرمہ کے حرم ہونے کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی کہ الٰہی! مکہ کو حرم بنا دے جو قبول ہو گئی۔ لیکن مدینہ کے متعلق قرآن میں اس قسم کا کوئی حکم نہ تھا۔ حضور علیہ السلام نے عرض کی "الٰہی" جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام شریعت میں بھی ماذون و مختار ہیں اور آپ کو اختیار ہے کہ آپ جس چیز کو چاہیں حرام قرار دے دیں اور مسلمانوں کا فرض ہے وہ آپ کے حکم کو تسلیم کریں۔

چنانچہ جب آپ نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا اور اس کے دونوں کناروں کے پیڑ کاٹنے، گھاس اکھاڑنے اور وہاں لڑائی کے لیے ہتھیار باندھنے اور خون بہانے سے منع فرمایا تو ایک قریشی کھڑے ہو گئے

marfat.com

عرض کی یا رسول اللہ اذخر گھاس کو کاٹنا حرام نہ فرمائیے۔ کیونکہ یہ گھاس ہم اپنے گھروں اور قبروں میں صرف کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِلَّا اِذْخَرْ اِلَّا اِذْخَرْ	مگر اذخر، مگر اذخر۔ (بخاری شریف)

یعنی میں نے تو مدینہ کے دونوں کناروں میں جو کچھ ہے اس کو حرم بنا کر حرام قرار دیا تھا۔ مگر اب تم یہ چاہتے ہو کہ اذخر گھاس کو اس حکم سے مستثنٰی رکھا جائے تو میں اس کے کاٹنے اور کام میں لانے کی اجازت دیتا ہوں ـــــ سُبْحَانَ اللہ! بخاری و مسلم کی ان حدیثوں سے حضور کی عظمتِ شان اور رفعتِ مکان کا اظہار ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تحریم بعیت کی باگ ڈور آپ کے دستِ حق پرست میں دے رکھی ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ آپ مکہ کی طرح مدینہ کو بھی حرم قرار دے رہے ہیں۔ اور صحابہ کرام آپ کے حکم (حدیث) کو اللہ ہی کے حکم کی طرح تسلیم کر رہے ہیں اور کیوں نہ سمجھیں جبکہ قرآن حکیم بالکل غیر مبہم الفاظ میں اعلان فرما رہا ہے۔

مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ (قرآن) پ ۲۸ ع ۴	جس چیز کا رسول تمہیں حکم دیں اسے مانو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔

یہ ایک آیت ہی منکرین حدیث کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔ قرآن حکیم صاف طور پر اعلان کر رہا ہے کہ یہ رسول جو کچھ تمہیں دیں، جس کا حکم فرمائیں جس چیز سے منع کریں اسے قبول کرو۔ اگر ان کی حدیث ملے تو اس کو تسلیم کرو۔ اور اگر ان سے قرآن ملے تو اس کو بھی مان لو۔ اور اگر عقل و ایمان کی روشنی میں دیکھا جائے تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ قرآن جسے سب مسلمان کلام الٰہی تسلیم کرتے ہیں کس کے ذریعہ ہمیں ملا ہے اور کس کے فرمانے اور اعلان کرنے سے ہم نے اس قرآن کو کلامِ الٰہی تسلیم کیا؟ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایا یہ قرآن کلامِ الٰہی ہے۔ ہم نے تسلیم کر لیا۔ گویا قرآن کا کلامِ الٰہی ہونے کا مدار بھی حضور ہی ہیں اگر حکم رسول کا انکار کر دیا جائے تو پھر قرآن حکیم کو کلامِ الٰہی مانا ہی نہیں جا سکتا۔

نمازِ عشا میں تاخیر کا حکم

حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

اگر میں اپنی اُمت پر بوجھ نہ سمجھتا تو:۔

لَوْلَا اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَخَّرْتُ الْعِشَاءَ	نمازِ عشا کو ثلث لیل یا آدھی رات

marfat.com

إِلَىٰ ثُلُثِ اللَّيْلِ اَوْ نِصْفِ اللَّيْلِ۔ | تک ہٹا دیتا۔ (ابن ماجہ)

مسواک کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر مجھے اُمت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو

لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ۔ | ہر نماز کے ساتھ مسواک کا بھی حکم دیتا۔ (بخاری)

وضو کے متعلق فرمایا۔ اگر اُمت پر دشوار نہ سمجھتا۔ تو

لَاَمَرْتُهُمْ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ بِوُضُوْءٍ۔ | ہر نماز کے لیے مستقل وضو کا حکم دیتا۔ (احمد و نسائی)

ان احادیث پر غور کیجئے۔ حضور فرماتے ہیں میں عشا کو آدھی رات گئے پڑھنے اور ہر نماز کے لیے وضو اور مسواک کا حکم دینا چاہتا تھا۔ مگر اُمت کی آسانی کے لیے میں نے یہ حکم نہیں دیے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے حضور کو شریعت میں پورا اختیار دیا ہے۔ اور نبی و رسول اللہ تعالیٰ کے منشا اور مرضی کے ترجمان ہوتے ہیں۔ ان کے حکم اور ان کی احادیث کو ماننا ضروری ہے۔

حج عمر میں ایک بار فرض ہے

قرآن حکیم میں حج کا حکم موجود ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ | لوگوں پر اللہ کے لیے حج فرض ہے۔

چونکہ امر میں تکرار نہیں ہوتی، اس لیے اس آیت سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حج عمر میں ایک بار فرض ہے اور جمہور مسلمین کا یہی مذہب ہے لیکن اب حضور سید المرسلین علیہ السلام کی عظمت و بزرگی ملاحظہ کیجئے۔

صحابہ کرام عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! کیا حج عمر میں ایک مرتبہ ہی فرض ہے؟ حضور نے فرمایا

لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ (مسلم شریف) | اگر میں ہاں کہہ دوں تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ! یہ مرتبہ ہے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ قرآن حکیم میں اللہ عز و جل نے عمر میں ایک بار حج فرض کیا۔ لیکن حضور فرماتے ہیں، اگر میں ہاں فرما دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا۔

ثابت ہوا کہ حضور کا فرمان (حدیث) بھی خدا ہی کا فرمان ہے کیونکہ حضور ہی فرماتے ہیں، جو

marfat.com

وحی الٰہی ہوتا ہے۔ نہ صرف آپ کی گفتگو وحی ہوتی ہے۔ بلکہ انبیاء کرام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں (بخاری)

حضور کے حکم کو ماننا ضروری ہے

اسی مذکورہ بالا حدیث کے آخر میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مجھے چھوڑے رہو جب تک کہ میں تمھیں چھوڑے رہوں کیونکہ اگلی امتیں اسی کثرت سوال اور اپنے انبیاء کے خلاف مراد چلنے سے ہلاک ہوئیں۔

فَاِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ فَاْتُوْمِنْهُ فَمَا اسْتَطَعْتُمْ وَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَیْءٍ فَدَعُوْهُ (مسلم شریف)	جب میں کسی بات کا حکم دوں تو جتنی جلدی ہو سکے بجا لاؤ۔ اور جب کسی بات سے منع کردوں تو چھوڑ دو۔

حضور کے یہ جملے قابل غور ہیں۔ اس وقت صحابہ کرام کو آپ کا یہ ارشاد تھا کہ مجھ سے زیادہ پوچھ گچھ مت کرو۔ میں فرائض نبوت کو خوب سمجھتا ہوں جب کسی بات کا حکم دوں مان لو۔ اور جب منع کردوں تو باز آجاؤ۔

یہ کثرت سوال سے منع فرمانے کی وجہ کیا تھی؟ یہی کہ میری زبان سے تمھارے سوال کے جواب میں جو حکم بھی صادر ہو جائے گا، وہ اللہ کی مرضی ہوگی اور اللہ ہی کا حکم ہوگا۔ پھر اگر تم میرے حکم کو تسلیم نہیں کروگے تو مصیبت میں پڑ جاؤگے۔ اس لیے تم زیادہ سوال مت کیا کرو۔ جو ضروری باتیں ہونگی وہ خود ہیں فرمادیا کروں گا۔

اس کے علاوہ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ شارع ہونے کی حیثیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہی مقام نہیں ہے کہ آپ کسی چیز کا امر یا نہی فرمادیں بلکہ آپ کو یہ بھی اختیار ہے کہ کسی معین حکم شرعی سے جس کو چاہیں مستثنیٰ فرمادیں اور یہ آپ کی خصوصیت ہے اور آپ ہی کا مقام و مرتبہ ہے جو بیش گاہ الٰہی سے صرف آپ کو عطا ہوا ہے۔

حضور کا منصب خاص

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضور کے خصوصیات کا بیان ہے۔ آپ کو خاص طور پر

بِاَنَّهٗ يَخُصُّ مَنْ شَآءَ بِمَا شَآءَ مِنَ الْاَحْكَامِ (خصائص کبریٰ جلد دوم)	یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم شرعی سے چاہیں مستثنیٰ فرمادیں۔

marfat.com

چنانچہ امام قسطلانی نے اس کی نظیریں پانچ، امام جلال الدین سیوطی نے دس اور اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے پندرہ واقعے صحیح معتبر احادیث سے نقل فرمائے۔ جن سے چند احادیث نظر ناظرین ہیں۔

قربانی کا جانور

مسئلہ یہ ہے کہ قربانی شہریوں کے لیے نماز عید کے بعد کرنی چاہیئے۔ اور بکری یا بکرا جس کی قربانی کی جائے۔ وہ پورے ایک سال کا ہونا چاہیئے۔ لیکن بخاری و مسلم میں براء ابن عازب سے ہے کہ ان کے ماموں ابو بردہ بن دینار نے نماز عید سے قبل قربانی کرلی جب انھیں معلوم ہوا تو دربار نبوت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ میرے پاس چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے۔ مگر سال بھر والے سے اچھا ہے۔ فرمایا۔ جاؤ تم اس کی جگہ یہ چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہی قربانی کردو۔ مگر یاد رکھو اتنی عمر کی بکری تمھارے بعد کسی کو

لَنْ تُجْزِئَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ (بخاری) | قربانی کے لیے کافی نہ ہوگی۔

دیکھیے حضور نے ابو بردہ کے لیے ششماہی بکری کے بچہ کی قربانی جائز فرمادی۔ حالانکہ کسی دوسرے کے لیے اس وقت بھی اور آج بھی ششماہی بکرے کی قربانی کافی نہیں ہے۔

حضرت خزیمہ کی گواہی

قرآن میں ہے کہ وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ دو عادل مسلمان مرد گواہی دیں۔

اس آیت میں اس کا بیان ہے کہ دو عادل مردوں کی گواہی ضروری ہے۔ اگر کسی بات کی شہادت ایک مرد دے گا تو وہ مقبول نہ ہوگی۔ لیکن حضور علیہ السلام نے حضرت خزیمہ ابن ثابت کی گواہی کو نصاب قرار دیا ہے جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا۔ وہ بیچ کر مکر گیا اور گواہ مانگا۔ چونکہ یہ واقعہ کسی کے سامنے کا نہ تھا اس لئے کوئی گواہی دینے کے لیے تیار نہ ہوا۔ اتنے میں حضرت خزیمہ حاضر دربار ہوئے۔ گفتگو سن کر عرض کی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا حضور

اَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ بَايَعْتَهٗ | کے ہاتھ فروخت کیا ہے۔

حضور نے فرمایا۔ خزیمہ تم تو موجود نہ تھے۔ تم نے گواہی کیسے دی؟ عرض کی یا رسول اللہ!

اَنَا اُصَدِّقُكَ عَلٰى خَبَرِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَلَا اُصَدِّقُكَ عَلَى الْاَعْرَابِيِّ۔ | جب میں آسمان و زمین کی خبروں پر آپ کی تصدیق کرتا ہوں تو اس اعرابی کے مقابلہ میں تصدیق نہ کروں؟

marfat.com

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، خزیمہ جس کسی کے

مَنْ شَهِدَ لَهٗ خُزَيْمَةُ اَوْ شَهِدَ عَلَيْهِ فَحَسْبُهٗ۔	نفع یا ضرر کی گواہی دیں ایک انھیں کی شہادت بس ہے۔

دیکھیے! قرآن کا حکم ہے کہ دو عادل مردوں کی شہادت ضروری ہے۔ مگر حضور حضرت خزیمہ کو اس حکم سے مستثنٰے فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور مالک شریعت ہیں۔

رمضان کے روزہ کا کفّارہ

بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا۔ فرمایا۔ کیا ہوا۔ عرض کی رمضان میں اپنی بیوی سے نزدیک ہوگیا۔ حضور نے فرمایا غلام آزاد کر سکتا ہے عرض کی نہیں۔ فرمایا۔ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے۔ عرض کی نہیں۔ اتنے میں کھجوریں دربار اقدس میں آئیں۔ آپ نے فرمایا۔ جا انہیں محتاجوں میں تقسیم کردے۔ عرض کی یا رسول اللہ۔ مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی محتاج ہی نہیں ہے۔ سوالی کی یہ گفتگو سُن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ہنسی آگئی۔ یہاں تک کہ دندانِ مبارک ظاہر ہوگئے۔ اور فرمایا

اِذْهَبْ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ	جا اور اپنے اہل و عیال کو کھلادے۔

ہدایہ میں یہ الفاظ درج ہیں:۔

كُلْ اَنْتَ وَعِيَالُكَ تُجْزِئُكَ وَلَا تُجْزِئُ اَحَدًا بَعْدَكَ	جا تو اور تیرے عیال کھالیں۔ یہ صرف تجھے جائز ہے اور تیرے بعد اور کسی کو نہیں۔

دار قطنی کے لفظ یہ ہیں کہ حضور نے فرمایا تو اور تیرا عیال کھالے۔

فَقَدْ كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْكَ	اللہ نے تیری طرف سے کفارہ قبول کرلیا۔

سُبْحَانَ اللّٰه! کیا مرتبہ ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا کہ آپ نے اس شخص کے لیے روزہ کا کفارہ خود ہی کھالینا جائز فرمایا اور یہ اطلاع بھی دے دی کہ خاص طور پر تیرے لیے جو میں نے حکم دیا ہے وہ اللہ کی رضا کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفارہ کو قبول بھی فرمالیا۔

سونے کی انگوٹھی

مرد کے لیے سونے چاندی کے زیورات پہننا حرام ہے۔ لیکن حضرت براء ابنِ عازب کو خاص طور پر حضور علیہ السلام نے سونے کی انگوٹھی پہننے کی اجازت عطا فرمائی۔

marfat.com

چنانچہ امام احمد مسند میں فرماتے ہیں کہ محمد بن مالک نے کہا کہ ہم نے حضرت براء کو دیکھا کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ تم سونے کی انگوٹھی پہنتے ہو حالانکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ——— حضرت براء نے جواب دیا کہ حضور علیہ السلام ایک مرتبہ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک یہی انگوٹھی باقی رہ گئی۔ آپ نے مجھے بلایا اور یہ انگوٹھی مجھے پہنا دی اور فرمایا۔

اِلْبَسْ مَا كَسَاكَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ	پہن لے جو کچھ تجھے اللہ و رسول پہناتے ہیں۔

حضرت براء ابن عازب نے یہ واقعہ بیان کر کے کہا۔ کہ تم لوگ کیسے مجھے کہتے ہو کہ جو چیز رسولِ خدا نے مجھے پہنائی وہ میں اتار ڈالوں۔ یہاں حضرت براء ابن عازب کے جوابی کلمات قابلِ غور ہیں فرماتے ہیں:۔

كَيْفَ تَأْمُرُوْنِيْ اَنْ اَضَعَهٗ۔	تم کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں حضور علیہ السلام کی پہنائی ہوئی انگوٹھی اتار دوں۔

دو نماز کی شرط پر اسلام لانا

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر دن میں پانچ وقت نماز فرض ہے۔ مگر حضور نے ایک شخص کا اسلام اس شرط پر قبول فرما لیا کہ وہ دو نمازوں سے زائد نہ پڑھے گا۔ چنانچہ نصر بن عاصم ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر اسلام لائے کہ

فَاَسْلَمَ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يُصَلِّيْ اِلَّا صَلَاتَيْنِ فَقَبِلَ ذَالِكَ	دن میں صرف دو ہی نمازیں پڑھوں گا حضور علیہ السلام نے ان کا اسلام قبول فرما لیا۔

واضح ہو کہ اگر آج کوئی عیسائی یا ہندو اس شرط پر اسلام لائے کہ میں دو ہی نمازیں پڑھوں گا۔ نماز ہی پر کیا موقوف ہے وہ کسی ایک رکنِ اسلام کی رعایت ہی چاہے تو ہم ایسی شرطوں پر نہ اس کے اسلام کو قبول کریں گے اور نہ وہ مسلمان ہی قرار دیا جائے گا۔ اس وقت تو خود حضور سرورِ کائنات موجود تھے چونکہ آپ مالکِ شریعت، شارعِ اسلام اور اللہ کے خلیفہ اعظم اور اس کی ذات و صفات کے مظہرِ اتم تھے۔ اس لیے آپ کو یہ مرتبہ حاصل ہے کہ آپ جس شخص کو چاہیں اور جس حکم شرعی سے چاہیں مستثنیٰ فرما دیں۔ ماوشما کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اسلام کے ارکان میں کسی قسم کی بیشی زیادتی یا کمی کرلے۔ یہ منصب اگر حاصل ہے تو صرف حضور نبی کریم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے۔

marfat.com

مسح موزہ کی مدت

اب ایک حدیث اور سن لیجئے تاکہ اس باب کو ہم ختم کر دیں۔ ابوداؤد، ابن ماجہ، طحاوی اور طبرانی میں ہے۔ ثابت انصاری فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے مسح موزہ کی مدت تین رات مقرر فرمائی۔ (یعنی مسافر موزہ پر مسح تین رات تک کر سکتا ہے) راوی کہتے ہیں:۔

وَلَوْ مَضَی السَّائِلُ عَلٰی مَسْئَلَتِهٖ لَجَعَلَهَا خَمْسًا (ابن ماجہ)	اگر سائل اور مانگتا تو حضور اکرم پانچ راتیں مقرر فرما دیتے

بیہقی کے الفاظ یہ ہیں کہ صحابہ کرام نے فرمایا:۔

وَلَوِ اسْتَزَدْنَاهُ لَزَادَنَا	اگر ہم زیادہ مانگتے تو حضور ہمیں اور بڑھا دیتے۔

اہل ایمان ان کلمات پر غور فرمائیں۔ ان سے حضور علیہ السلام کی حدیث مبارک کی اہمیت و عظمت کا کیسا کچھ اظہار ہو رہا ہے۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہمارے سوال کے جواب میں حضور نے موزہ پر مسح کرنے کی مدت مسافر کے لیے تین رات مقرر فرمائی۔ اور اگر ہم زیادہ مانگتے تو آپ مدت میں اور اضافہ فرما دیتے۔

کتاب و سنت کی ان نصوص کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مالک شریعت ہیں اور حضور کا حکم اسی طرح واجب العمل ہے۔ جیسے خدا کا ہے۔

دینِ مصطفیٰ علیہ السلام

عقائد۔ عبادات۔ نماز، روزہ حج زکوٰۃ معاملات اور زندگی میں پیش آنے والے نت نئے مسائل سے متعلق قرآن و حدیث و فقہ حنفی کی روشنی میں احکام اسلامیہ کا بے نظیر مجموعہ علامہ رضوی کی تازہ تالیف بچوں اور جوانوں اور مستورات کیلئے دینیات کی آسان اور عام فہم کتاب، ایک ایسی کتاب جو آپ ہر طبقہ کو بطور تحفہ دے سکتے ہیں۔ صفحات ۵۰۰، کتابت طباعت آفسٹ مجلد سنہری مبلغ بائیس ۲۲ روپے بذریعہ منی آرڈر بھیج کر مکتبہ رضوان سے طلب کیجئے۔

marfat.com

حرم مکہ معظمہ و حرم مدینہ طیبہ

کعبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

حرم مکہ ——— وہاں خیر و شر کی پرستش
وہاں خوف سے لرزنا
حرم مدینہ ——— یہاں عفو کا بہانہ
یہاں ناز سے مچلنا
وہ خدا کا آستانہ ——— یہ نبی کا آستانہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا وَحَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَرَّمَ اِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ وَدَعَوْتُ لَهَا فِيْ مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَكَّةَ۔

(بخاری)

حضرت عبد اللہ بن زید انصاری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — جناب ابراہیم خلیل نے مکہ کو حرم بنانے کی دعا فرمائی اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جیسے حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا، اور میں نے مدینہ کے صاع اور مد کے لیے برکت کی دعا کی جیسے جناب ابراہیم نے مکہ کے لیے دعاء برکت کی۔

فوائد (۱) عنوان سے اس حدیث کی مطابقت واضح ہے۔ حضور علیہ السلام نے جن میں برکت کے لیے دعا فرمائی وہ بابرکت ہے۔

marfat.com

۲. اس حدیث کو امام مسلم نے مناسک میں بیان کیا ہے۔

۳. وحرمت المدینۃ کما حرم ابراہیم مکۃ۔ کے الفاظ سے محمد بن ذئب۔ زہری۔ امام شافعی مالک، احمد و اسحاق رضی اللہ عنہم نے یہ استدلال فرمایا ہے۔ حرم مدینہ کے بھی وہی احکام ہیں جو حرم مکہ کے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگرچہ حرم مدینہ کے درخت یا گھاس کاٹنی حرام ہے۔ مگر ایسا فعل کرنے والے پر فدیہ نہیں ہے۔ ابن ذہب کی رائے یہ ہے کہ فدیہ بھی واجب ہے اور حضرت ابن مسعود و حضرت عائشہ اور سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ حرم مدینہ کا احترام تو واجب ہے۔ مگر وہاں شکار کرنا۔ گھاس کاٹنا۔ نہ تو ممنوع ہے اور نہ اس فعل پر فدیہ لازم ہے ——— مسئلہ اگرچہ خالص فروعی ہے۔ تاہم مسلک حنفیہ متعدد وجوہ سے قوی ہے۔ اولاً۔ تمام صحابہ کرام اس امر پر متفق ہیں کہ حرم مدینہ کے درخت کاٹنے یا گھاس اکھیڑنے یا شکار کرنے پر فدیہ واجب نہیں ہے۔ تو اگر حرم مدینہ کا حکم حرم مکہ کی طرح ہوتا۔ تو فدیہ کے وجوب کا قول کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ حرم مکہ کے درخت کاٹنے پر سب کے نزدیک فدیہ لازم ہے۔

اسی طرح حرم مکہ میں واجب القتل مجرم سے قصاص لینا حرام ہے۔ مگر تمام آئمہ اس پر متفق ہیں۔

حرم مدینہ میں اگر مستحق قتل مجرم داخل ہو جائے۔ تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ تو اگر دونوں کا حکم ایک ہوتا، تو حرم مدینہ میں داخل ہونے والے مجرم سے بھی قصاص نہ لینے کا قول کرنا چاہئے تھے۔

ثانیاً: تعامل صحابہ، بلکہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مدینہ کے درخت وغیرہ کاٹے ہیں۔ حضور نے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت وہاں کے کھجور کے درخت کاٹے اور قبور مشرکین کو مسمار فرمایا۔ حضرت مسلمہ سے حضور نے فرمایا تم عقیق میں شکار کھیلو تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ (ابن ابی شیبہ طبرانی)

marfat.com

حضرت انس سے حضور نے فرمایا، تم احد پہاڑ پر جاؤ اور وہاں کے درخت یا کچھ گھاس کھالو۔ ظاہر ہے کہ کھانا بغیر کاٹنے یا اکھیڑنے کے ناممکن ہے۔ (طبرانی)

حدیث مسلم ولا تخبط فیہا شجرۃ الا العلف مدینہ کے درخت نہ کاٹے جائیں مگر چارہ کے لیے۔ حضور نے چارہ کے لیے کاٹنے کی اجازت تھی۔ اگر حرم مدینہ کے درخت کاٹنے حرام ہوتے، تو چارے کے لیے کاٹنے کی اجازت نہ دی جاتی، حالانکہ حرم مکہ کے درخت چارہ کے لیے کاٹنے بھی حرام ہیں۔ علاوہ ازیں حدیث زیر بحث اور وہ تمام احادیث جن میں مدینہ منورہ کے حرم ہونے کا ذکر ہے۔ سب ظنی ہیں اور ضابطہ یہ ہے کراہت تحریمی ثابت کرنے کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے۔ یعنی کسی چیز کی کراہت تحریمہ کے ثبوت کے لیے قطعی الدلالت ظنی الثبوت دلیل کی ضرورت ہے۔ جیسے خبر احاد کہ مفہوم ان کا قطعی ہو ـــــ خبر احاد کہ مفہوم ان کا ظنی ہو۔ سے کسی چیز کا سُنّت یا مستحب ہونا ثابت ہو سکتا ہے، مگر کراہت تحریمی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور حدیث زیر بحث اور دیگر وہ احادیث جن میں مدینہ کے حرم ہونے کا ذکر ہے۔ قطعی الدلالت نہیں ہیں ـــــ اگر قطعی الدلالت ہوتیں، تو صحابہ کا عمل اور خود حضور کا عمل اس کے خلاف نہ ہوتا ـــــ خلاصہ یہ کہ حدود مدینہ کا حرم ہونا بمعنی احترام ہے۔ تحریم نہیں۔ اور اس باب میں امام اعظم علیہ الرحمہ کا موقف بہت قوی ہے ـــــ مزید توضیح کے لیے فیوض الباری پارہ ششم صفحہ ۱۵۷، فیوض الباری پارہ اوّل صفحہ ۹۲، فیوض پارہ ۵ ہفتم صفحہ ۴۷، تا ۱۰۰ ملاحظہ کیجئے۔

مکہ معظمہ کی عظمت وبرکت

۱۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جو مکہ معظمہ کا رمضان پائے اور وہاں روزہ وتراویح کی پابندی کرے۔ تو ایک لاکھ رمضانوں کا ـــــ اور ہر دن رات ایک ایک غلام آزاد کرنے کا اور ایک ایک غازی کو میدانِ جنگ میں بھیجنے کا ثواب پائے گا (ابن ماجہ)

۲۔ مکہ مکرمہ میں ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے اور ایک گناہ بھی ایک لاکھ گناہوں کے برابر۔

marfat.com

اسی لیے سیدنا امام مالک اور سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مشورہ یہ ہے کہ بیرونی آدمیوں کو مکہ میں مستقل رہائش نہ رکھنا افضل ہے۔ البتہ گاہے گاہے حاضری بہتر ہے۔ (مرقات)

۳۔ مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب ۵۰ ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجدِ حرام (مکہ) کی ایک نماز کا ثواب لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (ابنِ ماجہ)

۴۔ مکہ معظمہ میں کعبہ ہے۔ جو بقاء دنیا کا سبب ہے۔ کعبہ کی بدولت لوگوں کے دینی و دنیوی امور کا قیام ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا قیاما اللناس یعنی قوم مسلم کی دینی۔ اخلاقی، روحانی، معاشرتی۔ قومی و ملی امور کا قیام کعبہ سے وابستہ ہے۔ کعبہ بقاءِ دین کا سبب ہے وہاں خالق کو پناہ ضعیفوں کو امن، تاجروں کو نفع ملتا ہے۔

۵۔ قرآن مجید نے مکہ کو ام القریٰ آبادیوں کی ماں قرار دیا ہے۔ زمینِ حرم کے کوہ وصحرا کو جناب آدم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی کریم تک تمام انبیاء کو خصوصی نسبت رہی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے یہاں اللہ کا پہلا گھر کعبہ کی بنیاد رکھی۔ یہاں صفٰی پہاڑی ہے۔ جہاں ابراہیم خلیل نے قیام کیا۔ مروہ ہے جہاں اسماعیل کو راہِ خدا میں قربان کیا گیا۔ زم زم کا مقدس چشمہ ہے۔ جو ہر بیماری کے لیے اکسیر ہے۔ اسی مقدس پانی سے حضور کے قلب اطہر کو غسل دیا گیا۔ مقامِ ابراہیم ہے، جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم خلیل نے کعبہ کی دیواریں اٹھائیں۔ حجرِ اسود ہے جسے لبِ پاک نبوت نے بوسہ دیا جس کی گلیوں میں ملکیتوں کے سردار نوریوں کے شہنشاہ حضرتِ روح القدس جبرئیل امین علیہ السلام آتے۔ یہیں غارِ حرا ہے جس سے وحیِ الٰہی کی پہلی کرن طلوع ہوئی۔ یہاں وہ صحن ہے جہاں شبِ معراج براق کے قدم پڑے۔ یہ ہی وہ جگہ ہے جہاں تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ حضور امام تھے اور تمام انبیاء مقتدی۔ یہ ہی وہ زمین ہے جسے حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادت باسعادت کا شرف حاصل ہوا۔ اس شہر کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ حضور نے اپنی زندگی پاک کے ۵۳ سال یہاں گزارے۔ قرآن نے اسے بلداً آمنا

marfat.com

قرار دیا ہے (امن وعافیت کا شہر) دنیا ویران ہو جاتے، مگر مکہ اور مکہ والے انشاء اللہ الحرمین امن رہیں گے۔

مکہ کے حرم ہونے کا مطلب

مکہ کے حرم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں بلا احرام داخل ہونا۔ درختِ حرم مکہ میں شکار تو درکنار اس کی طرف اشارہ کرنا۔ اسے ستانا اٹھانا۔ ممنوع وحرام ہے۔ اگر مجرم حرم میں آجائے، تو اسے قتل کرنا بھی ممنوع حدود وقصاص حدودِ حرم مکہ میں جاری نہیں ہوتے۔ ایسے حالات پیدا کیے جائیں گے کہ مجرم حدودِ حرم سے باہر آجاتے۔ قرآن مجید نے فرمایا من دخلہ کان امنا۔ اور اگر وہاں مذکورہ بالا ممنوع کام کرلیے۔ تو کفارہ واجب ہے۔ — اکثر شوافع مکہ معظمہ کی مٹی یا پتھر مکہ سے باہر لیجانا ممنوع قرار دیتے ہیں۔ البتہ بطور تبرک آبِ زمزم مکہ سے باہر لیجانا سُنّت ہے۔ حدیبیہ کے سال حضور نے آبِ زمزم کے دو مشکیزے سہیل بن عمرو کے ہاتھ مدینہ میں منگوائے۔ حج کے موقع پر حضور نے آبِ زمزم اپنے ساتھ لیا اور عرصہ تک یہ پانی مدینہ میں بیماروں کو پلایا۔ جناب عائشہ صدیقہ سے بسندِ صحیح مروی ہے کہ حضور نے متعدد بار آبِ زمزم مکہ سے باہر بھیجا۔ (مرقات)

مکہ معظمہ کی حرمت وعظمت ابدی ہے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان مکۃ حرمہا اللہ ولم یحرمہا الناس (بخاری)	مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے کسی شخص نے اپنی رائے سے حرم نہیں بنایا۔
ان ھذا البلد یوم خلق السموات والارض فھو حرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیمۃ۔ (بخاری ومسلم)	بیشک اس شہر (مکہ) کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرم بنا دیا جس دن آسمان وزمین پیدا کیے۔ تو یہ اللہ کے حرام بنانے سے قیامت تک حرم ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ مکہ معظمہ کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے حرم بنایا، اور یہ جگہ صرف اسلام ہی میں نہیں، بلکہ ہر دین میں محترم و مقدس تھی۔ الیٰ یوم القیٰمۃ۔ کے لفظ سے معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ کی حرمت ہمیشہ کے لیے ہے۔ کبھی منسوخ نہ ہوگی۔

سوال پیدا ہوتا ہے دیگر متعدد حدیثوں میں حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مکہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم بنایا۔ ان ابراھیم حرم مکۃ (مسلم) اس حدیث میں مکہ کو حرم بنانے کی نسبت حضرت ابراہیم کی طرف ہے ——— جواب یہ ہے حضرت ابراہیم کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے۔ طوفانِ نوح کے موقع پر جب بیت المعمور آسمانوں پر اٹھالیا گیا، تو لوگ مکہ کی عظمت و حرمت کو بھول گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی:

(۱) اذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا البلد اٰمناً وارزق اھلہ من الثمرات (بقرہ)	الٰہی اس شہر کو امان والا کردے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھل دے۔
(۲) فاجعل افئدۃً من الناس تھوی الیھم۔	الٰہی لوگوں کے دل مکہ معظمہ کی طرف مائل کردے۔

تو مکہ تو ابتدا ہی سے محترم تھا۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی حرمت و عظمت کا اعلان فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اس بناء پر مکہ کو حرم بنانے کی نسبت حضرت ابراہیم کی ذات کی طرف مجازی طور پر کی گئی ہے۔

یہ ایسے ہی ہے کہ کعبہ کے معمارِ اول حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ سب سے پہلے کعبہ کی بنیاد آپ ہی نے رکھی۔ لیکن طوفانِ نوح کے بعد دوسری بار اسی سابقہ بنیادوں پر کعبہ کی تعمیر کا شرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوا، یہ تعمیر خاص حضرت ابراہیم کے

marfat.com

مقدس ہاتھوں سے ہوئی۔ اس لیے حضرت ابراہیم کو ہی معمارِ کعبہ کہتے ہیں۔ ورنہ اولیت تو حضرتِ آدم ہی کو حاصل ہے۔

حضورؐ نے مدینہ کو حرم بنایا

غور کیجئے حضرت ابراہیم کی ذات کی طرف مکہ کو حرم کو بنانے کی نسبت مجازی ہے، کیونکہ حضور نے تصریح فرمادی، مکہ کو تو اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے حرم بنایا ہے۔ مکہ ہر دین وملت میں محترم رہا ہے۔ مگر مدینہ کی یہ کیفیت نہ تھی۔ مدینہ شروع ہی سے معظم نہ تھا۔ لوگ مدینہ سے کتراتے تھے۔ وہاں وباؤں کا ہجوم تھا۔ حتّٰی کہ مدینہ کا نام بھی یثرب تھا (وباؤں کا گھر)

حضور نے فرمایا:

انی حرمت المدینۃ حراما — میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں۔

انی احرم مابین لابیتھا۔ — میں مدینہ کے گوشوں کے درمیان حرم بناتا ہوں۔ (بخاری ومسلم)

یہاں مدینہ کو حرم بنانے کی نسبت حضور نے اپنی ذات اقدس کی طرف کی ہے۔ یہ نسبت حقیقی ہے۔ معلوم ہوا، حضور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختارِ کائنات ہیں، جس چیز کو چاہیں محترم ومعظم بنادیں۔

یہ ہی وجہ ہے جب حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے۔ یہاں کی گھاس تک نہ اکھاڑی جائے۔ تو حضرتِ عباس کھڑے ہوتے عرض کی حضور اذخر گھاس کو اکھاڑنے کی اجازت دے دیجئے، کیونکہ یہ ہمارے مکانوں کے کام آتی ہے۔ حضور نے فرمایا ہاں اجازت ہے۔ (بخاری)

معلوم ہوا کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ جس حکم سے چاہیں کسی کو اس سے مستثنیٰ فرمادیں۔ جبھی تو حضور نے اذخر گھاس کے کاٹنے کی اجازت عطا فرمادی۔

marfat.com

خلیل و حبیب میں فرق

اسی سے خلیل اللہ اور حبیب اللہ کے درجہ و مقام پر روشنی پڑتی ہے۔ خلیل کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے اور حضور کی ذاتِ اقدس کی طرف مدینہ کو حرم بنانے کی نسبت حقیقی ہے۔ خلیل نے زمینِ مکہ جو ابتداءِ خلق ہی سے محترم و مقدس تھی کے حرم ہونے کا اعلان فرمایا، اور حبیب نے اس زمینِ مدینہ کو حرم بنایا جو معظم و مقدس نہ تھی۔ جس کا نام ہی یثرب (بلاؤں کا گھر)

واضح ہو

کہ حضور نے جو یہ فرمایا ہے کہ مدینہ کو مکہ کی طرح حرام قرار دیتا ہوں، تو حرم مدینہ کو حرمِ مکہ کیساتھ تشبیہہ بعض وجوہ سے ہے۔ یعنی احترام و تعظیم کے لحاظ سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ جیسے آیت ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثلِ آدم میں حضرت عیسیٰ کو آدم علیہ السلام سے تشبیہہ دینا بعض وجوہ سے ہے۔ لہٰذا حرمتِ حرمِ مکہ بمعنی تحریم ہے اور حرمت حرمِ مدینہ بمعنی احترام اور تعظیم ہے۔

حرم مدینہ کا احترام و اجلال

مدینہ منورہ کی عظمت و احترام حضور کے وجودِ مطہر کی وجہ سے ہے۔ مدینہ کی سرزمین کا ادب و احترام لازم و واجب ہے۔

مکہ میں کعبہ ہے۔ مگر مدینہ میں کعبہ کا قبلہ جلوہ فرما ہے سے

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے، کعبہ کا کعبہ دیکھو

مکہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے اور ایک گناہ بھی ایک لاکھ گناہ کے برابر اور مدینہ منورہ میں ایک نیکی پچاس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔ مگر ایک گناہ، ایک ہی گناہ ہے کیوں؟ اس لیے کہ ہے

دہاں خیر و شر کی پرسش یہاں عفو کا بہانہ
وہ خدا کا آستانہ یہ نبی کا آستانہ

marfat.com

حضور علیہ السلام نے فرمایا :

واللہ انک لخیر ارض اللہ واحب ارض اللہ الی۔ (ابن ماجہ و ترمذی)

حضور نے فرمایا۔ بخدا مکہ کی زمین اللہ کی بنائی ہوئی ساری زمین سے بہتر ہے۔ اور تمام زمینوں میں خدا کو زیادہ پیاری ہے۔

جمہور علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال فرمایا کہ مکہ معظمہ کی بستی مدینہ منورہ کی بستی سے افضل ہے۔ جمہور کا یہ استدلال سر آنکھوں پر مگر ے

طیبہ نہ سہی افضل، مکہ ہی بڑا زاھد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

اتنی بات یاد رہے یہ اختلاف مدینہ کی بستی افضل ہے یا مکہ کی۔ تک محدود ہے۔ ورنہ تمام علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مدینہ کا احترام مکہ معظمہ کے احترام کی طرح ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مدینہ منورہ کی زمین کا وہ حصہ جہاں آج حضور جلوہ فرما ہیں وہ تو مکہ معظمہ بلکہ عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ (مرقات)

حضور علیہ السلام نے فرمایا :

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم بارک لھم فی مکیالھم وبارک لھم فی صاعھم ومدھم یعنی اھل المدینۃ (بخاری)

حضرت انس ابن مالک سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ انہیں ان کے پیمانوں میں برکت عطا فرما۔ الہٰی ان کے صاع ومد میں برکت عطا فرما۔ حضور کی مراد اہل مدینہ سے تھی۔

فوائد ومسائل

(۱) اس حدیث کو امام بخاری نے اعتصام وکفارات میں اور مسلم ونسائی نے مناسک میں ذکر کیا۔

marfat.com

۲. حضور نے جو مدینہ کے صاع و مد میں برکت کی دعا فرمائی۔ تو یہ دینی و دنیوی دونوں قسم کی برکت کو شامل ہے۔ مدینہ منورہ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گاہ ہے حضور نے مدینہ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

فضائل مدینہ

آپ نے فرمایا: میری اُمت جب تک مدینہ منورہ کی حرمت عزت پر قائم رہے گی بھلائی پر رہے گی اور جب اس کی حرمت و عزت سے کنارہ کش ہو جائے گی، تو برباد ہو جائے گی (ابنِ ماجہ) اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدودِ مدینہ کا ادب و احترام مکہ معظمہ کی حدود کی طرح ہے اس سے بھی زیادہ۔ مدینہ شریف کی عظمت و عزت سے متعلق حضور کے چند ارشادات کا خلاصہ یہ ہے۔

۱. حضور علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی:

اللھم حبب الینا المدینۃ الٰہی ہمیں مدینہ ایسا پیارا کر دے۔
لحبنا مکۃ او اشد ہ جیسا کہ مکہ پیارا تھا۔ بلکہ مکہ سے زیادہ
(بخاری و مسلم) مدینہ کو پیارا و محبوب بنا دے۔

مدینہ میں بخار کا مرض عام تھا۔ حضور نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ الٰہی یہاں کے بخار کو جحفہ منتقل کر دے (بخاری و مسلم)۔

یہ حضور کی دعا کا اثر ہے کہ مدینہ منورہ کی آب و ہوا بہت صحت مند ہے۔ موسم معتدل ہے۔ وہاں کی خاک خاکِ شفا ہے۔ وہاں روزی میں برکت ہے اور جحفہ جو حرمین طیبین کے درمیان ایک چھوٹی بستی ہے۔ جہاں اُس زمانہ میں یہود رہتے تھے۔ آج بھی وہاں کی آب و ہوا میں بخار کے جراثیم ہیں، وہاں رکنے اور جانے والے عموماً بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۳. حضور نے فرمایا شام فتح ہو گا۔ عراق فتح ہو گا اور ایک قوم خوشی سے دوڑتی ہوئی آئے گی اور اپنے خدام اور بال بچوں کو وہاں لے جائے گی۔

والمدینۃ خیر لھم حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر تھا۔

marfat.com

سیدنا امام مالک علیہ الرحمہ حدیث کے خط کشیدہ جملوں کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ مدینہ تمام جگہ سے افضل ہے اور اس میں مکہ بھی داخل ہے۔ اس بنا پر امام مالک فرماتے مدینہ مکہ سے افضل ہے (مرقات) بات یہ ہی درست ہے۔ بیت المقدس اگرچہ ابتدا ہی سے مسلمانوں کا قبلہ رہا ہے۔ وہاں ہزار ہا انبیاء کرام کے مزارات ہیں۔ یہ متبرک مقام ہیں۔ قرآن نے کہا:

الذی بارکنا حولہ

لیکن مدینہ پھر بھی افضل ہے۔ کیوں اس لیے سارے تارے وہاں ہیں۔ مگر نبوت ورسالت کا آفتاب مدینہ میں ہے۔

حضور نے فرمایا:

۴۲۔ ان اللہ سمّی المدینۃ طابہ (مسلم) — اللہ تعالیٰ نے مدینہ شریف کا نام طابہ رکھا۔

مدینہ شریف کے سو سے زیادہ نام ہیں۔ طیبہ۔ طابہ۔ مدینہ۔ ابلح وغیرہ، ہجرت سے قبل اس کا نام یثرب تھا۔ کہتے ہیں کہ مدینہ میں قوم عمالقہ کا جو پہلا شخص آیا اس کا نام یثرب تھا۔ یثرب ثرب سے مشتق ہے۔ جس کے معنیٰ سزا۔ سرزنش۔ مصیبت و بلا کے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے لاتثریب علیکم الیوم لیکن اب مدینہ کو یثرب کہنا ممنوع ہے شاعر اشعار میں یثرب کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ اس کو بدل دیں، یثرب کی جگہ طیبہ کا لفظ لانے میں وزنِ شعری میں کوئی سقم بھی پیدا نہیں ہوتا۔

سیدنا احمد فرماتے ہیں۔ جو مدینہ کو یثرب کہے، وہ توبہ کرے۔ امام بخاری تاریخ میں لکھتے ہیں جو مدینہ منورہ کو ایک بار یثرب کہے، وہ بطورِ کفارہ دس بار اس ارضِ مقدس کو مدینہ کہے۔

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں
مہ نے شق ہو کر لیا ہے دین کو آغوش میں

سمّی المدینۃ۔ طابہ کا ترجمہ بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ لوح محفوظ میں مدینہ کا نام

marfat.com

طابہ یا طیبہ ہے۔

یقولون یثرب وھی المدینۃ — حضور نے فرمایا لوگ اسے یثرب کہیں گے، حالانکہ وہ مدینہ ہے۔ (بخاری)

خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ سے ایسی محبت تھی کہ جب سفر سے واپسی پر مدینہ نظر آتا۔ تو اپنی سواری کو تیز فرما دیتے ملہ بخاری)

مدینہ کے شرقی جانب تقریباً تین میل کے فاصلہ پر احد پہاڑ ہے۔ مدینہ شہر خصوصاً جنت البقیع سے یہ مقدس پہاڑ صاف نظر آتا ہے۔ جب یہ پہاڑ حضور کو نظر آیا، تو فرمایا:

هٰذَا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ — یہ پہاڑ ہے، ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

۷۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حدیث میں مکہ معظمہ میں قیام پر اتنا زور نہیں دیا جتنا مدینہ منورہ میں قیام کا دیا ہے۔

حضور سرورِ عالم نے فرمایا:

من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت بھا فانی اشفع لمن یموت بھا۔ (احمد و ترمذی) — جو مدینہ میں مر سکے وہاں ہی مرے میں مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت کروں گا۔

سیدنا امام فاروق اعظم خلیفہ رسول دعا فرماتے تھے کہ الٰہی مجھے اپنے محبوب کے شہر مدینہ میں شہادت کی موت دے ——— جناب عمر فاروق کی یہ دعا قبول ہوئی۔ نمازِ فجر کے وقت مسجدِ نبوی، مصلٰی نبوی، محراب نبوی میں شہادت پائی۔

سیدنا امام مالک علیہ الرحمہ اس خوف سے کہ کہیں مدینہ منورہ سے باہر موت واقع نہ ہو جائے۔ پوری زندگی میں کبھی مدینہ سے باہر نہیں گئے۔ صرف حج فرض کی ادائیگی کے لیے ایک بار مکہ معظمہ میں حاضری۔

۸۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللھم اجعل بالمدینة ضعفی ماجعلت بمکة من البرکة۔ (بخاری)	الٰہی جو برکتیں تو نے مکہ معظمہ کو دی ہیں اس سے دگنی برکتیں مدینہ منورہ کو عطا فرما۔

۹۔ مکہ معظمہ میں لوگوں کو تکلیف پہنچانے کی نیت سے ذخیرہ اندوزی بھی سخت گناہ ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

احتکار الطعام فی الحرم الحاد فیہ (ابوداؤد)	حرم مکہ میں احتکار ایسے ہے۔ جیسے اس مقدس شہر میں الحاد و بیدینی کو پھیلانا۔

مطلب حدیث یہ ہے کہ احتکار تو ہر جگہ ناجائز ہے مگر مکہ معظمہ جو مسلمانان عالم کا مرکز ہے اور جہاں ہر ملک اور ہر جگہ کے مسلمان کعبہ مقدسہ کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ یہاں ذخیرہ اندوزی کرکے قحط کی شکل پیدا کردینا تو انتہائی درجہ کا سخت و شدید گناہ ہے۔ ایسا گناہ ہے۔ جیسے مکہ معظمہ میں الحاد و بیدینی پھیلانے کی کوشش کرنا۔

قرآن مجید میں فرمایا:

مَنْ یرد فیہ بالحاد بظلم

نذقہ من عذاب الیم

(مرقات)

(سورہ۔ پ)

ویسے بھی مکہ معظمہ میں گناہ کرنا۔ ہزار گناہ کے برابر ہے۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صرف ارادہ گناہ پر کسی جگہ بھی اللہ کے ہاں پکڑ نہیں ہے۔ مگر مکہ معظمہ میں ارادہ گناہ پر بھی پکڑ ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ومن یرد فیہ بالحاد الخ۔ اسی بنا پر بعض صحابہ کرام نے مکہ معظمہ کی سکونت ترک کردی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما طائف میں جا بسے۔

marfat.com

قاسم العلوم والخیرات ﷺ

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

جود وعطا حضور نور مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت تھی اور حقیقت یہ ہے کہ ربّ العزت جل مجدہٗ نے اپنے پیارے حبیب کو اپنے کرم کا مظہر اتم بنایا ہے۔ اور ہمیں بھیک مانگنے کے لئے آپ کا آستان بتایا ہے۔ اسی لئے سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ — دیتا خدا ہے مگر تقسیم میں کرتا ہوں۔ (بخاری)

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم — دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

حضور رحمۃ اللعالمین کے دربار میں سائلوں کا ہجوم ہی رہتا تھا۔ جو آتا تھا اپنی جھولی بھر کر ہی جاتا تھا کیونکہ "نہ" کہنا سرکار کی عادت ہی نہ تھی۔ پھر سائل تو سائل ہے اگر کوئی سائل نہ بھی ہوتا تو بھی در کریم سے کچھ نے کر ہی جاتا تھا۔

حضرت طلحہ کو جنت عطا فرمائی

ایک دن دربار نبوی میں حضرت طلحہ صحابی حاضر تھے۔ ان کے نصیب جاگے حضور اکرم نے فرمایا:

لَکَ الْجَنَّۃُ عَلَیَّ یَا طَلْحَۃُ غَدًا — طلحہ کل تمہارے لئے جنت میرے ذمہ ہے۔ (طبرانی)

سبحان اللہ! حضور اکرم نے حضرت طلحہ کو بلا مانگے جنت عطا فرمادی۔ معلوم ہوا کہ رب کی نعمتوں کے قاسم حضور اکرم ہی ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں۔ کہ حضور سے جب کوئی شخص سوال کرتا۔ اگر حضور کو منظور ہوتا (نعم) "ہاں" فرمادیتے اور اگر منظور نہ ہوتا تو خاموش رہتے لیکن "لا" نہیں فرماتے۔ ایک روز ایک اعرابی بارگاہ عالی میں حاضر ہوا۔ اور اس نے سوال

marfat.com

کیا۔ حضور خاموش رہے۔ تیسری بار کے سوال پر حضور نے فرمایا:

سَلْ مَا شِئْتَ یَا اَعْرَابِی (طبرانی) اے اعرابی جو تیرا جی چاہے مانگ لے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

فَغَبَطْنَا فَقُلْنَا الْآنَ یَسْئَلُ الْجَنَّۃَ یہ حال دیکھ کر کر حضور مائل بہ کرم ہیں اور اعرابی سے فرما رہے ہیں کہ جو تیرا جی چاہے مانگ:

ہمیں رشک آیا اور ہم نے اپنے جی میں کہا۔ اب یہ اعرابی حضور سے جنت مانگے گا۔ مگر اس نے سواری کیلئے اونٹ اور زاد راہ مانگا۔ حضور نے حکم دیا کہ دے دیا جائے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کتنا فرق ہے۔ اس اعرابی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی اس بوڑھی عورت کے مانگنے میں۔ پھر حضور نے اس بوڑھی عورت کا واقعہ سنایا کہ:

"جب موسیٰ علیہ السلام کو دریا اترنے کا حکم ہوا۔ اور وہ کنارۂ دریا تک پہنچے تو سواری کے جانوروں کے منہ اللہ عزوجل نے پھیر دیئے کہ خود بخود واپس پلٹ آئے۔ حضرت موسیٰ نے دربار باری میں عرض کی۔ الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ تم قبر یوسف کے پاس ہو۔ ان کا جسم اپنے ساتھ لے لو۔ حضرت موسیٰ کو یوسف علیہ السلام کی قبر معلوم نہ تھی۔ آخر انہوں نے ایک بوڑھی عورت سے اس کے متعلق استفسار کیا تو اس نے کہا لَا وَاللّٰہِ حَتّٰی تُعْطِیَنِیْ مَا اَسْأَلُکَ۔ موسیٰ! میں قبر کا پتہ ہرگز نہ بتاؤں گی حتیٰ کہ آپ مجھ کو وہ دے دیں جو میں آپ سے مانگوں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا۔ ذَالِکَ لَکِ ہمیں منظور ہے جو چاہے ہم سے مانگ لے اس بڑھیا نے عرض کی قَالَتْ فَاِنِّیْ اَسْأَلُکَ اَنْ اَکُوْنَ مَعَکَ فِی الدَّرَجَۃِ الَّتِیْ تَکُوْنُ فِیْھَا اس بوڑھی عورت نے عرض کی تو میں یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ اسی درجہ میں رہو جس میں آپ ہوں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا سَلِی الْجَنَّۃَ بس جنت مانگ لے یعنی تجھے یہ ہی کافی ہے اتنا بڑا سوال نہ کر۔ اس بوڑھی عورت نے کہا۔ خدا کی قسم اس کے سوا میں اور کچھ نہیں مانگوں گی۔ ابھی حضرت موسیٰ اور اس بڑھیا کی یہ ہی گفتگو ہو رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے موسیٰ! بڑھیا جو طلب کرتی ہے اس کو دے دو۔" (طبرانی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو بیان کر کے اس اعرابی کی قصور ہمت پر تعجب

marfat.com

فرمایا۔ کہ دیکھو ہم نے تو اسے اختیارِ عام دے دیا تھا۔ کہ جو چاہو مانگو۔ وہ اگر ہم سے جنت بلکہ جنت سے بھی اعلیٰ درجہ مانگتا تو ہم اس کو ضرور عطا فرمادیتے۔ کیونکہ ہم اس کو زبان دے چکے تھے۔ مگر یہ اعرابی تو بڑا پست ہمت نکلا اس نے ہم سے مانگا بھی تو کیا۔ سواری کے لئے اونٹ اور زادِراہ جو دنیا کی بالکل معمولی چیز ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضور سیّدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے تقسیم فرمانے والے ہیں اور آپ کے دستِ اقدس اللہ عزوجل کے تمام خزائنِ رحمت دنیا و آخرت کی ہر نعمت پر پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ کو یہ بھی اختیار ہے کہ اللہ کی سب سے اعلیٰ نعمت "جنت" جسے چاہیں بخش دیں۔

چنانچہ جب حضور نے اس اعرابی سے فرمایا کہ مانگو جو چاہو تو حضرت علی و دیگر صحابہ کرام نے رشک کیا کہ اے کاش کیا ایسا عام ارشاد حضور ہم سے فرماتے۔ حضرت علی نے تو یہاں تک فرمایا کہ یہ اعرابی ضرور حضور سے جنت مانگے گا۔ جس سے اس امر پہ روشنی پڑتی ہے کہ صحابہ کرام کا بھی یہ ہی عقیدہ تھا کہ ؎

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

دریائے رحمتِ الٰہی

ایک دن دریائے رحمتِ الٰہی جوش زن ہوا۔ حضور رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی ربیعہ بن کعب سے فرمایا مانگو کیا مانگتے ہو؟ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ!

اَسْئَلُکَ مُرَافِقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ — جنت میں آپ کی رفاقت (غلامی) کا طالب ہوں (مشکوٰۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَوْ غَیْرَ ذَالِکَ۔ — اس کے علاوہ بھی کچھ مانگتا ہے تو مانگ لو۔

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی ؎

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تم کو مانگ کر اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ مرے اس دعا کے بعد

marfat.com

سبحان اللہ! ربیعہ کتنے خوش قسمت ہیں۔ دولت و حکومت نہیں مانگتے۔ جنت میں حضور کی رفاقت کے طالب ہیں اور امر واقعہ یہ ہے کہ اگر وہ ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی طلب کرتے۔ تو اس وقت عطا فرما دی جاتی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور نے کسی خاص چیز کے طلب کرنے کو نہ فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ جو چاہو مانگو۔ اس سے معلوم ہوا کہ

کار ہمہ بدست ہمت و کرامت او است — تمام امور حضور کے قبضہ اختیار میں ہیں

ہر چہ خواہد و ہر کہ خواہد باذن پروردگار خود بہ — جس کو چاہیں اور جو چاہیں عطا فرمائیں

دھ: (اشعۃ اللمعات باب السجود و فضلہ)

لیکن اس کے باوجود حضرت ربیعہ نہ حکومت و سلطنت مانگتے ہیں۔ اور نہ مال و دولت مانگتے ہیں تو صرف جنت میں حضور کی رفاقت کیونکہ وہ اس نکتہ کو سمجھ چکے تھے کہ

منزل ملی مراد ملی مدعا ملا — مل جائیں گر حضور تو سمجھو خدا ملا

ایک اعرابی کی فریاد: جمعہ کا دن تھا حضور رحمۃ للعالمین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ناگاہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ قحط پڑ گیا ہے۔ مویشی ہلاک ہو گئے ہیں۔ بچے بھوک سے مر رہے ہیں آپ خدا سے دعا فرمائیے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فریادی کی فریاد سنی اپنے گورے گورے نازک ہاتھ دربار الٰہی میں اٹھا دیے۔ ہاتھ اٹھنے کی دیر تھی کہ گھٹائیں آئیں بادل امنڈے۔ گرجے۔ چمکے اور بارش شروع ہو گئی اور یہ بارش لگاتار دوسرے ہفتہ تک جاری رہی۔

حضور کی دعا سے بارش ہوئی۔ کھیت سرسبز و شاداب ہو گئے۔ مدینہ کے باشندوں کو قحط سے نجات مل گئی۔ مگر کثرت باران کی وجہ سے مکانات کو نقصان پہنچنے لگا۔ دوسرا جمعہ آیا حضور مصروف خطبہ تھے کہ وہی شخص یا کوئی دوسرا صاحب نے کھڑے ہو کر عرض کی:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ (بخاری)

سرکار! اب کثرت باران کے سبب مکان گر رہے ہیں اور مال غرق ہو رہا ہے۔

marfat.com

رحمۃ اللعالمین نے فریاد سنی اور دعا فرمائی۔ الٰہی! مدینہ کے آس پاس بارش ہو شہر میں نہ ہو یہ فرمایا اور اپنی مقدس انگلی سے بادلوں کی طرف اشارہ کیا۔ اسی انگلی مبارک سے جس انگلی نے چاند کا کلیجہ چیر کر رکھ دیا تھا۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں:

فَمَا يُشِيْرُ نَاحِيَةً مِنَ السَّحَابِ	حضور کی انگلی کا جس طرف اشارہ ہوتا
اِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِيْنَةُ	تھا۔ بادل پھٹ جاتے تھے اور شہر مدینہ
مِثْلُ الْجَوْبَةِ (بخاری)	بادلوں سے خالی ہو گیا۔

دیکھا آپ نے یہ ہے بادلوں پر حکومت۔ انگلی کا جس طرف اشارہ ہوتا ہے۔ بادل ہٹ جاتے ہیں یہ ہے شانِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا اور یہ ہے عظمت و بزرگی رسول کریم جو خاص اللہ رب العزت جل مجدہٗ کا عطیہ ہے اس نے اپنے محبوب کو با اختیار بنایا ہے۔ دنیا و آخرت کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی ہیں۔ عاشقانِ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فضل و شرف کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے کہ اس نے ہماری ہدایت کے لیے ایسا عظیم و جلیل رسول مبعوث فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی گزارش

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے دربارِ نبوی میں عرض کی حضور میں آپ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں، حضور نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے چادر پھیلا دی۔ آپ نے چادر میں دو مٹھیاں بھر کر کچھ ڈال دیا اور فرمایا سمیٹ لو۔ میں نے چادر سمیٹ لی۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا بَعْدُ (بخاری) جب سے میں کوئی بات نہیں بھولتا۔

سبحان اللہ! حضور اکرم نے نہ معلوم ابوہریرہ کی چادر میں کیا ڈال دیا جس کی وجہ سے ان کی قوت حافظہ میں اضافہ ہو گیا۔ غور تو کیجیے کہ قوتِ حافظہ بھی کیا ایسی چیز ہے جو اٹھا کر دے دی جاتی ہے؟ مگر یہ سرکار کا دربار ہے جہاں سے دو جہاں کی نعمتیں ملتی ہیں کیوں کہ ؎

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

marfat.com

حضرت عبداللہ آپ نے دربار نبوت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے لیے دعائے شہادت فرما دیجئے۔ حضور نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّمُ دَمَہٗ — الٰہی! میں ان کا خون کافروں پر حرام کرتا ہوں۔

اس دعا کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّکَ اِذَا خَرَجْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاَخَذَتْکَ الْحُمّٰی فَقَتَلَتْکَ فَاَنْتَ شَہِیْدٌ ہ — اے عبداللہ! جب تم جہاد کے لیے جاؤ گے تمہیں بخار آئیگا اور یہ ہی بخار تمہاری موت کا سبب ہوگا۔ مگر اس کے باوجود تم شہید ہو۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب یہ جنگ تبوک میں جہاد کے لیے نکلے۔ انہیں بخار ہوا۔ اور اسی بخار میں ان کا انتقال ہو گیا۔ حدیث بالا دو معجزوں پر مشتمل ہے۔ دوسرا معجزہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کل کی خبر دی کہ عبداللہ کو بخار ہوگا اور اسی میں ان کا انتقال ہوگا۔ (رحمۃ اللہ علی العالمین)

حضرت معاویہ کے لیے سیدِ عالم، نورِ مجسم سرورِ کائنات صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لیے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ وَمَکِّنْ فِی الْبِلَادِ ہ — الٰہی! انہیں قرآن کی سمجھ دے اور شہروں پر حاکم بنا۔

یہ حضور ہی کی دعا کا نتیجہ تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس برس تک ملک شام کے حاکم رہے۔ اور حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم تینوں خلفاء نے بھی انہیں کسی نہ کسی شہر کی حکومت عطا فرمائی۔

دعائے برکت ایک بار دریائے رحمت الٰہی جوش میں آیا۔ حضور رحمۃ للعالمین نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا۔ بَارَکَ اللّٰہُ۔ اللہ تجھے برکت دے۔ پھر کیا تھا۔ زبانِ صدق سے برکت کے لفظ نکلنے کی دیر تھی کہ رحمتوں اور برکتوں نے عبدالرحمٰن کو گھیر لیا۔ خود ہی فرماتے ہیں کہ:

فَلَقَدْ رَاَیْتُنِیْ وَلَوْ رَفَعْتُ — اگر میں پتھر بھی اٹھاتا ہوں، تو مجھے

marfat.com

حَجَرًا لَرَجَوْتُ اَنْ اُصِيْبَ تَحْتَهٗ ذَهَبًا اَوْ فِضَّةً ؕ — توقع ہوتی ہے کہ اس میں سے بھی مجھے سونا یا چاندی ملے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبدالرحمٰن جب مدینہ آئے تھے تو ایک پیسہ کے بھی مالک نہ تھے۔ فقیر تھے۔ مگر جب سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے برکت فرمائی تو ان کے لیے حسنات و برکات کے خزانے کھل گئے اور یہ چند روز میں رئیس ہوگئے اور اتنا مال ان کے پاس آیا جس کا اندازہ ذیل کی سطور سے ہو سکتا ہے۔ (۱) آپ نے ایک مرتبہ ایک دن میں تیس غلام آزاد کیے۔ پانچ سو گھوڑے، پانچ سو اونٹ اور اسی ہزار دینار غریبوں میں تقسیم فرمائے (۲) ایک بار حضور سے صدقہ کی فضیلت سن کر اپنے مال کا نصف حصّہ راہِ خدا میں دیا جو چار ہزار درہم تھے (۳) ایک بار چار ہزار درہم خیرات کیے۔ (۴) آپ نے بوقتِ وفات امہات المؤمنین کے لیے ایک باغ کی وصیّت کی جو چار لاکھ دینار میں فروخت ہوا۔ (۵) آپ کی وفات ۳۱ھ یا ۳۲ھ میں ہوئی۔ بعد وفات آپ کے گھر سے پھاوڑوں سے سونا چاندی اٹھایا گیا۔ حتیٰ کہ سونا چاندی اٹھاتے اٹھاتے مزدوروں کے ہاتھ زخمی ہوگئے (۶) آپ کی چار بیبیاں تھیں ہر بیوی کو میراث میں سو دینار ملے۔ (رحمۃ اللہ علی العالمین)

حضرت سعد کے لیے

ایک بار حضور اکرم نے سعد بن وقاص کے لیے یہ دعا فرمائی۔ الٰہی سعد جو بھی دعا مانگیں اس کو قبول فرما۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ:

فَكَانَ لَا يَدْعُوْا اِلَّا اُسْتُجِيْبَ — سعد جو بھی دعا کرتے تھے قبول ہوتی۔ (ترمذی شریف)

سبحان اللہ۔ حضور اکرم کی دعا نے حضرت سعد کی زبان میں بھی اثر پیدا کر دیا اور آپ مستجاب الدعوات ہوگئے، چنانچہ آپ کے حالات میں لکھا گیا ہے کہ جس زمانہ میں یہ کوفہ کے گورنر تھے۔ حاسدوں نے دربارِ فاروقی میں ان کی شکایت کر دی اور ایک شخص نے ان کے خلاف جھوٹی گواہی بھی دے دی۔ یہ دیکھ کر حضرت سعد کو جوش آگیا۔ آپ نے دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ كَاذِبًا فَطِلْ عُمْرَهٗ وَ فَقْرَهٗ وَ عَرِّضْهُ — الٰہی! اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کی عمر اور فقر کو طویل کر دے اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر دے

marfat.com

ابنِ عمیر کہتے ہیں۔ سعد کی یہ دعا حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ بوڑھا شخص ہوا۔ اس کی پلکیں لٹک آئیں۔ فقر و فاقہ نے اس کو گھیر لیا اور چھوکروں کا کھیل بن گیا اور کہا کرتا تھا کہ سعد کی بد دعا مجھے لگ گئی۔ اسی طرح ایک خارجی نے حضرت علی کو گالی دی۔ حضرت سعد کے منہ سے اس کے لیے بد دعا نکل گئی۔ فوراً وہ شخص اپنے گھوڑے سے گرا۔ دماغ پھٹا اور مر گیا۔ آخیر عمر میں حضرت سعد نے دعا کرنی چھوڑ دی تھی۔ لوگ ان سے بہت ڈرا کرتے تھے۔

(رحمۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۸۹۴ باب کرامات صحابہ)

ایک عورت کا اپنے بچہ کیلئے دعا کرانا

ایک دن ایک عورت خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی۔ عرض کی سرکار میرے بچہ کو بہت سی بیماریاں ہیں۔ دعا کیجئے کہ مر جائے۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَقَالَ اَدْعُو اللّٰہَ اَنْ یَّشْفِیَہٗ ، میں یہ دعا نہ کروں کہ تیرا بچہ تندرست
وَ یَشِبُّ وَ یَکُوْنُ رَجُلًا صَالِحًا ہو جائے۔ پھر جوان ہو کر جہاد میں شریک
فَیُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیُقْتَلُ. ہو اور شہادت کا مرتبہ پائے۔

(بیہقی خصائص کبریٰ ص۲۲)

راوی کہتے ہیں ہم نے دیکھا کہ حضور کا ارشاد حرف بہ حرف پورا ہوا۔ وہ بچہ جوان صالح ہوا۔ اور پھر جہاد میں شہید ہوا۔ سبحان اللہ! بچہ کی ماں کہتی ہے۔ حضور دعا فرمائیے۔ یہ مر جائے۔ لیکن رحمۃ اللعالمین فرماتے ہیں۔ دعا اور موت کے لیے دعا کا مجھ سے مطالبہ؟ بخدا اگر حضور اس کی موت کی دعا فرماتے تو ضرور وہ بچہ مر جاتا۔ مگر یہ دربار تو رحمۃ اللعالمین کا دربار ہے۔ جہاں کسی کو نفی میں جواب نہیں ملتا۔ اس دربار سے تو کوئی مایوس نہیں لوٹتا۔ جو آتا ہے اپنے دامن کو گوہرِ مراد سے بھر جاتا ہے۔

مرادیں ملتی ہیں اس در سے نامرادوں کو
امیدیں ہوتی ہیں پوری امیدواروں کو

قتل سے محفوظ رہنے کیلئے دعا

حضرت ضمرہ بن ثعلبہ حاضر دربار ہوئے۔ عرض کی میرے شہید ہونے کی دعا فرمائیے۔ حضور نے

marfat.com

۲ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّمُ دَمَ ثَعْلَبَةَ عَلَى الْمُشْرِكِیْنَ (طبرانی)

الٰہی میں مشرکین پر ثعلبہ کا خون حرام کرتا ہوں۔

(رحمۃ العالمین (رحمۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۵۸)

حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت ثعلبہ جہاد میں دشمن پر بے دھڑک حملہ کرتے اور ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے نکل جاتے اور پھر صحیح سلامت واپس آجاتے۔

حضرت اُنس کے لیے دعا

حضرت انس بن مالک کے حق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

۳ اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَبَارِكْ فِیْ مَا رَزَقْتَهٗ (بخاری)

الٰہی انس کی اولاد بڑھا۔ اس کے مال کو ترقی دے۔ اور جو کچھ تو اسے عطا فرمائے اس میں برکت عطا فرما۔

حضرت انس فرماتے ہیں۔ یہ اسی گیسوؤں والے آقا کا صدقہ ہے کہ میرے پاس مال کثیر ہے۔ میرے پوتوں کی تعداد سو سے بھی بڑھ رہی ہے۔ میں نے اپنے ایک سو فرزندوں کو اپنے ہاتھ سے دفن کیا ہے۔ طاعون کے زمانہ میں ان کی نسل سے ستر افراد جان بحق ہوتے تھے۔ ان کا ایک باغ سال میں دو دفعہ پھل دیتا تھا۔ ان کے باغ میں ایک پودا تھا۔ جس کے پھولوں سے مشک و عنبر کی خوشبو آتی تھی۔

حضرت عروہ کے لیے دعا

حضرت عروہ کے لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ الٰہی ان کی ہر کوشش میں برکت دے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ:

فَكَانَ لَوِ اشْتَرٰى تُرَابًا لَرَبِحَ فِيْهِ

اگر یہ مٹی بھی خریدتے تو ان کو نفع ہوتا تھا (بیہقی)

پھر صحابہ کرام کو زبان نبوی سے نکلے ہوئے کلمات پر کس قدر یقین ہوتا تھا۔ اس کا اندازہ ذیل کی روایات سے لگایئے۔ حضرت عبداللہ بن ہشام جب بازار میں خرید و فروخت کے لیے نکلتے تھے۔ تو

۴ اَشْرِكْنَا فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ۔ (بخاری)

حضرت ابن عمر و ابن زبیر ان سے فرماتے: عبداللہ ہمیں بھی اپنی تجارت میں شریک کر لو۔ کیونکہ سرکار نے تمہارے لیے برکت کی دعا فرمائی ہے۔

marfat.com

جنتی ہونے کیلئے

ایک دن حضور اکرم نے فرمایا۔ میری اُمت کے ستر ہزار آدمی بلاحساب وکتاب جنت میں جائیں گے۔ ایک صحابی جن کا نام عکاشہ بن محصن ہے کھڑے ہو کر عرض کی۔ سرکار میرے لیے دعا فرمایئے۔ اللہ مجھے بھی بلاحساب وکتاب جنت میں داخل فرمائے۔ حضور نے دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ مِنْھُمْ۔ (بخاری) الٰہی عکاشہ کو ان میں سے کر دے۔

یہ دیکھ کر کہ دریائے رحمتِ الٰہی جوش میں ہے۔ ایک اور صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی یہ ہی عرض کی کہ سرکار میرے لیے بھی یہ ہی دعا فرمادیجئے۔ جس پر حضور نے فرمایا:

سَبَقَکَ عُکَاشَۃُ (بخاری) عکاشہ تم سے سبقت لے گئے ہیں۔

اللہ اکبر! دونوں صحابی ایک ہی قسم کی دعا کرا رہے ہیں۔ حضور اکرم ایک کے لیے دعا فرماتے ہیں اور دوسرے کے لیے نہیں! آخر کیوں؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ تقدیر میں عکاشہ کا بلاحساب جنت میں جانا حضور کی دعا پر موقوف تھا۔ لہٰذا ان کے لیے دعا ہو گئی۔ لیکن دوسرے صاحب کے متعلق حضور کو معلوم ہوگا کہ یہ حساب جنت میں نہیں جائیں گے اور یہ قضاء مبرم ہو گئی۔ اس لیے حضور اکرم نے دعا فرمائی ہی نہیں۔ ورنہ سے

مقبول ہیں اُبرو کے اشاروں سے دعائیں
کب تیر کماں دار نبوت کا خطا ہو

طول عمر کیلئے دعا

حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا، حضور علیہ السلام نے خوش ہو کر انہیں طول عمر کی دعا دی راوی کہتے ہیں کہ یہ حضور کی دعا ہی کا اثر تھا کہ ان کی عمر دو سو نناوے برس کی ہوئی۔

وَاِذَا سَقَطَتْ لَہٗ سِنٌّ اور اس عمر میں بھی ان کا جو دانت گرتا
نَبَتَتْ لَہٗ اُخْرٰی۔ تھا اس کی جگہ دوسرا دانت اُگ آتا تھا۔

سبحان اللہ۔ دیکھا آپ نے رحمۃ العالمین کا دربار۔ سرکار نے جب کبھی بھی اپنے گورے

marfat.com

گورے نازک ہاتھوں کو اٹھایا ہے تو اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضور اللہ کی نعمتوں کا گھر ہیں اور حضور ہی کے وسیلہ و واسطہ سے سب کو ملا ہے اور ملتا رہے گا۔

یہ ہی دیکھ کر تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا ؎

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے

بتاؤ اے مفلسو کہ پھر کیوں؟ تمہارا دل اضطراب میں ہے

یوں تو وہ ربّ قدیر اپنے ہر بندے کی دعا قبول فرماتا ہے۔ مگر دعا کی قبولیت کبھی اس عالم میں ہوتی ہے اور کبھی نہیں، مگر حضور سیّد المرسلین کی نرالی شان ہے۔ آپ نے جب کبھی مانگا ہے۔ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مرضی کو پورا فرمایا ہے۔ حضور اکرم کی دعاؤں کا اس شان سے پورا ہونا بجائے خود ایک معجزہ ہے۔ اور جس سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں آپ کے رتبہ و مقام کا پتہ چلتا ہے۔

قرآنِ حکیم میں اللہ ربّ العزّت جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا:

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی — محبوب ہم تمہیں اتنا دیں گے کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

یہ اسی کا ظہور تھا کہ زبان نبوی سے جو الفاظ نکلتے تھے وہ من و عن پورے ہوتے تھے اور یہ ہی دیکھ کر جناب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی تھی کہ حضور میں تو یہ ہی دیکھ رہی ہوں کہ آپ کا ربّ آپ کی خواہشات کے پورا فرمانے میں جلدی فرماتا ہے۔ (بخاری)

؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم

خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

خیبر میں ایک روز

خیبر میں ایک روز رسالت مآب تھے
ظلمت کدہ میں رشکِ دہ آفتاب تھے

زانوئے شیرِ حق پہ وہ مصروفِ خواب تھے
بے شک تھے حضور تو یہ انتخاب تھے

تھا اوج پہ ستارہ مگر بو تراب کا
زانو بنا تھا تکیہ رسالت مآب کا

یہ ہی سماں تھا کہ آفتاب غروب ہونے لگا حضرت شیرِ خدا آنکھ سے دیکھتے رہے آفتاب ڈوب گیا شیرِ خدا نے نمازِ عصر محبوب خدا کی مبارک نیند پر قربان کردی ۔ کچھ دیر بعد سے

بیدار خواب سے ہوئے محبوبِ کبریا
دیکھا کہ آفتاب ہے مغرب میں جا چھپا

کی عرض شیرِ حق نے کہ اے شاہِ دوسرا
وسطیٰ صلوٰۃِ عصر میری ہو گئی قضا

حضرت مولا علی کرم اللہ الکریم کی اس درخواست پر حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی ۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ عَبْدَکَ عَلِیًّا اِحْتَبَسَ نَفْسَہٗ عَلٰی نَبِیِّکَ فَرُدَّ عَلَیْہِ الشَّمْسَ فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ (حجۃ اللہ ص ۲۹۰)

الٰہی علی تیرے نبی کی خدمت میں تھے ان کے لئے سورج کو واپس فرمادے ، اسی وقت سورج نکل آیا ۔

ارض و سما ہیں زیرِ نگیں کیسا آفتاب
مرضی جو ان کی دیکھی تو لوٹ آیا آفتاب

حضرت اسماء بنتِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں سے

خیبر کی چوٹیوں پہ جو دھوپ آ گئی نظر
مشکل کشا نے بہرِ فریضہ جھکایا سر

لرزاں تھا جسم خوفِ الٰہی کا تھا اثر
فارغ ہوا نماز سے پھر حق کا شیرِ نر

ثابت ہوا مشیتِ پروردگار ہے
اس کے حبیب کو بھی وہی اختیار ہے

اللہ اکبر شیرِ خدا نے منزلِ صہبا پر حضور کی نیند پر نمازِ عصر کو قربان کر دیا اور صدیق اکبر نے جان جیسی عزیز کو حضور پر نثار کر دیا سے

مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

صدیق بلکہ غار میں جاں ان پہ دے چکے
اور حفظِ جاں تو جان فروض و غرر کی ہے

ان دونوں جلیل القدر اولو العزم صحابیوں کے فعل سے معلوم ہوا کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی یعنی ان کی خدمت و غلامی بھی خدا ہی کا فرض ہے ، ان کی اطاعت و فرمانبرداری خدا کی اطاعت و فرمانبرداری ہے اور بندگیِ مصطفیٰ علیہ السلام تمام فرائض سے اہم و اعظم ہے یعنی روزہ نماز حج و زکوٰۃ تمام فرائض فروع ہیں اور ان سب کی اصل غلامیِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
محمد رسول اللہ
جان کائنات
فخر موجودات
مزمل
احمد مجتبیٰ
مبشر
محمد مصطفیٰ
رحمۃ للعلمین
محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مطہر
معلم
شاہد
کتاب مبین
سیدی یا رسول اللہ
نذیر
مبشر
منیر
صلی اللہ علیہ وسلم
سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول
واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول
تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہِ محن پھول
کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسن اور حسین پھول

نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات بےحد وحساب ہیں۔ آپ نے کفر وشرک کی نجاست سے قلوبِ انسانی کو پاک کیا۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا صحیح راستہ بتلایا انسان کی فلاح وکامیابی کا ایک نظامِ حیات عطا فرمایا۔ جس کو اپنا کر امت دنیا کی کامیابی اور آخرت کی فلاح وکامرانی حاصل کر سکتی ہے۔ ایسے عظیم وجلیل محسن کے احسانات کا اقرار واعتراف نہ کرنا۔ بہت بڑی ناشکری اور ناسپاسی تھی۔ لیکن امت اپنے محسنِ اعظم کے احسانوں کا شکریہ کس طرح ادا کر سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا۔

اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور پر درود بھیجنا۔ حضور کے احسانات عظیمہ کا اقرار اور آپ کی ذاتِ اقدس سے اپنے تعلق اور اپنی نیازمندی کا اظہار ہے اور آپ کے احسانات کا بدلہ نہ دے سکنے کا اعتراف ہے۔ اسی لیے قرآنِ مجید میں حضور کی ذاتِ ستودہ صفات پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا اور احادیث میں درود کے فضائل وبرکات بیان کیے گئے اور حضور پر درود نہ بھیجنے والوں کی مذمت کی گئی۔

درود شریف کے فضائل

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی ناک غبار آلود اور جس کے سامنے میرا نام ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ اَخْطَأَ طَرِیْقَ الْجَنَّۃِ۔	جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ وہ جنت کا راستہ بھول جائے گا۔
شفا صفحہ ۶۲	
مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ	جو مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے

marfat.com

عَلَیهِ عَشرا ۔ (مسلم) — اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں فرماتا ہے

جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

وَحُطَّت عَنهُ عَشرُ خَطِیٰاتٍ وَ — اس کے دس گناہ مٹ جاتے ہیں

رُفِعَت لَهُ عَشرُ دَرَجَاتٍ (نسائی) — اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔

اَلصَّلوٰۃُ عَلَیَّ نُورٌ عَلَی الصِّرَاطِ فَمَن — حضور نے فرمایا مجھ پر درود پڑھنا

صَلّٰی عَلَیَّ یَومَ الجُمُعَۃِ ثَمَانِینَ مَرَّۃً — پلصراط پر نور ہوگا جو شخص مجھ پر جمعہ کے

غُفِرَت لَهُ ذُنُوبُ ثَمَانِینَ سَنَۃً — دن اسی مرتبہ درود پڑھے گا اس کے

(جواهر البیان ج ۲ ص ۱۶۳، حذب القلوب ۲۵۷) — اسی سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

مَن صَلّٰی عَلَیَّ کُنتُ شَفِیعَهُ یَومَ — جس نے مجھ پر درود پڑھا، قیامت

القِیَامَۃِ (جواهر البحار ج ۲ ص ۱۶۶) — کے دن میں اس کی شفاعت

فرماؤں گا۔

مَن صَلّٰی عَلَیَّ طَهَّرَ اللّٰهُ قَلبَهُ مِنَ — جس نے مجھ پر درود پڑھا، اللہ

النِّفَاقِ کَمَا یُطَهَّرُ الثَّوبُ بِالمَاءِ — تعالیٰ اس کے دل کو اس طرح نفاق سے

(حذب القلوب ص ۲۵۱) — پاک فرما دیتا ہے۔ جیسے پانی کپڑے کو

صاف کر دیتا ہے۔

اَولَی النَّاسِ بِی یَومَ القِیَامَۃِ — قیامت کے دن وہ لوگ میرے زیادہ

اَکثَرُهُم عَلَیَّ صَلوٰۃً (ترمذی) — قریب ہونگے جو مجھ پر بکثرت درود پڑھتے ہیں۔

نیز ترمذی ج ۱ صفحہ ۸۴ ابن ماجہ صفحہ ۵۶ و شفا قاضی عیاض ج ۲ صفحہ ۵۲ میں متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو نبی علیہ السلام پر سلام عرض کرے اور یہ کہے اَللّٰهُمَّ افتَح لِی اَبوَابَ رَحمَتِکَ۔ اور جب مسجد سے باہر نکلے تو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام

marfat.com

وَاِذَا خَرَجَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اَعْصِمْنِيْ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (ابن ماجہ)

بھیجے اور یہ کہے الٰہی مجھے شیطان رجیم کے شر سے بچا۔

نیز حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص مجھ پر جمعرات کے دن

مَنْ صَلّٰى عَلَى يَوْمِ الْخَمِيْسِ مِائَةَ مَرَّةٍ لَمْ يَفْتَقِرْ اَبَدًا (جذب القلوب ص ۲۵۸)

سو مرتبہ درود پڑھے گا وہ کبھی محتاج نہ ہوگا۔

ان مبارک حدیثوں سے واضح ہوا کہ حضور کی ذات اقدس پر درود و سلام بھیجنا، موجب رحمت و مغفرت و بے شمار دینی دنیوی فوائد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ درود شریف کے متعلق شک و ریب بحث و تمحیص سے دامن بچائیے اور نہایت خلوص و محبت کیساتھ حضور کی ذات اقدس پر درود پڑھیئے۔

تم پڑھو درود میں ذکر نبی کروں

درود شریف حضور نبی کریم علیہ السلام پر درود بھیجنا باعث برکت و موجب رحمت ہے۔ عمر میں ایک بار آپ پر درود پڑھنا فرض ہے اور جب نام اقدس آئے تو اس وقت واجب ہے، دعاؤں میں درود شریف اکسیر ہے۔ حضرت عمر کا فرمان ہے کہ دعا زمین و آسمان کے درمیان اس وقت تک معلق رہتی ہے، جب تک حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے (بخاری) درود ہر درد کی دوا ہے اور درود شریف کے ملازم کے لئے آپ کی شفاعت لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا الخ

جب کوئی شخص تمہیں سلام کرے، تو اس کو بہترین جواب دو، ورنہ اتنا ہی دو۔

آیت بالا میں سلام کرنے کا حکم ہے، حدیث میں بھی حضور نے سلام کو پھیلانے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ سلام کا جواب نہایت خندہ پیشانی سے دو۔ یہ حکم

marfat.com

جمیع مومنین کے لئے ہے، حضور اکرم بھی اس میں داخل ہیں، ادھر ہمیں حضور پر درود پڑھنے کا حکم ہے اور بحکم آیت قرآنی حضور ہمارے درود کا جواب نہایت ہی عمدہ عطا فرماتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ہماری مغفرت طلب فرماتے ہیں اور شفاعت کہتے ہی مغفرت کو ہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضور پر درود پڑھنے والے کی حضور ضرور شفاعت فرمائیں گے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حضور پر درود و سلام کی نچھاور کرتے ہیں اور کونین کی نعمتیں پاتے ہیں اور بدنصیب ہیں، وہ جو اس سعادت عظمیٰ سے محروم رہتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر ایک سو مرتبہ درود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ **یعنی** ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس حاجتیں دنیا کی۔

ثُمَّ وَکَّلَ اللّٰہُ بِذٰلِکَ مَلَکًا یُدْخِلُ عَلَیَّ فِیْ قَبْرِیْ کَمَا یُدْخَلُ عَلَیْکُمُ الْھَدَایَا (خصائص کبریٰ ۲ ص ۲۸۰)

پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو مقرر فرماتا ہے جو تمہارا درود میری قبر میں مجھ تک پہنچاتا ہے، جیسے تم پر تحفے پیش کئے جاتے ہیں

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ عِلْمِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَعِلْمِیْ فِیْ حَیَاتِیْ یعنی وصال کے بعد میرے علم کی وہی کیفیت ہے جو میری حیات میں تھی۔

اس حدیث میں حضور نے فرمایا کہ فرشتے میرے حضور تمہارے درود کو بطور تحفہ پیش کرتے ہیں۔ یہ جملے حضور اکرم نے اس لیے ارشاد فرمائے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ فرشتوں کے ذمہ درود پہنچانے کی خدمت صرف اس لیے مقرر کی گئی ہے تاکہ ان کو دربار نبوت میں حاضری کا شرف حاصل ہو جائے اور جب وہ حضور سرور کونین کے دربار عالی میں حاضر ہوں تو درود کو بطور تحفہ پیش کریں۔

چنانچہ اس حدیث کے آخری جملوں پر غور کیجئے۔ حضور فرماتے ہیں کہ جیسا میرا علم میری حیات میں تھا اسی طرح بعد وفات بھی ہے۔ یعنی اگر ایک آن کے لیے آپ پر موت طاری ہوئی تھی، تو وہ صرف ایک آن کے لیے تھی۔ اس کے بعد آپ کی وہی حیات جسمانی ہے، اب اس پر غور کیجئے کہ جب

marfat.com

حضور اکرم لوگوں کی نظروں کے سامنے تھے۔ اس وقت آپ کی سماعت و رویت کا عالم کیا تھا۔ حضور اکرم آسمان کے دروازے کھلنے کی آواز کو سنتے تھے۔ (مسلم شریف)

حضور زیر عرش چاند کے سجدہ کرنے کی آواز کو سنتے تھے (خصائص کبریٰ)

برزخ کے حالات آپ پر منکشف تھے۔ (بخاری)

ساری کائنات کو آپ مثل کفِ دست ملاحظہ فرماتے تھے۔ (طبرانی)

زمین کے مشرق و مغرب آپ کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ (مشکوٰۃ)

جب یہ کیفیت آپ کی حیات کی تھی تو حضور فرماتے ہیں کہ بعد وفات بھی میرے علم و رویت میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ لہٰذا جیسے حضور اپنی حیات میں دنیا کے احوال سے باخبر تھے۔ آج بھی آپ کے علم و رویت کی وہی کیفیت ہے اور حضور ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہو جانے کے باوجود ہمارے درود کو سنتے ہیں اور درود پڑھنے والے کو پہچانتے ہیں، چنانچہ حضور فرماتے ہیں۔

اَسْمَعُ صَلٰوۃَ اَھْلِ مَحَبَّتِیْ وَاَعْرِفُھُمْ (دلائل الخیرات) — اہلِ محبت کے درود کو میں خود سنتا ہوں اور ان کو پہچانتا ہوں۔

پس فرشتوں کے سپرد درود پہنچانے کی خدمت کی حکمت یہ ہی ہے۔ تاکہ ان کو بھی دربارِ عالی میں حاضری کا شرف حاصل ہو جائے اور جب ملائک دربار میں حاضری دیں تو درود کو بطور تحفہ پیش کر دیں۔

درود کے معنی علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ حضور نبی کریم کے ذکر پاک کو دنیا میں بلند فرما۔ ان کی دعوتِ اسلام کو عام کر اور ان کی شریعت کو قیامت تک قائم رکھ۔

وَفِی الْاٰخِرَۃِ بِتَشْفِیْعِہٖ فِیْ اُمَّتِہٖ۔ — اور آخرت میں آپ کی شفاعت آپ کی اُمت کے حق میں قبول فرما۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

marfat.com

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضور علیہ السلام پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے. اس لئے ہمیں اس طرح حضور کی ذاتِ ستودہ صفات پر درود پڑھنا چاہئے.

صَلَّيْنَا عَلَى النَّبِيِّ وَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ ! ہم درود بھیجتے ہیں حضور نبی کریم پر.

مگر سب جانتے ہیں کہ ہم اس طرح درود نہیں پڑھتے، بلکہ یوں پڑھتے ہیں.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اے اللہ تو رحمت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر

یعنی درود، ہم کو بھیجنا چاہئے تھا. مگر ہم اللہ سے عرض کرتے ہیں کہ اے رب ! تو درود بھیج. تو اس کی کیا وجہ ہے. علامہ شوکانی کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں یہ عرض کرتے ہیں کہ اے رب تو نے ہمیں اپنے رسول پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے

وَلَيْسَ فِيْ وُسْعِنَا اَنْ نُصَلِّيَ صَلَاةً تَلِيْقُ بِجَنَابِهٖ لِاَنَّا مَا نَقْدِرُ وَاَنْتَ عَالِمٌ بِقَدْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْتَ تَقْدِرُ اَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ صَلَاةً تَلِيْقُ بِجَنَابِهٖ

لیکن ہم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ ہم حضور کے مرتبہ و مقام کے مطابق آپ پر درود بھیجیں کیونکہ حضور کی جو عزت و منزلت اور مرتبہ کی بلندی ہے جیسے تو واقف ہے ہم نہیں ہیں اسلئے ہم عرض کرتے ہیں کہ اے رب ہماری طرف سے بھی تو ہی حضور کی شان کے مطابق درود بھیج دے. کیونکہ تو اس پر قادر ہے.

علامہ شوکانی نے جو نکتہ بیان کیا ہے. منکرین عظمتِ نبوی کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے اور اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے مرتبہ و مقام کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا، کیونکہ حضور کا مرتبہ اور آپ کی شان خدا ہی کو معلوم ہے. ہم لوگ تو صرف چند آسان سی تجلیوں کو دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کر دیتے ہیں، ورنہ ہے

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی ! خدا سے پوچھیے شانِ محمدؐ

حضرت سفیان ثوری کا ارشاد

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں. میں نے دیکھا ایک شخص حج میں ہر مقام پر درود

marfat.com

شریف پڑھ رہا ہے۔ میں نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی۔ تو اس نے کہا کہ ایک سفر میں میرے والد کا انتقال ہوگیا۔ میں تنہا تھا اور میرے والد کا منہ کالا ہو گیا تھا۔ سخت فکرمند تھا الٰہی کیا کروں۔ اسی کشمکش میں میری آنکھ لگ گئی اور خواب میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا پھر میں نے دیکھا کہ میرے باپ کی صورت ٹھیک ہو گئی اس کے بعد میں نے عرض کی۔ سرکار یہ کیا، تو آپ نے فرمایا تمہارا باپ سخت مجرم تھا۔ مگر درود شریف کثرت سے پڑھتا تھا۔ بس جب سے میں درود شریف کا ورد رکھتا ہوں۔ (روح البیان)

سبحان اللہ! درود شریف کی برکت سے مجرم کا چہرہ روشن ہوگیا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکرام و انعام کی بارش فرمائی۔

شہد کی مکھیاں

ایک دن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کی مکھیوں سے فرمایا کہ تم شہد کس طرح بناتی ہو۔

مکھی نے عرض کی۔ سرکار! ہم پھولوں کا رس چوستے ہیں اور پھر اپنے گھر آکر اس کو اگل دیتے ہیں۔ وہ شہد بن جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تو ٹھیک ہے مگر پھولوں کا رس مختلف ذائقہ کا ہوتا ہے ان میں شیرینی کہاں سے آجاتی ہے۔ مکھی نے عرض کی ے

گفت چوں خوانیم بر احمد درود　　　می شود شیریں و تلخی را ربود!

(یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم گلشن سے رس لاتے ہیں تو اس پر درود شریف پڑھتے ہیں۔ شہد کی شیرینی درود پاک کی برکت سے ہے۔)

سبحان اللہ! درود شریف کی برکت سے پھیکے اور تلخ رس میں شیرینی پیدا ہو گئی۔

★ مفسر شہیر علامہ اسماعیل حقی قدس سرہ العزیز نے تفسیر روح البیان میں یہ واقعہ تحریر فرمایا ہے۔ ایک صاحب سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے حضور حاضر ہوئے، کہنے لگے مدت سے تمنا تھی کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہو تو اپنی زبوں حالی کی داستان حضرت اقدس میں پیش کروں۔ اللہ کے فضل سے گزشتہ روز دیدار پر انوار سے مشرف ہوا۔ میں نے بحضور نبوی عرض کی یارسول اللہ ایک ہزار درہم کا مقروض ہوں۔ ادائیگی پر

marfat.com

قدرت نہیں خوف دامنگیر ہے کہ اگر بغیر ادائیگی قرض موت آگئی، تو یہ بارِ عظیم مری گردن پر باقی رہ جائے گا۔ حضور نے فرمایا۔ محمود سبکتگین کے پاس جاکر ان سے رقم طلب کرو۔ میں نے عرض کی حضور اگر سلطان نے نشانی طلب کی اور ثبوت مانگا تو کیا کروں گا۔ حضور نے فرمایا سلطان سے کہہ دینا کہ تم سونے سے پہلے تیس ہزار بار درود پڑھتے ہو اور بیدار ہو کر بھی تیس ہزار بار درود پڑھتے ہو۔ یہ ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ مجھے تمہارے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بارگاہ سلطانی میں حاضر ہو کر عرض کر دیا۔ یہ سن کر سلطان پر گریہ طاری ہو گیا، ان کا قرضہ ادا کر کے ایک ہزار روپے مزید ان کی خدمت میں پیش کیئے۔

ارکانِ دولت نے سلطان کی خدمت میں عرض کی، عالی جاہ آپ نے اس شخص کی ایسی بات کی تصدیق فرما دی جو ناممکن ہے، ہم حضور کی خدمت میں شب و روز حاضر رہتے ہیں، ہم نے تو کبھی آپ کو اس تعداد میں درود پڑھنے میں کبھی مشغول نہیں دیکھا؟ پھر یہ بات بھی عقل میں نہیں آتی، اتنی قلیل مدت میں آپ ساٹھ ہزار مرتبہ درود شریف کس طرح پورا فرماتے ہیں۔ سلطان نے جواب دیا۔

میں نے علمائے کرام سے سنا تھا کہ جو شخص مندرجہ ذیل درود شریف ایک مرتبہ پڑھے گا۔ وہ دس ہزار بار پڑھنے کے برابر ہوتا ہے۔ میں اس درود شریف کو تین مرتبہ سوتے وقت اور تین مرتبہ بیدار ہو کر پڑھ لیتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ ساٹھ ہزار پڑھنے کی سعادت حاصل ہو گئی اور مجھ پر گریہ اس خوشی میں طاری ہوا کہ علماء کرام کے ارشاد کی تائید حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی۔

وہ درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَا اخْتَلَفَ الْمَلَوَانِ وَتَعَاقَبَ الْعَصْرَانِ وَکَرَّ الْجَدِیْدَانِ وَاسْتَقَلَّ الْفَرْقَدَانِ وَبَلِّغْ رُوْحَہٗ وَاَرْوَاحَ اَھْلِ بَیْتِہٖ مِنَّا التَّحِیَّۃَ وَالسَّلَامَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ کَثِیْرًا

marfat.com

هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوقِنُونَ (٢٠)

بصیرت

حصہ دوم

علامہ سید محمود احمد رضوی مدیر رضوان کے تحریر کردہ

مذہبی - اخلاقی - اصلاحی - فقہی - تفسیری

مضامین کا قابل مطالعہ مجموعہ

مجموعہ

آفسٹ طباعت . عمدہ کاغذ — قیمت : ۱۲ روپے

ناشر
رضوان
گنج بخش روڈ لاہور